قُلۡ هٰذِهٖ سَبِيۡلِىۡۤ اَدۡعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيۡرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىۡ

(اے محمدؐ) کہدو یہ میرا راستہ (طریقہ) ہے میں اور وہ شخص جو میرا تابع ہے (دونوں) اللہ کیطرف (اس کے بندوں کو) بصیرت پر بلاتے ہیں

نَقلِیَاتِ

حضرت بندگیمیاں عبدالرَّشِید رضی اللہ عنہٗ

مع

ترجمہ وتوضیحات

از

فاضل العَصر اسعد العلماء حضرت فقیر ابوسعید سید محمود صاحب تشریف اللّٰہی

باہتمام : مجلسِ نوجوانانِ مہدویہ قطبی گوڑہ، حیدرآباد دکن

۱۳۲۹ھ

حصہ توضیحات

منظوم تاریخ

از

خان علاّمہ مولٰنا محمد سعادۃ اللہ خاں صاحب ہوش مندوزی

اسعد علماء نے لکھی — شرح نقول و مرویات
ہے جو کہ باعث شرح الصدر — نام ہے جس کا توضیحات
اچھی نیت اچھے کام — الاعمال بالنیات
ہوش نے یوں تاریخ کہی — انجم گوہر توضیحات
۱۹۵۰ء

............☆☆............

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

لمعات

سب تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جو کائنات کی خالق ہے۔ کبریائی اسی قادر مطلق کیلئے سزاوار ہے جس کی شان یہ ہے کہ **من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ' فلا ھادی لہ'** ۔اللہ جسے ہدایت فرمائے کوئی اسکو گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کردے کوئی اسکو ہدایت کی راہ پر لا نہیں سکتا۔

درود و سلام نازل ہو خاتمین علیہما السلام پر جن کے ذریعہ دین اسلام اس درجہ مکمل کردیا جاچکا کہ قیامت تک پیدا ہونے والی انسانی نسلیں اس ایک نظام دین سے مستفید ہوسکیں۔ معاش و معاد اور وصال الی المحبوب کی بلند تر خصوصیات کے حامل بن سکیں۔ تاکہ ''اشرف المخلوقات'' کا خطاب اپنے مفہوم تام کیساتھ صادق آسکے۔ مخلوقات میں ملائکہ بھی ہیں اس لئے اس کا مفہوم اسی وقت مکمل ہوسکتا ہے جبکہ انسانیت ملائکہ کی لطافت اور ان کے شرف قرب الٰہی پر اشرف ہو۔!!!

درود و سلام نازل ہو ان تمام صحابۂ نبوت و ولایت پر جنھوں نے خاتمین علیہما السلام کی صحبت اور نظر کیمیا اثر کے طفیل' تعلیم دین کی اس درجہ پیروی کی کہ خدائتعالیٰ اور حضرت خاتمین علیہما السلام نے ہدایت کے روشن ستارے مسلمان تام' ضائے نام وغیرہ اعلیٰ بشارتوں سے انکو سرفراز فرمایا۔ اور امت کے لئے ان کے اتباع کو اتباع خاتمین قرار دیا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

واضح ہو کہ اکثر مخلصین کی خواہش تھی کہ ''نقلیات کی کتاب مع شرح چھپوائی جائے۔ مکمل شرح کی صورت میں طباعت کا انتظام موجودہ نازک حالات کی وجہ دشوار تھا اس لئے فی الوقت چند خاص مقامات کے توضیحی مضامین پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس وقت نفس کتاب کی طباعت ہماری نظریں مقدم تھی۔ آئندہ مکمل شرح کی طباعت کی کوشش بھی کیجا ئیگی۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ و عونہٖ العمیم

....

بعثت مہدی موعود علیہ السلام :

یہ نا قابل انکار حقیقت ہیکہ ہر شخص اپنی جدو جہد سے نبی وخلیفۃ اللہ نہیں بن سکتا خدائتعالیٰ جس کو چاہتا ہے اس منصب کے لئے منتخب فرمالیتا ہے اور ابتداء ہی سے اسکوایسی استعداد وصلاحیت عطا کر دی جاتی ہے کہ وہ اس بار نبوت وخلافت کا حامل بن سکے اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے استفاضہ کر سکے اسی لئے خلیفۃ اللہ کی پیدائش کے وقت ہی سے مافوق العادت سے امور کا اظہار ہونے لگتا ہے جن کو علمائے کرام علامات ارہاصیہ کہتے ہیں پس جس طرح نوع انسان میں مختلف قسم کی استعداد رکھنے والے اصناف پائے جاتے ہیں مثلاً ادیب' شاعر فلسفی مہندس وغیرہ اسی طرح خلفائے الٰہی بھی ایک صنف ہے اور نوع انسانی کی اس بلند پایا صنف کو چندایسی خصوصیات ولوازم عطا کر دیئے جاتے ہیں کہ اس کو دوسرے اصناف انسانی سے ممتاز بنادیں۔

اس مقدس صنف کی ایک اہم خصوصیت ''استفاضہ وافاضہ'' ہوتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل کرنا اور اس کو عام انسانوں تک پہنچانا۔ یہ وہبی علم کہلاتا ہے۔ وہبی علم کے تین ذرائع ہیں۔ وحؔی۔ الہاؔم ۔کشفؔ پھر وحی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ایک وحی توسط جو مخصوص فرشتے کے ذریعے بھیجی جاتی ہے۔ دوسری وحی بلاتوسط جس میں کسی ذریعہ کے بغیر خود ذات باری تعالیٰ سے علم حاصل ہوتا ہے۔ وحی ایک قطعی و یقینی امر ہے اس لئے وحی کو جس طرح خود موحیٰ الیہ (نبی یا خلیفۃ اللہ) کے لئے قطعی اور یقینی قرار دیا گیا ہے اسی طرح دوسروں کے لئے بھی یقینی و قطعی اور قابل حجت وعمل قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بر خلاف الہاؔم وکشفؔ صرف اسی کی حجت ہے جس پر وہ ظاہر ہوا ور دوسروں کے لئے ظنی قرار دیا گیا ہے۔ **من رئ الهلال فعليه الصوم۔**

اس مختصر توضیح سے ظاہر ہیکہ خلیفۃ اللہ کا صاحب وحی ہوتا اس کی ایک اہم خصوصیت ہے اور جب حضرت محمد مصطفیٰ صلعم افضل وخاتم الانبیاء ہیں تو بدرجۂ اولیٰ صاحب وحی ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ينطق عن الهوىٰ ان هو الا وحی يوحی (نجم)

(حضرت محمد صلعم) جو بولتے ہیں اپنی طرف سے نہیں بولتے بلکہ وہی بولتے ہیں جو ان کو وحی کیجاتی ہے

اس آیۂ کریمہ میں ''وماینطق'' کے الفاظ عمومیت نامہ کا مفہوم رکھتے ہیں اس لئے آنحضرت صلعم کا ہر قول وحی ہے خواہ وہ آیات قرآنی ہوں یا احادیث شریفہ' جن کی سند حضرت رسول اللہ صلعم کیطرف صحیح ہو۔

اسی لئے علماء نے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم سے متعلق وحی کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ وحی متلو وحی غیر متلو۔ وحی متلو میں جو الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم کرائے جاتے ہیں ان کی پابندی وحفاظت لازم ہوتی ہے اور اسکو کلام اللہ یا آیات قرآنی کہا جاتا ہے۔ اور وحی غیر متلو میں ایسی پابندی نہیں ہوتی بلکہ رسولؐ منشاء الٰہی کی توضیح اپنے الفاظ میں بیان کرنا ہے۔ گویا احادیث شریفہ' آیات کلام اللہ کی صحیح تفسیر اور تعمیل قوانین قرآنی کی تعلیم کا فائدہ دیتی ہیں حاصل کلام یہ کہ جب آپؐ صاحب

وحی ہیں اور آپ کا ہر قول تعلیم خداوندی پر مبنی ہے تو صاف ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کے بارے میں جو کچھ احادیث صحیحہ بصورت اخبار مغیبہ موجود ہیں وہ من جانب اللہ ہیں۔ اس لئے انکار مہدیؑ کو کفر قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس سے آیات الٰہی اور احادیث رسول ﷺ کا انکار لازم آتا ہے۔

آنحضرت صلعم نے مہدی موعودؑ کی ضرورت بعثت سے متعلق کئی طریقوں سے اہمیت و تفصیل کے ساتھ خبریں دی ہیں۔ طبقۂ انبیاء میں کسی نبی کے بارے میں پیشنگوئی کی ایسی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ دار قطنی، طبرانی، ابونعیم، حاکم وغیرہ محدثین نے ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ:۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يذهب الدنيا حتىٰ يبعث الله تعالىٰ رجلاً من اهل بيتى يواطى اسمه اسمى واسم ابيه اسم ابى الخ	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا ختم نہو گی جبتک کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو مبعوث نہ کرے جو میرے اہل بیت سے ہوگا اس کا نام میرے نام کے اور اس کے باپ کا نام کے جیسا ہوگا۔ الخ

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ:۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تقوم والساعة حتى يملك رجل من اهل بيتى الخ	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہو گی جبتک کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص مالک نہو جائے الخ

اور ابوداؤد نے بھی اس طرح کی ایک روایت کی ہے:۔

عن زر بن عبدالله عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لو لم يبق من الدنيا الا يوم واحد لطول الله ذالك اليوم حتىٰ يبعث رجلا من اهل بيتى يواطى اسمه واسم ابيه اسم ابى.	حضرت زر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر بالفرض دنیا ختم ہونے کو ایک ہی دن باقی رہ جائے تو اللہ تعالیٰ اس ایک ہی دن کو اتنا طویل فرمادیگا کہ میرے اہل بیت سے ایک شخص مبعوث ہوجائے جس کا نام میرے نام کے اور جس کے والد کا نام میرے والد کے نام کے مشابہ ہوگا۔

اس حدیث شریفہ میں خصوصاً "لطول الله ذالك اليوم" کے الفاظ ضرورت بعثت کی قطعیت کو ثابت کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسی احادیث بھی ملتی ہیں جن سے زمانۂ بعثت کا بھی علم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں عبداللہؓ ابن عباسؓ سے اور کنز العمال میں حضرت علیؓ سے اور مشکوۃ میں باختلاف الفاظ یہ روایت امر دی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لن تهلك امة انا فى اولها وعيسىٰ ابن مريم فى اخرها والمهدى فى وسطها.	حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت ہرگز ہلاک نہو گی (کیونکہ) میں اس کے شروع میں ہوں اور عیسیٰؑ ابن مریم اس کے آخر میں اور مہدیؑ درمیان میں ہیں۔

اس روایت سے نہ صرف زمانہ بعثت ظاہر ہوتا ہے بلکہ مہدی علیہ السلام کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دافع ہلاکت امت ہونا بھی ثابت ہورہا ہے اس کے علاوہ ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے مہدی علیہ السلام کا خلیفہ اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ العرف الوری فی اخبار المہدیؑ میں ابن ماجہ اور حاکم اور ابونعیمؒ کے حوالے سے حضرت ثوبانؓ کی جو روایت لکھی گئی ہے یہ الفاظ بھی ہیں۔

ثم یجئ خلیفة الله المهدی فاذاسمعتم به فاتوه فبایعوه ولو حبو اعلی الثلج فانه خلیفة الله المهدی	پھر اللہ کا خلیفہ مہدیؑ آئیگا پس جب تم اس کی خبر سنو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیعت کرو اگر چہ کہ تمہیں برف پر سے رینگتے ہوے جانا پڑے کیونکہ مہدیؑ اللہ کا خلیفہ ہے۔

اس حدیث شریفہ سے ثابت ہے کہ مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں۔ اور ان کی بیعت فرض ہے کیونکہ فبایعوہ'' کا مستفاد یہی ہے اور ''لوحبوا علی الثلج'' کے الفاظ تاکیدا کید اور ''فانہ خلیفۃ اللہ'' کے الفاظ توجیہہ فرضیت پر دلالت کررہے ہیں۔ اس کے علاوہ ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے حضرت مہدی علیہ السلام کا معصوم عن الخطا ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اکابر سلف صالحین اہل سنت نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المهدی منی یقفو ا اثری ولا یخطی	مہدیؑ میری اولاد سے ہوگا میرے نقش قدم پر چلیگا خطانہ کریگا

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ کے باب (۳۶۶) میں تحریر فرمایا ہے کہ۔

ما نصر رسول الله صلی الله علیه وسلم علی امامه من ائمة الدین یکون بعده یرثه و یقفوا اثره ولا یخطی الا المهدی خاصةً فقد شهد بعصمته کما شهد الدلیل العقلی بعصمة رسول الله صلی الله علیه وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی امام کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ وہ میرے بعد وارث ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلیگا اور خطانہیں کریگا۔ خاص مہدیؑ کے بارے میں فرمایا ہے۔ پس آنحضرت نے مہدیؑ اور احکام مہدیؑ کو عصمت کے بارے میں اسی طرح شہادت دی ہے جس طرح کہ خود آنحضرت صلعم کی عصمت پر دلیل عقلی شاہد ہے۔

علامہ طحطاوی نے حاشیہ دار المختار میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

المهدی لیس بمجتهد اذا المجتهد یحکم بالقیاس وهو یحرم علیه القیاس لان المجتهد یخطی وهو لا یخطی قط فانه معصوم فی احکامه بشهادة النبیؐ و هو مبنی علی عدم جواز الاجتهاد فی حق الانبیاء	مہدیؑ مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد کے احکام قیاسی ہوتے ہیں اور مہدیؑ کے لئے قیاس حرام ہے اس لئے کہ مجتہد خطا کرتا ہے اور مہدیؑ سے ہرگز خطا نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے احکام میں معصوم ہے جس کی شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی ہے اور آنحضرتؐ کی یہ شہادت اس امر پر مبنی ہے کہ انبیاء وخلفائے الٰہی کے لئے اجتہاد جائز نہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی نے چشمہ پرایک درخت کا نقشہ کھینچتے ہوئے شریعت اوراحکام کی تصویران الفاظ میں بیان کی ہے۔اور حضرت مہدی علیہ السلام کومعصوم عن الخطا ثابت کیا ہے۔

فانظر یا اخی الی الفروع والاغصان والثمار تجدھا کلھا متفرعة من عین الشریعة فالفروع الکبار مثال اقوال ائمة المذاھب والفروع الصغار مثال اقوال اکابر المقلدین والاغصان المتفرعة عن جوانب الفروع مثال اقوال طلبة ھولاء المقلدین. والنقط الحمرة التی فی اعالی الاعصان الصغار مثال المسایل المستخرجة من اقوال العلماء فی کل دور من ادوار الزمان الیٰ ان یخرج المھدی علیه السلام فیطسل فی عصره التقلیدبالعمل بقول من قبله من المذاھب کما صرح به اھل الکشف ویلیھم الحکم بشریعة محمد صلی الله علیه وسلم بحکم المطابقة بحیث لو کان رسول الله صلی الله علیه وسلم موجوداً لا قره' علی جمیع احکامه کما اشار الیه فی حدیث ذکر المھدی بقوله یقفوا ثری ولا یخطی ا (المیز ان جلد ا فصل ۲۹)

اے بھائی اس چشمہ کو دیکھو جو درخت کے نیچے ہےاور ان پھاٹوں شاخوں اور پھلوں کو بھی دیکھو جو سب کے سب اسی چشمہ شریعت سے بہرہ ور ہیں۔ بڑے بڑے پھاٹے ائمہ مذاہب (اربعہ) کے اقوال کی مثال ہیں ۔اور چھوٹی چھوٹی ڈالیاں' اکابر مقلدین کے اقوال کی مثال ہیں جوڈالیاں شاخ درشاخ ہیں وہ انھیں مقلدین کے تلاندہ کے اقوال کی مثال ہیں اور چھوٹی چھوٹی ڈالیوں پر سرخ نقاط جودکھائے گئے ہیں' اقوال علماء کے ان مسائل متخرجہ کی مثال ہیں جوخروج مہدی علیہ السلام تک ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں اور (جب مہدی علیہ السلام کی بعثت ہوجائیگی تو) مہدی علیہ السلام کے زمانے میں ان سے پہلے کے سارے مذاہب کی تقلید بالعمل باطل ہوجائیگی جیسا کہ ارباب کشف نے اس کی تصریح کردی ہے اور مہدی علیہ السلام ایسے احکام بیان کریں گے جوشریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مطابق ہوں گے اس طرح کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہوں تو مہدی علیہ السلام کے تمام احکام (کی صداقت) کا اقرار کریں گے جیسا کہ اس بات کا اشارہ ذکر مہدیؑ کی حدیث میں بھی پایا جاتا ہے کہ وہ میرے نقش قدم پر چلیگا خطانہیں کریگا۔

غرض حضرت مہدی علیہ السلام سے متعلق جتنی احادیث کثیرہ موجود ہیں اتنی کثرت کسی دوسرے مسائل کے بارے میں کم ملیگی ۔ برزنجی نے ''اشارہ فی اشراط بساعہ'' میں لکھا ہے کہ:۔

واعلم ان الا حادیث الواردة فیه علی اختلاف روایاتھا لا تکاد تنحصر ولو تعرضنا لتفصیلھا لطال الکتاب و خرج عن موضوعھا

واضح ہو کہ مہدی علیہ السلام سے متعلق مختلف احادیث اتنی کثیر وارد ہوئی ہیں کہ ان کا حصر نہیں کیا جاسکتا۔اگر ہم اسکی تفصیل کریں تو کتاب طویل ہوجائیگی اور یہ اس کا موضوع بھی نہیں۔

جب علمائے حدیث واصول نے احادیث کی اتنی کثرت دیکھی اور سب حدیثوں کو بعثت مہدیؑ کے بارے میں متفق پایا

توانھوں نے مسئلہ مہدیت کوتواتر معنوی کے درجہ میں داخل کرلیا چنانچہ علامہ قاضی منتجب الدین جویزی نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

واما ما اختاره، السلف واتفقوا فی شانه فقد ذکر فی القرطبی وقد تواتر الاخبار و استقاضت بکثرة رواتها عن النبی صلی الله علیه وسلم فی المهدی (مخزن الدلایل)	بہر حال سلف نے جو اختیار کیا اور مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو اتفاق کیا ہے وہ قرطبی میں مذکور ہے مہدی علیہ السلام سے متعلق جو حدیثیں ہیں اپنے روایوں کی کثرت کی وجہ تواتر کے درجے کو پہنچ گئی ہیں۔

شیخ ابن حجر ہیثمی نے ''القول المختصر'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

قال بعض ائمة الحفاظ ان کون المهدی من ذریة علیه السلام تواترت عنه علیه السلام	بعض حفاظ ائمہ حدیث نے فرمایا ہے کہ مہدیؑ کا آل رسول علیہ السلام سے ہونا حضرت رسول علیہ السلام سے تواتر اًمروی ہے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ''لمعات شرح مشکوۃ کے باب الساعۃ میں لکھا ہے کہ:۔

قدوردت فیه الاحادیث کثیرة متواتر المعنی	مہدی علیہ السلام کے بارے میں متواتر المعنی کثیر احادیث وارد ہیں۔

نیز لکھتے ہیں کہ:۔

قد تظاهرت الاحادیث البالغة حد التواتر معنافی کون المهدی من اهل بیت من ولد فاطمة	مہدی علیہ السلام اہل بیت رسول علیہ السلام اولا د فاطمہ سے ہونے کی احادیث تواتر معنوی کی حد تک پہنچ گئی ہیں۔

بحرالعلوم عبدالعلی ملک العلماء نے ''اشراط الساعۃ'' میں لکھا ہے کہ:۔

احادیثے که دال اند بر خروج امام مهدی کثیر اند که مبلغ آں بتواتر رسیده	مہدیؑ کی بعثت پر دلالت کرنے والی حدیثیں اتنی کثیر ہیں کہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہیں۔

اکابر اہل سنت وعلماء حدیث واصول کے ایسے بہت سارے اقوال ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مہدی علیہ السلام کی بعثت کی احادیث تواتر معنوی ہونے پر جمہور کا اتفاق ہے کیونکہ سب احادیث آمد مہدیؑ کے بارے میں ایک زبان ہیں البتہ اختلاف ہے تو آثار وعلامات میں ہے۔

نیز یہ امر بھی ذہن نشین ہونا چاہئیے کہ جو امور تواتر کے درجے میں ہوں ان سے قطعی ویقینی علم حاصل ہوتا ہے۔جن کا انکار نقل وعقل کے خلاف ہے۔محدث علامہ حافظ ابن حجر کی نے ''شرح نخبۃ الفکر'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

وهذا کون المتواتر مفید اللعلم الیقین و هو المعتمد لان خبر المتواتر یفید العلم الضروری وهو الذی یضطر الانسان الیه بحیث لا یمکنه رفعه	متواتر سے علم یقین کا فائدہ ہوتا ہے اور لائق اعتبار ہے۔ کیونکہ خبر متواتر علم ضروری کا ایسا فائدہ دیتی ہے کہ جس کو ماننے پر ہر آدمی مجبور ہوتا ہے حتی کہ اس کا رد کرنا ممکن نہیں۔

اوراصول فقہ کی معتبر کتاب ''اصول الشاشی'' میں لکھا ہے کہ:۔

ثم المتواتر یوجب العلم القطعی و یکون رده کفوا	حدیث متواتر سے علم قطعی واجب ہوتا ہےاوراس کارد کرنا کفر ہے۔

ہم نے مختصراً جن امور کی توضیح کی ہے اس سے ناظرین کرام اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ کیسی مہتم بالشان پیشنگوئی ہے جس طرح قیامت وغیرہ پیشنگوئیوں پر اعتقاد لازم ہے۔اسی طرح بعثت مہدی علیہ السلام کی پیشنگوئی بھی ناقابل انکار ہےاورحق تو یہ ہے کہ سلف صالحین اہل سنت کا پیرو ایسی مستند و مستحکم پیشنگوئی سے ہرگز روگردانی نہیں کرسکتا۔

ابن خلدون نے ''محی مہدی'' کے بارے میں جو اختلاف کیا ہے یہ مسلمات اہل سنت کے صریح مغائر ہےاوراس نے جن روایات پر جرح کی ہےاس کی تعدیل بھی کیجاتی رہی ہے۔حال میں ہی ایک کتاب ''ابراز الوہم المکنون من کلام ابن خلدون'' دمشق شام سے شائع ہوئی ہے جس میں ابن خلدون کے اوہام باطلہ کو رد کردیا گیا ہے۔یہاں اس کی توضیح طوالت کا باعث ہوگی۔اورمناظر احسن گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ نے ''مکاتیب امام غزالیؒ'' کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ:۔

''اس قسم کا مغالطہ جس سے ابن خلدون نے مسلمانوں کے ''نظریہ مہدویت'' کو مضمحل کرنے میں کام لیا تھا ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں اس کا تذکرہ کرکے کہ آئندہ مہدی علیہ السلام کی شکل میں مسلمانوں کو ایک نجات دہندہ ملیگا اس خیال کو اس نے غیر عقلی عقیدہ قرار دیا ہے وجہ یہ بیان کی ہے کہ قوموں کا حال بھی افراد کا ہے بچپن جوانی بڑھاپا کے دور سے جیسے افراد گذرتے ہیں قوموں کو بھی ان ہی ادوار سے گذرنا پڑتا ہے مسلمان جوانی کے بعد پیرانہ سالی کے حدود میں داخل ہوچکے ہیں اب دوبارہ ان کی نئی زندگی کی امید ایسی ہوئی جیسی کسی بوڑھے آدمی کے متعلق جوان ہونے کی خوش خیالی میں کوئی مبتلا ہو۔لیکن ابن خلدون نے یہ نہیں سوچا کہ اسلام اور امت اسلامیہ کا تعلق کسی خاص نسل یا خون یا وطن کے باشندوں سے نہیں ہے۔یہ ہوسکتا ہے کہ ایک قوم مثلاً عرب یا ترک اپنے ادوار ختم کرچکی ہوں لیکن کوئی دوسری تازہ دم قوم مسلمان ہوکر اسلام کو پھر تروتازگی بخش سکتی ہے۔تیرہ سو سال سے اس کا تجربہ ہورہا ہےاور ہوتا رہیگا اوراسی ابن خلدون کے خیال کی غلطی ظاہر ہوتی ہے۔باقی مہدیؑ کے متعلق جو حدیث کی کتابوں میں روایتیں ہیں ان پر ابن خلدون نے جو اعتراضات کئے ہیں ان کی بھی محدثانہ حیثیت سے کوئی وقعت نہیں ہےاور مہدیؑ کا عقیدہ اہل سنت والجماعت کا ایک مسلمہ عقیدہ ہے(مکاتیب امام غزالی صفحہ (۲۳) مطبوعہ کراچی (پاکستان)

فی الواقع ابن خلدون کی جرح خلاف اصول ہے کیونکہ تواتر کی صورت میں راویوں کے ضعف وقوت سے بحث نہیں کیجاتی۔محدث علامہ حافظ ابن حجر کی شارح بخاری نے ''شرح نخبۃ الفکر'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

والمتواتر لا یبحث عن رجاله بل یجب العمل به من غیر بحث لا یحابه الیقین وان وردعن الفساق بل عن الکفوة (ماخوذ از ابراز الوهم المکنون)	خبر متواتر کی شان یہ ہے کہ اس کے راویوں سے بحث نہیں کیجاتی بلکہ اس پر بغیر بحث کے عمل کرنا واجب ہے کیونکہ خبر متواتر موجب یقین ہوتی ہے اگرچہ وہ روایت فاسقوں بلکہ کافروں سے ہوتی ہے

اس کے علاوہ سلف صالحین اہل سنت و اکابر علماء حدیث و اصول کے مقابلہ میں ایک مورخ کے ذاتی خیالات کو ترجیح نہیں دیجاسکتی۔

نیز یہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے کہ ''خلفائے بنی عباس کے زمانے میں اس قسم کی احادیث پروپگنڈے کے کیلئے وضع کرلی گئی ہیں'' یہ بات اصول منقول کے خلاف ہے اور غیر معقول۔ کیونکہ ان روایات سے صاف ظاہر ہیکہ راویوں کے زمانے اور ظہور مہدیؑ کے زمانے میں صدیوں کا فاصلہ ہے۔ پس جن لوگوں نے اپنی ذاتی ضروریات ومصالح کے لئے بعثت مہدیؑ کی روایات وضع کرلی ہوں' ان کو ایسی روایات کی وضع کرنے سے ان کی ضروریات و مصلحتوں میں کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا جن کا وقوع صدیوں بعد ہونے کی خبر دیگئی ہے۔!

بخاری و مسلم میں مہدی موعودؑ کا ذکر نہ ہونا:

بخاری اور مسلم میں اگر مہدی موعودؑ سے متعلقہ کوئی حدیث نہیں پائی جاتی ہو تو اس کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ بعثت مہدی موعودؑ کا مسئلہ ہی صحیح نہیں ہے۔ اش میں شک نہیں کہ علماء نے بخاری کو اصح الکتب تسلیم کیا ہے لیکن یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ جامع بخاری نے کوئی صحیح حدیث نہیں چھوڑی۔ بلکہ اس کے برخلاف اس میں کی بعض حدیثیں زیر بحث ہیں۔

جامع بخاری کا زمانہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسو سال بعد کا ہے۔ آج کی جیسی سہولتیں اس وقت میسر نہ تھیں۔ ایک ہزار سال قبل کے زمانے پر غور کیا جائے کہ تار نہ ٹیلیفون۔ ریل نہ ریڈیو۔ اونٹوں پر سفر پیدل سفر۔ غربت' بے سروسامانی۔ کسی ایک جگہ احادیث کا ذخیرہ نہیں۔ پتہ چلا کہ فلاں مقام پر کسی صاحب کے پاس حدیث ہے ادھر ہی چلے۔ راوی کی دیانت وصداقت کو آزمایا۔ بات دل کو لگی تو اس کی بیان کی ہوئی حدیث لے لی ورنہ چھوڑ دی۔ یہ تو اسباب کی مشکلات ہیں پھر اختلافات کی مشکلات الگ تھیں اور زیادہ تر احادیث زبانوں پر تھیں کیوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو فرمان سن لینے اور جو عمل دیکھ لیتے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس بطور سند محفوظ رہتا تھا اور بحیثیت احادیث بعد کے لوگ اس سے استفادہ کرتے رہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ صاحب بخاری شریف نے بہت محنت اٹھائی اور حتی الامکان صحیح احادیث جمع کرنے کی کوشش کی۔ اس کے باوجود آخر بشر تھے۔ خطاونسیان اور استخراج نتائج کی لغزش سے بری نہ تھے صحابی یا تابعی بھی نہ تھے مقدور بھر راویوں کو جانچکر روایت لے لیا کرتے تھے۔ علمانے ان کی کتاب کو اصح الکتب تسلیم تو کیا لیکن یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے کوئی صحیح حدیث نہیں چھوڑی اور یہ دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ اس کتاب میں جمع کی ہوئی کوئی حدیث ایسی نہیں جس میں کلام ہو۔

ہم یہاں اصول حدیث کی ایک بحث کا ذکر کرتے ہیں جو راویوں کی تعداد کے لحاظ سے حدیث کے اقسام معین کرنے کے بارے میں کی گئی ہے۔ اس بحث کے ضمن میں بخاری شریف بھی زیر بحث آ گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوجائیگا کہ ''اصح الکتب'' کہنے کا مطلب فی الحقیقت کیا ہے۔

احمد بن علی الملقب بہ شہاب الدین مکی جو ابن حجر کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ جن کے بارے میں علامہ جلال الدین

سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ ''ریاست فی الحدیث آپ پر ختم ہوچکی آپ کے جیسا کوئی حافظ حدیث آپ کے زمانہ میں تھا اور نہ بعد پیدا ہوا۔ان کی تصانیف میں ایک کتاب ''نخبتہ الفکر'' آج بھی داخل نصاب ہے۔اس میں حدیث عزیز کی تعریف اور اس سے متعلق جو بحث کیگئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

''ایسی حدیث جس کے راوی کسی مرتبہ میں بھی دو سے کم نہوں اور حدیث تواتر و حدیث مشہور کی شرایط اس میں نہ پائی جاتی ہوں تو اس کو''عزیز'' کہتے ہیں حاکم و جبائی نے صحت حدیث کے لئے یہ شرط قرار دی ہے کہ اس کے راوی دو سے کم نہوں۔اور قاضی ابوبکر نے اس کو شرط بخاری کہا ہے۔یعنی امام بخاری نے کوئی ایسی حدیث جمع ہی نہیں کی جس میں یہ شرط نہ پائی جائے۔

قاضی نے صاحب کا یہ دعویٰ غلط ہے کیونکہ بخاری شریف میں حدیث ''الاعمال بالنیات'' جو موجود ہے اس کو حضرت عمرؓ نے حضرت علقمہؓ سے روایت کیا ہے اور ان کے ساتھ کوئی دوسرا راوی شریک نہیں۔

قاضی صاحب کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حدیث جمعہ کے خطبہ میں پڑھکر سنائی ہے۔جس کو سینکڑوں نے سنا کسی نے اعتراض نہ کیا۔اس لحاظ سے سب کی مسلمہ حدیث ہوچکی۔

یہ جواب قابل تسلیم نہیں کیونکہ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ حدیث خطبہ میں سنی اور خاموش رہے لیکن ان کے اس سکوت سے یہ کیسے ثابت کیا جاسکے گا کہ انھوں نے یہ حدیث حضرت عمرؓ کے سوائے کسی اور سے بھی سنی تھی۔دراں حالیکہ اس کا ثبوت ہی موجود نہیں ہے کہ حضرت علقمہؓ سے محمد بن ابراہیمؒ کے سوائے کسی اور نے بھی سنا ہو ولو بالغرض اس حدیث کے بارے میں عدم تفرو تسلیم کرلیا جائے تو بھی یہ ثابت کرنا مشکل ہے کہ بخاری نے اپنی ''صحیح'' میں اس شرط کی پوری پوری پابندی کی ہے۔اور کوئی ایسی حدیث جمع نہیں کی جس کے راوی کسی مرتبہ میں بھی دو سے کم ہوں۔

اس کے برخلاف ابن حبان کہتے ہیں کہ روایت دو کس از دو کس کا وجود ہی نہیں ہے ہم ابن حبان کے اس قول سے بھی متفق نہیں ہیں۔البتہ اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ ابتدا سے آخر تک اسناد کے کسی مرتبہ میں بھی راویوں کی تعداد دو سے بڑھے نہ گھٹے تو ایسی نوعیت کا پایا جانا ایک حد تک مشکل تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن ''حدیث عزیز'' کی جو تعریف جمہور نے کی ہے جو اوپر بیان ہوچکی اس میں صرف دو سے کمی کی نفی کی گئی ہے۔زیادتی کی نفی نہیں کیگئی۔اس لحاظ سے ایسی احادیث جن کے راوی کسی مرتبہ میں بھی دو سے کم نہوں یعنے کہیں دو اور کہیں دو سے زیادہ ہوں تو ایسی حدیث کو ''عزیز'' کہیں گے۔اور ایسی کئی حدیثیں پائی جاتی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی کی اس بحث سے ظاہر ہے صحیح بخاری میں ''عزیز'' سے کم درجہ کی حدیث ''غریب'' بھی موجود ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ''اصح الکتب'' کا یہ مطلب ہے کہ صاحب بخاری نے زیادہ تر صحیح احادیث جمع کی ہیں۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انھوں نے کوئی صحیح حدیث نہیں چھوڑ دی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قرآن مجید کے بعد علم دین کا دارومدار کیا صرف صحیحین پر ہے؟ دوسری حدیث کی بڑی بڑی کتابیں نا قابل استفادہ ہیں۔؟ یا جو اور جتنے مسائل صحیحین میں پائے جاتے ہیں وہی قابل تسلیم ہیں اور دوسری حدیث کی کتابوں میں جو مذکور ہیں قابل لحاظ نہیں؟۔

جب ان دونوں باتوں کا انحصار صحیحین پر نہیں ہے اور یہ دعویٰ بھی نہیں کیا جاسکتا کہ صاحب بخاری سے کوئی صحیح حدیث نہیں چھوٹی تو پھر یہ سوال کس حد تک درست ہوسکتا ہیکہ ''بعثت مہدی موعودؑ'' دین کا اہم مسئلہ تھا تو صحیحین میں اس کے متعلق کوئی حدیث کیوں نہیں ہو؟ حالانکہ مسائل حنفیہ کی بنیاد جن احادیث پر ہے ان میں کی اکثر احادیث بخاری و مسلم میں موجود ہی نہیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بخاری و مسلم ''موطا'' امام مالک کی ترقی یافتہ صورتیں ہیں۔ اور ''موطا'' مسائل عبادات کی حدتک مخصوص ہے۔ اسی لئے بخاری و مسلم شریف میں بھی وہی مسائل پاے جاتے ہیں اس کے علاوہ ابن حجر عسقلانی نے خود صاحب بخاری کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

وقال ابو علی الغسانی روی عنه (ای البخاری) انه قال خرجت الصحیح من ستمائة الف حدیث و روی الاسماعیلی عنه قال لم اخرج فی هذا لکتاب الا صحیی وما ترکت من الصحیح اکثر قال الاسماعیلی لا نه لو اخرج کل صحیح عنده لجمع فی الباب الواحد حدیث جماعة من الصحابة ولذکر طریق کل واحد منهم اذا صحت فیصیر کتاباً کبیراً جداً مقدمه فتح الباری شرح صحیح البخاری مولفه امام بن حجر عسقلانی ٦ ص)

ابوعلی غسانی نے کہا بیان کیا ان سے (صاحب بخاری نے) کہ ''میں نے چھ لاکھ صحیح حدیثیں نکالی ہیں'' اور اسماعیلی نے ان سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ ''میں نے اس کتاب (صحیح بخاری) میں صرف صحیح حدیثیں جمع کی ہیں۔ اور جن صحیح حدیثوں کو میں نے چھوڑ دیا ہے بہت ہیں''۔ نیز اسماعیلی نے سبب بیان کیا کہ ''اگر ہر وہ حدیث جواُن کے پاس صحیح ہو درج کیجاتی تو ہر بار میں صحابہ کی ایک جماعت کی حدیثیں جمع ہوجاتیں اور ان کی صحت معلوم کرنے کے لئے ہر صحابی کے طرق وسلسلے بیان کئے جاتے جسکی وجہ کتاب بہت بڑی ہوجاتی۔''

وقال ابو احمد ابن عوی سمعت الحسن بن الحسین البزاز یقول سمعت ابراهیم بن معقل النسفی یقول سمعت البخاری یقول ما ادخلت فی کتاب الجامع الاما صح و ترکت من الصحیح حتی لا یطول (مقدمه فتح الباری ٦ ص)

اور ابواحمد بن عدی نے کہا کہ میں حسن ابن حسین بزاز سے سنا وہ کہتے تھے میں نے ابراہیم بن معقل النسفی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے بخاری کو کہتے ہوے سنا کہ ''میں نے کتاب جامع (صحیح بخاری) میں صرف صحیح حدیثیں جمع کی ہیں اور میں نے کئی صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں تاکہ (کتاب) طویل نہو جائے''

اس سے ظاہر ہے کہ دین اسلام کا انحصار صرف صحیحین پر نہیں ہے۔ اسی لئے اکابر اہل سنت نے مسئلہ مہدیت کا ذکر صحیحین میں نہونے کے باوجود بھی مہدی موعودؑ کو داخل اعتقادیات قرار دیا اور عقاید کی کتابوں میں اس مسئلہ کا ذکر ضرور کیا ہے۔ کیونکہ بڑے بڑے جامعین حدیث وائمہ وحفاظ نے مسئلہ مہدیت سے متعلق روایات جمع کی ہیں۔ اور علما و نقاد انسلف نے اس مسئلہ کو ضروریات دین میں شمار کیا ہے جسکی وجہ آمد مہدی موعودؑ کی اتنی شہرت ہو چکی کی غالباً مسلمانوں کا کوئی فرقہ اس سے ناواقف نہ رہا۔

مہدی و عیسیٰ علیہما السلام ایک زمانہ میں نہونے کی بحث:

عام طور پر مسلمان، مہدی موعودؑ کی نسبت صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ قیامت کے زمانے میں ظہور پائیں گے اور عیسیٰؑ و مہدیؑ ایک زمانے میں ہوں گے۔ یہ معلومات بھی بالکل سطحی درجہ کی بے تحقیق کتابوں کا نتیجہ ہے حضرت رسول اللہ صلعم نے تو یہ فرمایا ہے کہ:۔

اذا بویع الخلیفتان فاقتلوا احدھما	جب دو خلیفے بیعت لیں تو ایک کو قتل کرڈالو

اور اسی بناء پر نودی نے ذکر کیا ہے کہ:۔

اجمع السلف فی عدم جواز اجتماع الخلیفتین فی زمان واحد	دو خلیفے ایک زمانے میں جمع ہونا جائز نہونے کے بارے میں سلف نے اجماع کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہدیؑ و عیسیٰؑ ایک زمانہ میں جمع ہونے کا خیال باطل اور مخالف اجماع ہے۔

اصل یہ ہے کہ بخاری و مسلم وغیرہ بعض کتابوں میں چند روایتیں ایسی ہیں جن میں جیش۔ امیر امام وغیرہ الفاظ آئے ہیں۔ اس پر سے بعض لوگوں نے یہ شبہ کیا ہے کہ جیش سے لشکر مہدیؑ اور امیر سے امام مہدیؑ مراد ہے۔ علامہ قاضی منتجب الدین جونیری جو حضرت امامنا مہدی موعود علیہ السلام کی تصدیق و بیعت سے مشرف ہوئے ہیں انھوں نے ثبوت مہدیت پر عربی زبان میں ''مخزن الدلائل'' ایک کتاب لکھی ہے۔ اس میں عیسیٰؑ اور مہدیؑ ایک زمانہ میں ہونے کے خیال پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اور دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔ ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

و اما قالو ابان المھدی یومٔ و یقتدی عیسی خلفه و ذالک قول لا نفاذ له لوجه من الوجوه لا نه مخالف لھٰذا الحدیث الصحیح کیف تھلک امة انا فی اولھا و عیسیٰ فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا وقد صرح	اور لیکن جو یہ کہتے ہے کہ مہدیؑ امامت کریں گے اور عیسیٰؑ ان کی اقتدا کریں گے۔ یہ بات کئی وجوہ سے نا قابل نفاذ ہے۔ کیونکہ حدیث صحیح کے مخالف بھی ہے (جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) امت کیونکر ہلاک ہو سکیگی جو کہ اس کے شروع میں ہوں اور عیسیٰ اس کے آخر میں اور مہدی جو میرے اہل بیعت سے ہیں اس کے درمیان ہوں گے۔

بطلانه فی شرح المقاصد الامام سعد الدین تفتازانی فقال فما یقال ان عیسیٰ یقتدی بالمهدی او بالعکس شئی لا مستند له فلا ینبغی ان یعول علیه انتهی کلامه'

اور (عیسیٰ ومہدی کے جمع ہونے کے بارے میں) امام سعد الدین تفتازانی نے اپنی کتاب شرح مقاصد میں اس خیال کا صریح بطلان کردیا ہے۔ انھوں نے کہاہیکہ پس یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ مہدی کی اقتدا کریں گے یا وہ ان کی کریں گے یہ ایک ایسی بے سند بات ہے جس پر اعتماد نہیں کیا جانا چاہیئے۔

حضرت منتجب الدینؒ نے جس حدیث صحیح کو پیش فرمایا ہے اسکی شرح میں صاحب مرقاۃ نے لکھا ہے **(عن جعفر) ای صادق (عن ابیه) ای محمد باقر (عن جده) ای زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب رضی الله عنهم ویسمی مثل هذا السند سلسلة الذهب** ۔یعنی اس حدیث کی جیسی سند کو سلسلۃ الذہب یعنی سونے کی زنجیر کہا جاتا ہے۔اور یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل میں عبداللہ بن عباس سے اور کنز العمال میں حضرت علیؓ سے اور اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں زرین سے اور مشکوۃ میں باختلاف الفاظ مروی ہے۔

جب یہ بات ثابت ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے تو یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ مسلم و بخاری کی جن حدیثوں میں جیش امیر امام کا ذکر ہے اس سے امام مہدی موعودؑ مراد نہیں ہے۔ ورنہ اجتماع ضدین لازم آئے گا جو محال ہے!!!

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب یہ تسلیم ہے کہ بخاری و مسلم میں مہدیؑ کا ذکر نہیں ہے تو پھر بخاری مسلم کی روایتوں کے ان الفاظ (حبشیں۔امیر۔امام) سے مہدیؑ مراد نہیں کیجاسکتی اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاری و امام مسلم نے صحیح بخاری و مسلم میں ''باب المہدیؑ'' قائم ہی نہیں کیا ہے۔

مسلم نے ابو ہریرہؓ سے ایک روایت کی ہے جسمیں ''امامکم منکم'' اور ''فامکم منکم'' آیا ہے۔ امام بخاری نے بھی یہ روایت درج کی ہے۔اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ

مرا دبه " امام " عیسیٰ است و مراد به بودن اواز شما حکم که دن اوست با حکام شریعت نه به احکام انجیل ودر روایتے دیگر آمده است " فیومکم بکتاب ربکم دسنة نبیکم" پس امامت می کند شمارا به کتاب پروردگار شما و سنت پیغمبر شما پس معنی چنیں باشد که امامت می کند شمارا عیسیٰ در حال بودن او از دین شما و ملت شماو حاکم به کتاب و سنت شما.

یعنی امام سے مراد عیسیٰ علیہ السلام ہیں ان کے تم میں ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ تمہاری شریعت کے مطابق حکم دیں گے انجیل کے مطابق نہیں۔ دوسری روایت میں فیومکو بکتاب ربکم ومنۃ نبیکم'' آیا ہے یعنے وہ امامت کریں گے تمہاری' تمہارے پروردگار کی کتاب (قرآن) اور تمہارے نبیؐ کی سنت کے مطابق پس معنی یہ ہونگے کہ عیسیٰ علیہ السلام تمہاری امامت کریں گے اور وہ اس حال میں ہونگے کہ وہ تمہارے دین و ملت سے ہوں گے اور تمہاری کتاب وسنت سے حکم دیں گے۔(اشعۃ اللمعات جلد۴ صفحہ ۳۵۳)

اس سے ظاہر ہے کہ امیر یا امام سے مراد امام مہدیؑ نہیں ۔ بلکہ کوئی اور ہے چنانچہ حضرت قاضی منتجب الدینؒ نے توضیح فرمائی ہے کہ:

فثبت ان فاتح قسطنطنیه جیش من نبی اسحاق والمصلی مع عیسیٰ امیر هم فلا یفهم منه انه المهدی لانه' من بنی اسمٰعیل لکونه من اولاد فاطمة بنت رسول الله صلعم لقوله المهدی [1] من عترتی من اولاد فاطمة راواه' ام سلمه' ؓ (مخزن الدلائل)

پس ثابت ہوا کہ فاتح قسطنطنیہ نبی اسحاق کا لشکر ہوگا اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھنے والا اسی لشکر کا امیر ہوگا۔ اس روایت سے یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اس امیر سے مراد مہدیؑ ہیں ۔ کیونکہ وہ تو نبی اسمٰعیل سے ہوں گے اس لئے کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہوں گے ۔ اس فرمانِ آنحضرتؐ کے مطابق جو آپؐ نے فرمایا کہ ''مہدیؑ میری عزت یعنی فاطمہؓ کی اولاد سے ہوگا۔ اس کی روایت ام سلمہؓ نے کی ہے

اسی لئے علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں تصریح کردی ہے کہ:۔

ثم لم یرد فی حالهٖ ای عیسیٰ مع امام الزمان حدیث سوی ما روی انه قال علیه السلام لا یزال طایفة من امتی یقاتلون علی الحق الحدیث فما یقال ان عیسیٰ علیه السلام یقتدی بالمهدی او بالعکس شی لا مستد له فلا ینبغی ان یعول علیه [2]

امام مہدیؑ کے ساتھ عیسیٰ علیہ السام کے ہونے کے بارے میں کوئی حدیث صحیح روایت نہیں کیگئی سوائے اس حدیث کے جس میں لایزال طایفۃ من امتی الیٰ اٰخرہٖ درج ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ عیسیٰؑ امام مہدیؑ کی اقتدا کریں گے یا امام مہدیؑ عیسیٰؑ کی اقتدا کریں گے یہ ایک ایسی بے اصل بات ہے جس پر بھروسہ نہ کیا جانا چاہئیے ۔

علامہ قاضی منتجب الدینؒ نے عیسیٰؑ ومہدیؑ کے ایک زمانے میں نہونے کے بارے میں مستقل بحث فرمائی ہے تمام بحث یہاں درج نہیں کیجاسکتی ۔ ہم نے مختصراً بعض حصے پیش کرادیئے ہیں ۔ ایک جگہ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:۔

فثبت انهما لا یجتمعان فی زمان واحد فمن اصر علیه بعد تمام صا تمیز فهو من قبیل ان یبتغو ن الا انظن وانهم الا یخرصون (مخزن الدلائیل)

پس ثابت ہے کہ وہ دونوں (عیسیٰؑ ومہدیؑ) ایک زمانہ میں جمع نہوں گے ۔ اس کے متعلق تمام باتوں کو جاننے کے بعد جس کسی نے عیسیٰؑ ومہدیؑ کے ایک زمانے میں ہونے پر اصرار کیا تو اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو گمان ہی کی پیروی کرتے ہیں اور وہ صرف بے اصل باتیں کرتے ہیں ۔

تعجب ہیکہ یہ نظریہ عوام میں پوری شدت کیساتھ پھیل گیا کہ عیسیٰؑ ومہدیؑ ایک زمانہ میں ہوں گے ۔ حالانکہ اس بارے میں کوئی صحیح حدیث موجود ہی نہیں ہے۔

[1] شکوۃ صفحہ (۴۶۲) پر بھی یہ روایت درج ہے۔ [2] شرح مقاصد الجلد الثانی صفحہ (۳۰۸) روایات ۲ ' ۳ ' ۵ ' ۲۳۱ ' ۲۳۲ ' ۲۳۴ میں ایسی آیات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ نیز ان روایات کے توضیحی مضامین توضیحات کے حصہ میں آئیں گے۔

قرآن مجید میں لفظ ''مہدی'' کا ذکر:

قرآن مجید میں بہت سارے مسائل ایسے ہیں جن کا تفسیر وتطبیق احادیث شریفہ کے بغیر ممکن نہیں مثلاً قرآن مجید میں صرف اقیموا الصلوۃ ہے لیکن صلوۃ الفجر وصلوۃ الظہر وغیرہ نمازوں کی خصوصیتیں اوران کو ادا کرنے کی ترکیبیں' ذات سرور کائناتؐ ہی سے معلوم ہوئی ہیں۔ان خصوصیتیوں اور ترکیبوں کا قرآن میں مذکور نہونا مخالف استدلال کے لئے مفید نہیں ہوسکتا۔کیونکہ یہ سب ان آیات ہی کی تفسیر تسلیم کی جاتی ہیں۔

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت رسول میں ایک شخص کی بعثت کا ذکر قرآن میں احبالاً موجود ہے جیسا کہ آنحضرت کا ذکر اگلے کتب سماویہ میں اجمالاً پایا جاتا ہے۔اس کی توضیح ! ان آیات کی بحث میں آگے معلوم ہوجائیگی ان آیات میں صرف ایک شخص کی بعثت کا ذکر ہے اس کا نام ولقب مخصوص کہیں کیا گیا ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ جو مہدی موعودؑ کی بعثت کے متعلق پائی جاتی ہیں وہ فی الحقیقت ان آیات ہی کی تفسیر ہیں صرف آنحضرتؐ کے فرامین ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس شخص کا نام ''محمد'' اور لقب ''مہدی'' ہے۔اوروہ نسلاً نبی فاطمہ سے ہوگا۔اوراس کے والدین کا نام آنحضرتؐ کے والدین کے نام پر ہوگا۔یہ توضیحات جبکہ ان آیات کی تفسیر وتطبیق ہیں تو ماننا پڑیگا کہ قرآن میں جس شخص کی بعثت کا ذکر ہے وہ مہدیؑ ہی ہیں۔اسی لئے احادیث شریفہ میں مہدیؑ کیلئے مامور من اللہ کی خصوصیت بھی بیان ہوئی ہے۔

اس سے ظاہر ہیکہ لفظ ''مہدی'' قرآن میں نہونا مخالف استدلال کی بنا نہیں ہوسکتا۔ورنہ نعوذ باللہ احادیث صحیحہ و متواترہ مخالفِ قرآن ہونا لازم آئیگا۔حاصل یہ کہ ''مہدیؑ '' حضرت رسول اللہ کا دیا ہوا خطاب ہے اس لئے کلام رسول میں موجود ہے۔لہذا کلام اللہ میں نہ پایا جانا خارج از بحث ہے۔اسی لئے حضرت بندگیمیاں عبدالرشیدؒ نے خطبہ افتتاحیہ میں یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

والسلام علی الامام فی اٰخر الزمان من حضرۃ الرحمان الموعود فی القراٰن المخاطب بالمھدی باللسان من نبی الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام	اور بارگاہ رحمٰن سے سلام نازل ہوا مام آخر الزماں پر جن (کی بعثت) کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے۔اور جن کو نبی الرحمٰن علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان مبارک سے ''مہدیؑ '' کا خطاب دیا کیا گیا ہے۔

مختصر حالات وخلاصۂ احکام وتعلیمات :

تاریخ بین حضرات پر مخفی نہیں کہ نویں دسویں صدی ہجری میں قوم مسلم کی قیادت کے ذمہ دار اکثر افراد خواہ علما ہوں یا صوفیہ بلحاظ دینیات اپنے اپنے فرایض منصبی پر کس حد تک عامل تھے۔اورانھوں نے اپنے کو کن حالات وکیفیات میں مبتلا کر رکھا تھا۔دیکھو تذکرہ ابوالکلام آزاد۔

جب قائدین ملت کا یہ حال ہو تو عوام کا ذکر ہی کیا؟ ایسے وقت ضرورت تھی ایک ہادی برحق کی جو خلیفۃ اللہ و معصوم عن الخطاء کی خصوصیات کا حامل ہو اور درس اسلام کو اس کے حقیقی معنی و مفہوم کے ساتھ پھر ایک بار دہرا دے جس سے ثم ان علینا بیانہ [۱] کی شان پوری طرح جلوہ گر ہو جائے۔ اور خوابیدہ و بے راہ مسلمانوں کو آگاہ کردے کہ ان کا ہر کام ان کی حرکت ان کی زندگی، ان کی موت سب کچھ خدائے واحد و برتری کے لئے ہو۔ اور معلوم ہو جائے کہ عشق و محبت اور وصال الی المطلوب میں اقرب الطریق کیا ہے اور ہر مقام و ہر حال میں آداب شریعت کی پابندی کس درجہ لازم ہے۔

ضرورت تھی ایک جماعت کی جو [۲] **ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر** کی علمبردار ہو اور وعدہ خداوندی **فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ** [۳] کی پوری پوری مصداق ہو اور جس کی تعلیم جس کے اصول و اعمال اشد حبا للہ[۴] کا مظہر تام ہوں اس طرح کہ **یفقو ا اثری ولا یخطی** [۵] رسول خدا کی پیشنگوئی کا صحیح صحیح ثبوت ہے۔

قدرت کاملہ نے اس اہم ضرورت کو آیات و بنیات کا درجہ رکھنے والی کھلی نشانیوں کے ساتھ پورا کیا یعنے آفتاب ہدایت سیدنا امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی ضیا پاشیوں میں صراط مستقیم کو اپنے بندوں پر واضح فرمایا۔ جس سے قلوب منور ہو گئے۔ باطنی جوہر چمک اٹھے عرفان کے حقیقی رموز منکشف ہوے اور معراج المومنین کے اعلیٰ مدارج تک رسائی نصیب ہوئی۔

جو لوگ امامنا علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہوے ہیں انھوں نے آپؑ کے دعوے کی صداقت کو اسی معیار پر پایا جن اصول و معیار پر انبیا علیہم السلام کی صداقت کو ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اخلاق و عادات احکام و تعلیمات اور معجزات وغیرہ ہر حیثیت میں آپؑ کی صداقت کا کام ثبوت موجود ہے۔

دعویٰ مہدیت سے قبل عبادت و ریاضت زہد و تقویٰ اور پر تاثیر مواعظ حسنہ کی وجہ سید الاولیا کے لقب کے ساتھ آپؑ کی شہرت ہو چکی تھی۔ اپنے پرائے سب آپؑ کے تقدس مآب اخلاق و اعادات کے معترف رہے ہیں۔ البتہ یہ اور بات ہیکہ دعوے مہدیت کے بعد تسلیم دعوے کی حد تک اختلاف پیدا ہو جائے۔ یہ خصوصیت بھی آپؑ کے اعلیٰ مراتب و بلند پایا شہرت کی بین دلیل ہے۔

عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ جسمانی۔ مالی قلبی۔ اکثر فقہا نے جسمانی و مالی عبادات کے متعلقہ مسائل کی خوب موشگافی کی ہے۔ لیکن قلبی عبادات کا اسمیں کوئی ذکر ہی نہیں اور اکثر صوفیہ نے طریقت سے متعلقہ مسائل میں بڑی وقیقہ سنجی سے کام لیا ہے۔ اور بعضوں نے تو ایسا انہماک اختیار کیا کہ شرعی احکام کی خلاف ورزیاں سرزد ہونے لگیں۔ بلکہ بعض

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے فرمایا "پھر ہم پر اس (قرآن) کا بیان لازم ہے" [۲] اور تم میں ایسی جماعت کا ہونا بہت ضروری ہے جو خیر کی طرف بلانے والی نیکیوں کا حکم دینے والی اور برائی سے روکنے والی ہو۔ [۳] اللہ تعالیٰ قریب میں ایک ایسی قوم کو لائیگا کہ اللہ اس قوم سے محبت رکھتا ہو اور وہ اللہ سے محبت رکھتی ہو۔ [۴] مومن اللہ تعالیٰ کی محبت میں زیادہ سخت ہیں۔
[۵] (مہدیؑ) میرے نشان قدم پر چلے گا خطا نہ کریگا۔

نفس پرستوں کوتو یہ موقع ہاتھ آ گیا کہ طریقت کی آڑ میں شریعت کی کھلی خلاف ورزیاں عمداً کرنے لگے۔ بدعات ومنکرات میں اس درجہ مبتلا ہو گئے کہ اللہ کی پناہ!۔

امامنا علیہ السلام کو دیکھئے کہ جب رائے دلپت اور سلطان حسین مشرقی کی جنگ ہو رہی تھی۔ رائے دلپت پر آپؑ کا غیبی طاقت والا ہاتھ ایسا چلا کہ تلوار کاٹتی ہوئی سینہ سے پار ہوگئی۔ راجہ کا دل باہر نکل پڑا آپؑ نے اس کے دل پر اس بت کی تصویر دیکھی جسکی وہ پوجا کرتا تھا۔ دماغ مقام تصور ہے اور دل مقام تصدیق۔ یہ راجہ کی عقیدت کا کمال تھا کہ بت کا تصور اور اس تصور کی تصدیق اس درجہ رہی کہ دل میں تصویر قائم ہوگئی۔ پھر یہ کیفیت بھی ان آنکھوں نے دیکھی تو کیا تعجب! جن پر لطائف وماورائے محسوسات اور انوار وتجلیات دیکھنے کی قوت وصلاحیت قدرت نے ودیعت فرمائی تھی۔

آپ پر جذبہ حقانی نمودار ہو گیا کہ "باطل کا اسقدر اثر ہے تو حق کا کیا کچھ نہو سکتا ہے" جذبہ الٰہی نے آپؑ کو متفرق کر دیا متفقہ روایت ہیکہ بارہ سال جذبہ رہا سات سال تو ایسے گذرے کہ آپؑ نے کچھ کھایا نہ پیا۔اذاں ہوتی یا نماز کا وقت آتا تو صرف اتنا ہوش آ جاتا کہ نماز ادا کر سکتے تھے۔کسی وقت آپؑ سے خلاف شرع کوئی فعل صادر نہوا ایک دفعہ نماز کے وقت ہوش آیا تو بی بی نے زاری وعاجزی سے عرض کیا کہ عرصہ دراز سے ذراسی غذا بھی آپؑ کو نہیں پہنچی ہے۔فرمایا فکر نہ کرو بندہ کو برابر غذا پہنچتی ہے "۔

شیخ الرئیس بوعلی ابن سینا اشارات میں فرماتے ہیں کہ:۔

> عارف اپنی عادتی قوت کو غیر معمولی مدت تک روک لینے کی خبر اگر تم کو پہنچائے تو اس کو صحیح سمجھو اور یہ امر طبیعیات میں مشہور ومعتبر ہے جبکہ قوائے طبعیہ عمدہ عمدہ معلومات میں مشغول ہو جاتے ہیں تو روی اسباب بالکل ہضم ہو جاتے ہیں۔ یہ عمدہ اسباب جو نہایت محمود ہیں بالکل تحلل قبول نہیں کرتے۔اور طبیعت کو ان کے بدل کی ضرورت نہیں ہوتی پس اکثر اوقات ایسی صفت کا موصوف شخص ایک طویل مدت تک غذا چھوڑ دیتا ہے۔اگر کوئی اس حالت کے سوائے دوسری حالت میں ہو اس کی مدت کے دسویں حصے سے ایک حصہ میں بھی غذا چھوڑ دے تو موت واقع ہو جائیگی مگر جس میں صفات محمودہ موجود ہوں کمزور تک نہیں ہوتا اس کی قوت محفوظ رہتی ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ نے شرح اشارات میں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے شیخ شہاب الدین اشراقی نے یہ بھی کہا ہیکہ " عارف کے دل کا خزانہ جب الٰہی معلومات اور ملکوتی حقائق سے مامور ہو جاتا ہے تو اس کو غذا کی ضرورت نہیں ہوتی حکمائے اشراقین ومشائین کے بھی ایسے ہی اقوال ہیں۔اور ایسی کئی احادیث شریفہ بھی موجود ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صوم وصال رکھتے دیکھکر جب صحابہؓ بھی آپ کی پیروی میں کئی کئی دن تک کا متصل روزہ رکھتے ہیں تو آپ ان کو منع کرتے ہیں اور اپنی نسبت فرماتے ہیں ءَ لکم مثلی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی (بخاری کتاب الصوم) یعنی تم

میں کون میرے مثل ہے میں رات گزارتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلاتا پلاتا ہے(سیرۃ النبی سلیمان ندوی جلد(۴)۱۱۲)

حاصل کلام یہ کہ جذبہ کا عالم میں بھی امامنا علیہ السلام سے کوئی خلاف شرع فعل تو کیا صادر ہوتا نماز قضا نہونے پائی۔ اتباع شریعت کی یہ خصوصیت بھی ولایت کے درجہ کمال کی دلیل ہے۔

امامنا علیہ السلام نے طریقت و معرفت کی تعلیم اس نہج پر دی کہ کسی حال اور کسی مقام میں بھی شرک نہونے پائے اور آداب شریعت کی پابندی لازم قرار دیکر دھوکے اور فریب کے راستے بند فرمادیئے۔

اولیائے پیشین کی نسبت حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا۔''ہمارے بھائی نزدیک کا راستہ چھوڑ کر چکر کے راستے سے چلے۔اور مقصود حاصل کیا کیونکہ وہ طلب میں سچے تھے اور مقصود خدا تھا''۔صحابہؓ نے عرض کیا میرانجی! نزدیک کا راستہ کونسا ہے اور گردش کا راستہ کونسا؟ حضرتؑ نے فرمایا''راہ خدا میں بے اختیار کیوں نہوے کہ شریعت محمدیؐ کے موافق یہی راستہ نزدیک تر تھا۔انھوں نے اپنے اختیار سے تمام عمر کے روزے کیوں رکھے؟ مباح وحلال چیزوں کو کیوں چھوڑ دیا سالہا سال کنوؤں میں سرنگوں کیوں لٹکے اور بارہ سال کی قید لگا کر روزے کیوں رکھے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ احکام نہیں فرمائے ہیں اور حسب فرمان خداوندی من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ (جو شخص اللہ پر توکل کرے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے)۔تمام عمر توکل کا روزہ کیوں نہ رکھا؟ ان کو چاہیئے تھا کہ بے اختیار ہوجاتے (شواہدالولایت ۲۴)

ہم انا الحق کہیں سنتے تھے کہیں سبحانی	یاں تھی ہر ایک کو تعلیم کہ بندہ ہونا
ہاے آیا تو اسی کے فقراء کو آیا	اک مٹائی ہوئی ہستی کا وہ پتلا ہونا

(استاذی مولٰنا المعی مرحوم)

بے اختیاری بڑے نازک مطالب پر حاوی ہے جنکو طالب صادق، اپنے مرشد کی صحبت میں رہکر بخوبی معلوم کرسکتا ہے نفس کے مطالبات تین قسموں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔ابلیس کی مشارکت سے اس میں قوت مطالبہ اور بڑھجاتی ہے(۱) بقائے صحت وزندگی کیلئے اچھی غذا اچھے مشروبات کا مطالبہ(۲) راحت وآرام کے لئے اچھے مکان اچھے لباس اچھے اسباب کا مطالبہ(۳) بقائے نسل کے لئے جنس مقابل (شادی) کا مطالبہ نفس کے یہ مطالبات حاکم کیطرح نہیں بلکہ ایک محکوم و اطاعت گذار کی درخواست کے طور پر پیش ہونے چاہئیں۔مومن کی عقل وتمیز احکام خدا ورسول کی روشنی میں غور کریگی جو مطالبہ جس وقت جس حد تک منظور کئے جانے کے قابل ہے منظور کریگی ورنہ رد کردیگی خواہ اس کی وجہ کتنی ہی مصیبت اٹھانی پڑے اپنے اختیارات حاصلہ کو خدا ورسولؐ کے احکام کے تابع کردینا ہی بے اختیاری ہے۔اسی لئے امامنا علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا۔''بے اختیار شو بختیار باش''۔

تعلیمات مہدویہ پر''رہبانیت'' کا شبہ کرنے والے غور کریں اور تعلیمات کے ایک ایک جز کو عقل سلیم سے جانچیں تو معلوم ہوگا کہ اتباع شریعت کو کیسے کیسے نازک موقعوں پر بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔''لا رھبانیۃ فی الاسلام'' کی صحیح اتباع کیساتھ

انبیاء وصحابہ وکاملین کی زندگی اختیار کرنے کا طریقہ اگر معلوم ہوسکتا ہے تو تعلیمات امامنا علیہ السلام ہی سے ہوسکتا ہے۔

غرض مہدویہ کے اصول وتعلیمات اسلام کے اعلیٰ ترین مقاصد کے حامل ہیں اور مسلمانوں کا کوئی فرق اکابر اہل سنت کا اتنا موافق مل نہ سکیگا۔ ہمارے اصول حدیث' اصول فقہ وہی ہیں اور معمول بہ کثیر مسائل ایمہ واکابر اہل سنت رحمہم اللہ کے مسلمات سے ہیں مثلاً مہدویہ کے پاس میت کی زیارت چوتھے دن کیجاتی ہے۔اور دیگر مسلمانوں کے پاس تیسرے دن۔اس کی سند میں جو حدیث ہے اس کے دیکھنے سے معلوم ہوجائیگا کہ مہدویہ کا طریقہ مائل باحتیاط ہے۔ چنانچہ اسوۂ صحابہ کی عبارت من وعن ملاحظہ ہو:۔''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے علاوہ دیگر اعزہ کے ماتم کے لئے صرف تین دن مقرر فرمائے صحابیات نے اس کی شدت کے ساتھ پابندی کی جب حضرت زینب جحشؓ کے بھائی کا انتقال ہوگیا تو (غالباً چوتھے دن) انھوں نے خوشبو لگائی اور کہا کہ مجھکو خوشبو کی کوئی ضرورت نہ تھی' لیکن میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منبر پر سنا ہیکہ کسی مسلمان عورت کو شوہر کے سوائے تین دن سے زیادہ کا ماتم کرنا جائز نہیں اسی لئے یہ اس حکم کی تعمیل تھی۔ جب حضرت ام حبیبہؓ کے والدہ نے انتقال کیا تو انھوں نے تین دن کے بعد اپنے رخساروں پر خوشبو ملی اور کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی صرف اس کی تعمیل مقصود تھی (ابوداؤد کتاب الطلاق باب احداد التوفی عنہا زوجہا) (ماخوذ از اسوۂ صحابہ حصہ اول مولفہ عبدالسلام ندوی)۔

ان احادیث سے ظاہر ہیکہ تیسرے دن اگر زیارت کیجائے تو عموماً تین دن پورے ہونے نہیں پاتے اس لئے مہدویہ کے پاس تین دن غم کے ہوتے ہیں چوتھے دن زیارت کیجاتی اور رفع غم کے طور پر پان بتاسے اور خوشبو کا تیل تقسیم کیا جاتا ہے۔ (یہ ایک قسم کا تیل ہوتا ہے جس میں خوشبودار چیزیں پکیر ملائی جاتی ہیں جس کو ''سوندا'' کہا جاتا ہے) اور بعض مرشدین کے پاس اس طریقہ میں کچھ فرق بھی ہے حاصل یہ کہ ہماری حقانیت وکتاب وسنت کی موافقت کو عمیق وانتہائی محتاط نظر سے جانچنے کی ضرورت ہے نیز اہل سنت کے اصول وعقائد کا بھی اچھی طرح مطالعہ کرلینا ضروری ہوتا ہے۔اس کیلئے جتنا قدیم تر زمانہ کیطرف رجوع ہوں گے اتنا ہی مطالعہ اہم بنتا جائیگا۔علمائے متاخرین یا عام طور پر ملنے والی حال کی کتابوں سے اہل سنت کے اصل مسلمات کو متعین یا معلوم کرنے میں پوری کامیابی نہ ہوسکیگی نیز اہل سنت کے اکابر صوفیہ کے اصول ومسلمات پر بھی ایک نظر ڈال لینا ضروری ہوتا ہے کیونکہ ہمارا مذہب اسلام کی اس اعلیٰ تعلیم کیطرف رہبری کرتا ہے جو طلب و عشق ومحبت خدا اور اس کے لوازم سے متعلق ہے۔

عموماً دھوکہ یہ ہوتا ہیکہ صرف ''حنفیہ'' ہی اہل سنت ہیں حالانکہ چاروں ائمہ اہل سنت میں داخل ہیں ''الحق دائر بین الائمۃ الاربعۃ'' ہمارے پاس مسائل میں کسی ایک ہی امام کا التزام نہیں ہے۔ حضرت مہدی موعودؑ نے عالیت پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور خود عمل کرکے عالیت کے راستے بتادیئے ہیں جس پر قوم کا عمل ہے۔اسی لئے عبادات ودینیات کے مسائل کسی نہ کسی امام سے مطابقت رکھتے ہیں اور زیادہ تر مطابقت امام اعظمؒ ابوحنیفہؒ سے پائی جاتی ہے اس سے ظاہر ہیکہ کسی ایک

امام کے مسائل پیش نظر رکھکر ہمارے اصول وعقائد اور مسائل عبادات کو جانچنے کی کوشش بالکل ناکافی قرار پاتی ہے۔ نیز یہ امر بھی ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ مہدوی اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں اور جب کبھی موافقت اہل سنت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد نبوت کے اکابر خیر القرون (صحابہ تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ عنہم اجمعین) ہوتے ہیں یا وہ ائمہ واولیا اور انکی پیروی کرنیوالے صوفیہ وعلمائے دین متین جو سیدنا امامنا علیہ السلام کے دعوے مہدیت سے قبل گذرے ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم نے سنت کی تعریف یہ بیان فرمائی ہے کہ ما انا علیہ واصحابی یعنی جس پر میں اور میرے اصحاب ہوں۔

فی الحقیقت امامنا علیہ السلام کا دعویٰ یہی تھا کہ:۔ ''اگر کسے خواہد کہ صدق مارا معلوم کند باید کہ از کلام خدا واتباع رسول اللہؐ در احوال و اعمال ما بجوید یعنی اگر کوئی ہماری صداقت معلوم کرنا چاہتا ہے تو ہمارے احوال و اعمال کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہؐ سے مطابق کرلے نیز فرمایا ''مذہب ما کتاب اللہ واتباع رسول اللہؐ'' اسی لئے ہمارے اصول وعقاید کتاب وسنت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

اگر ہمارا کوئی مسئلہ کسی بھی امام وغیرہ سے مطابق نہ پایا جائے تب بھی کوئی ہرج نہیں جبکہ کتاب وسنت کی موافقت پائی جاتی ہو عموماً نظریں اس طرح جاتی ہیں کہ ہم سید محمد جونپوری کی نسبت فلاں فلاں عقیدہ رکھتے ہیں حالانکہ دیکھنا یہ چاہیئے کہ ان عقاید کی علت کیا ہے۔ اصل یہ ہیکہ حضرت سید محمد جونپوری کی ذات مہدی موعودؑ مسلم ہونیکی وجہ حضرت سے متعلق ہے ہم انھیں عقاید کی پابند ہیں جو مہدی موعودؑ کی نسبت ہونے چاہیں۔ اور نہایت اہم بات یہ کہ حضرت کو مہدی موعودؑ تسلیم کرنے کیوجہ کتاب وسنت کی موافقت متاثر نہونے پائی۔ آپکے ہمعصر بڑے بڑے علماء ومشائخین سے جن لوگوں نے آپکی تصدیق کی انھوں نے بھی اس خصوصیت کو اچھی طرح محسوس کیا۔ علامہ قاضی منتجب الدین جونیریؒ نے ثبوت مہدیت امامنا علیہ السلام پر عربی زبان میں ایک کتاب ''مخزن الدلائل'' تصنیف فرمائی ہے جس کے مقدمہ کا ایک چھوٹا سا جز وہم یہاں نقل کرتے ہیں جس سے واضح ہوسکتا ہیکہ ان علماء نے کتاب وسنت کی اہمیت کو نظرانداز نہیں کیا تھا۔

اردت ان ائولف مختصر اجامعا لحل مشکلاتھم و شافیا لما فی صدورھم و موصلا له الی طریق المعاد والدین القویم فشرعنه مستعینا بحضرة الوھاب متضرعا الیه بالعجزوالا بتھال واسال الله ان یجعلنی موافقا لا ھل السنت والجماعة فی کل ما ینطقه لسانی و یرقمه بنانی وینطوی علیه جنانی انه علی ما یشاء قدیر وبالا جابة جدیر (مخزن الدلائل)

میں نے مختصروجامع تالیف کا ارادہ کیا تا کہ ضلالت کی وجہ ان کے سینوں میں جو مشکلات ہیں ان کا تشفی بخش حل ہوجائے اور یہ تالیف صاحب تدبر کے لئے صراط مستقیم کی طرف رہبری کرے اور دین قویم و معاد کی راہ پر پہنچاے۔ پس میں نے عجز و نیاز سے زاری کی حالت میں وہاب تعالیٰ کی درگاہ سے استداد کرتے ہوے اس تالیف کی ابتدا کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اہل سنت والجماعۃ کی موافقت پر قائم رکھے ہر بات میں جو میری زبان سے نکلے ہر تحریر میں جو میرے ہاتھ سے نکلے اور اس پر میرے دل کو مضبوط کردے بیشک خدا جو چاہے اس پر اور دعا کو پورا قبول کرنے پر قادر ہے۔

حقیقت یہ ہیکہ امامنا علیہ السلام نے دعوی مہدیت کی صداقت کے ثبوت میں کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کو تحدی کیساتھ پیش فرمایا ہے اور آج صدیوں بعد بھی مہدوی' اپنی صداقت مہدویت کے ثبوت میں موافقت کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہی کو پیش کرنے کے قابل ہیں۔ مہدویوں نے حدیث' فقہ اور کلام کی کتابیں الگ مرتب نہیں کی ہیں اس لئے ان کے استدلال کی بناء وہی کتابیں ہیں جو اکابر اہل سنت نے مرتب کیں اور انمیں معتبر و مسلم رہی ہیں۔

چونکہ ہم امامنا علیہ السلام کو مہدی موعودؑ خلیفۃ اللہ معصوم عن الخطا ہونے کی وجہ منتہا ہے دلیل مانتے ہیں اس لئے آپ کے ہر حکم پر موافق کتاب وسنت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور پوری معتقدانہ شان میں بلا طلب دلیل و حجت تسلیم کرتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں ''مسئلہ مہدیت'' اور ''مذہب مہدویہ'' سے متعلقہ اعتراضات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آمد مہدیؑ کے بارے میں جولوگ معترض ہیں ان میں کے اکثر وبیشتر کا ماخذ ابن خلدون کے خیالات ہیں اور مذہب مہدویہ پر جولوگ اعتراض کی جسارت کرتے ہیں۔ اس کی وجہ زیادہ تر ''ہدیہ مہدویہ'' مولفہ زماں خاں شاہجہانپوری کا مطالعہ ہے۔ ابن خلدون کے نظریہ کی حقیقت تو آگے سرسری طور پر ظاہر کردیگئی جو بہت کافی ہے اور ''ہدیہ مہدویہ'' کے جوابات بھی دیئے جاتے رہے ہیں ''ختم الہدیٰ سبل السوی''۔ مصنفہ حضرت علامۃ العصر مولانا سید شاہ محمد صاحب جو ۱۲۸۹ھ میں مکمل ہوئی۔ اور ۱۲۹۱ھ میں بنگلور سے شایع ہوئی اس کا ایک نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں بھی ہے (کلام اردو نمبر ۸۰۶) اور ''کحل الجواہر'' مصنفہ علامۃ العصر حضرت مولنٰا سید نصرت صاحب جو ۱۲۹۰ھ میں مکمل ہوئی جس کی ایک جلد حال میں طبع ہوکر شایع ہوئی ہے یہ دونوں کتابیں مولف ہدیہ مہدویہ کی نظر سے گزر چکی ہیں اور مولف موصوف ۶ / ذالحجہ ۱۲۹۲ھ تک بقید حیات رہے ہیں اس کے علاوہ علامۃ العصر حضرت مولنٰا سید عیسیٰ عرف عالم میاں صاحب کے رسائل بھی اسی زمانہ میں شایع ہوچکے تھے۔ نیز اس کتاب کے حصہ ''توضیحات'' میں ''ہدیہ مہدویہ'' کے چند اعتراضات پر بھی مختصر بحث کیگئی ہے جس سے حقیقت ظاہر ہوسکتی

ہے۔اس کے قطع نظر ''ہدیہ مہدویہ'' میں انداز استدلال ہزل وبجا طنز وتہز، طعن تشنیع اور سخت کلام بیجا احکام یہ سب امور ایسے واقع ہوئے ہیں کہ جنکی وجہ سے ہر دانشمند اَجنَبُ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ اگر چہ آیں کتب مہدویہ کے حوالے درج ہیں پھر بھی لایق اعتبار نہیں کیونکہ مولف کے جذبات نگارش سے خصومت وعناد عیاں ہے لہذا کلام خصم پر سے بغیر تحقیق کسی جماعت کو یا کسی فرد کو موردالزام نہیں قرار دیا جاسکتا جولوگ اس عام مسلمہ اصول کو ملحوظ نہیں رکھتے یا محض موردالزام کرنا جنکا مقصد ہوتا ہے اس کتاب یعنے ''ہدیہ مہدویہ'' سے یا اس سے استفادہ کی ہوئی کتابوں پر سے اعتراضات کرجاتے ہیں جو سراسر خلاف اصول ہے۔استدلال کا ایک اصول یہ بھی ہیکہ مقابل کے مسلمات سے اپنا ثبوت مہیا کیا جائے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آسکتا کہ اس کے سارے مسلمات ہمارے مسلمات ہوجائیں اسی لئے ہم نے بعض مقامات میں غیر مہدویوں کے بعض مضامین کے حوالے اور دور جدید کے مشہور عالم اقبال کے بعض اشعار استعمال کئے ہیں کیونکہ اقبال نے اپنے کلام میں قرآن مجید کے مضامین اور حضرت مولناؔ رومؒ کی مثنوی سے استفادہ کی خصوصیت کا خود ذکر کیا ہے:۔

میرے اشعار میں پھنس کر نہ رہ جا	اگر تو سالک راہ یقیں ہے
تری نظروں میں ہیں میری تصانیف	مری نظروں میں قرآن مبین ہے
با مغربیاں بودم پر جستم و کم دیدم	مردے کہ مقامتش ناید بحساب اندر
ہم خوگر محسوس ہیں ساحل کے خریدار	ایک بحر پر آشوب و پر اسرار ہے رومیؒ
پیر رومی را رفیق راہ	تا خدا بخشد ترا سوز وگداز
(علمائے یورپ)	(مولناؔ روم)

قرآن وحدیث واولیائے کرام کے کلام سے جو بھی استفادہ کریگا اس کا کلام مذہب مہدویہ سے زیادہ تر موافق پایا جائیگا غرض ثبوت کی اکثر کتابوں میں اس اصول کی نظیریں موجود ہیں اور خود امامنا علیہ السلام نے دوہے دہرائے ہیں۔غیر مہدوی علماوشعراء جو اغیار کے پاس معتبر ومسلم ہوں ان کے موافق استدلال کو تائید دلیل کی حیثیت سے استعمال کرنا جاذب توجہ اور یقیناً محتاج غور وفکر ہوسکتا ہے۔توضیحات کا جز مضمون جس روایت سے تعلق رکھتا ہے ابتدا میں وہ روایت مع نمبر سلسلہ درج کردی گئی ہے جس سے معلوم ہوسکیگا کہ وہ مضمون کس روایت سے متعلق ہے۔ ہمنے ہر مسئلہ کو صاف وروشن کرنیکی ممکنہ کوشش کی ہے تاہم مخلص علمائے کرام قابل اصلاح امور کیطرف ہمکو متوجہ کرسکتے ہیں۔ایسے مخلصانہ اقدام کو ہم بخوشی قبول کریں گے اور دوسرے ایڈیشن کے وقت اسکو ملحوظ رکھیں گے۔اور جو مہدوی نہوں لیکن صداقت شعارانہ جذبہ رکھتے ہوں اپنے شکوک وشبہات رفع کرنیکے لئے ربط قائم کرسکتے ہیں حتیٰ المقدور اظہار حق سے دریغ نہ کیا جائیگا۔جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کتاب نقلیات کی مکمل شرح نہ کیجاسکی ورنہ ضخامت بڑہجاتی موجودہ نازک حالات کیوجہ طباعت کا انتظام دشوار ہوجاتا اور مقصد اولین یعنی اصل کتاب کی طباعت کا کام رہجاتا۔اس لئے ہم نے فی الوقت چند خاص مضامینکی حد

تک توضیحات کا حصہ مرتب کیا ہے۔انشااللہ تعالیٰ آیندہ مکمل شرح بھی قوم کے ہاتھ میں آسکے گی۔**وما توفیقی الا باللہِ العلی العظیم**

احقرالعباد

فقیرابوسعیدمحمودغفرلہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

توضیحات

توضیح روایت(۱)و(۲)و(۲۶۵)دربیان صحت نقلیات مبارکہ:

تاریخ اسلام شاہد ہیکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت عرصہ بعد احادیث کی تدوین ہوئی ہےاورروایات کو جانچنے کے جو اصول حدیث واصول رجال (رادیان حدیث) مرتب کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صحتِ روایات کے معیار میں زیادہ تر راویوں پر ہی نظر رکھی گئی ہے۔حالانکہ ان اصول مستخرجہ کے علاوہ ایسی صورت بھی ممکن ہوسکتی ہے کہ ایک شخص غیر ثقہ اورآلودۂ عصیاں ہولیکن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول وفعل کے بارے میں وہی بیان کر رہاہے جواس نے سنایادیکھاہو۔

ظاہر ہے کہ وہ راوی اپنے بیان میں صادق تو ہے لیکن اس کے باوجود محدثین کے مستخرجہ اصول کے لحاظ سے اس کی روایت کو قابل استناد نہیں قرار دیا جاتا۔اور یہ اصول معقولہ کے لحاظ سے درست بھی ہے کیونکہ محدثین عالم الغیب نہیں ہیں اور جب کہ قطعی واجب الایقان والا ذعان ذریعہ (ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اٹھ چکا ہوتو ایسی صورت میں وہی اصول ممکن العمل تھے جو محدثین نے اختیار کئے۔

لیکن جو روایات محض راویوں کے غیر ثقہ یا نفرد ہونے کی وجہ سے محدثین کے پاس قابل استناد قرار نہ دیگئی ہوں اور

ضعیف ہونے کیوجہ استخراج مسائل میں ان کو نا قابل استفادہ قرار دیا گیا ہو اور حقیقۃً وہ روایات صحیح ہیں تو مہدی موعودؑ کی بعثت کے بعد ان روایات کی صحت کی تصدیق یقیناً ممکن ہے۔

کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام خلیفۃ اللہ معصوم عن الخطا ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے " یقفو اثری ولا یخطی" (وہ میرے نقش قدم پر چلیگا اور خطا نہیں کریگا) ان کی شان میں فرمایا ہے۔ ان کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی بیواسطہ تعلیم کے تحت ہوتا ہے اس لئے ان کے کسی قول و فعل سے اگر کوئی روایت مطابق ہو جائے تو وہ صحت وثقاہت کا درجہ حاصل کرلے گی۔ اگرچہ کہ محدثین نے اپنے اصول متخرجہ کے لحاظ سے اپنے زمانے میں اس کو رد کردیا ہو۔ راوی خواہ کیسا ہی غیر ثقہ ہو، روایت، قرآن مجید کے خلاف نہو اور بعثتِ حضرت مہدی علیہا السلام کے بعد ان کے قول و فعل سے مطابق ہو جائے تو اس روایت کی صحت یقیناً قابل تسلیم ہو جائیگی۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔

> احادیث میں بہت اختلاف ہے۔ سقیم سے صحیح کو الگ کرنا مشکل ہے جو حدیث خدائے تعالیٰ کی کتاب اور بندہ کے حال کے موافق ہے وہی صحیح ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد احادیث میں کثرت ہو جائیگی ان احادیث کو اللہ تعالیٰ کی کتاب سے ملاؤ۔ اگر موافق پاؤ تو قبول کردو ورنہ چھوڑ دو۔ (روایات نمبر ۲۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مہدی موعودؑ کی ذات، صحت احادیث مرویہ کا واجب الایقان والاذعان معیار ہے۔

اس لحاظ سے جو قول و فعل حضرت مہدی علیہ السلام کا ثابت ہو، موجودہ احادیث مرویہ اس کے موافق ہونگے یا نہوں گے، اگر موافق ہوں گے تو اس صورت میں کوئی بحث ہی نہیں ہے۔ اگر موافق نہوں گے تو اس صورت میں ہمارا اعتقاد اور عمل قول و فعل حضرت مہدی علیہ السلام پر ہوگا۔ کیونکہ یہ ہمارا عقیدہ ہے جو حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ نے رسالہ بعض الآیات میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> "یتبعه فی احکام الشریعة بالوحی فی الدعوة الی الله و فی احواله و غیره لا یتبع الرسول الا باستماع الاخبار"، یعنی مہدی علیہ السلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع، شریعت میں اور اللہ تعالیٰ کیطرف بلانے اور آپؐ کے احوال واقوال میں وحی (بلا واسطہ) سے کرتے ہیں۔ مہدیؑ کے سوائے دوسرا شخص احادیث کو سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے"، پس جو قول و عمل حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا ثابت ہو سمجھنا چاہئیے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی قول و فعل تھا۔

امام عبدالوہاب شعرانی کی عبارت اس سے قبل نقل کیجا چکی ہے جس میں یہ الفاظ بھی ہیں "مہدی علیہ السلام ایسے

احکام بیان کریں گے جو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مطابق ہوں گے اس طرح کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہوں تو مہدی موعود علیہ السلام کے تمام احکام (کی صداقت) کا اقرار کریں گے"۔

اور بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء نے فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں لکھا ہیکہ :۔ **ویکون قول الامام المهدى الموعود حجة يخطى مخالفه**۔یعنی امام مہدی موعودؑ کا قول حجت ہوتا ہے اسکی مخالفت کرنیوالا خاطی ہے۔

<u>توضیح روایات در بیان ثبوت مہدیت (روایت ۳) :</u>

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جن احادیث شریفہ کی مطابقت قرآن مجید سے ہوتی ہے ان کا درجہ بہت فایق ہوتا ہے۔اس لحاظ سے یہ بات محتاج غور ہے کہ مہدی موعود علیہ السلام کی بعثت سے متعلقہ احادیث بہت زیادہ وارد ہیں۔ انمیں علامات اورمحل بعثت کے بارے میں اختلاف واقع ہوا ہے لیکن بعثت مہدی موعودؑ کے بارے میں سب متفق ہیں۔ اسی لئے علمائے سلف نے بعثت مہدی موعودؑ کے مسئلہ کو داخل اعتقادیات قرار دیا۔اوران احادیث کے تواتر معنوی کو تسلیم کرلیا ہے۔ایسے مہتم بالشان مسئلہ کا وجود قرآن مجید میں نہونا کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا ہے۔ **ولا رطب ولا يالس الا فى كتاب مبين**

اکثر علمانے ان احادیث کو قرآن مجید سے مطابق کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔اس کا ایک سبب یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مجی مہدی موعودؑ کا تواتر معنوی کے طور پر ثابت ہونا انھوں نے کافی سمجھ لیا اور یہ یقیناً کافی ہے۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے تحریر فرمایا ہے۔ " **والمتواتر لا يبحث عن رجاله بل يجب العمل به من غير بحثلا يحبابه اليقين وان وردعن الفساق بل عن الكفرة**" (شرح نخبۃ الفکر) یعنی روایات متواترہ میں رجال سے بحث نہیں کیجاتی کیونکہ وہ موجب یقین ہوتی ہیں اگرچہ کہ وہ روایات فاسقوں بلکہ کافروں سے مروی ہوں۔

اس کے باوجود تطبیق بالقرآن سے یہ معلوم کرنا بھی آسان ہوجاتا کہ وہ احادیث کن آیات کی تفسیر واقع ہوتی ہیں جن مفسرین ومحققین نے اس طرف توجہ کی۔ان کی تفسیروں اور تصنیفوں میں بعض آیات کے ضمن میں مہدی موعود علیہ السلام کا ذکر پایا جاتا ہے۔فی الحقیقت "ثم ان علینا بیانہ" فرمان الٰہی کے مصداق یہ کام حضرت مہدی علیہ السلام کے لئے ہی مقدر تھا اس لئے اکثر علما کی بصیرت اس بارے میں قاصر رہی ہے۔مقام مسرت ہیکہ منجانب اللہ امامنا حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ان آیات پر آگاہی بخشی گئی جنمیں مہدی موعودؑ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ (قرآن میں لفظ مہدی مذکور نہونے کی توجیہ ہم نے خطبہ نقلیات کی توضیح میں بیان کردی ہے ملاحظہ ہو ۱۶) غرض جن آیات میں مہدی موعودؑ کی طرف اشارہ ہے انمیں سے ایک آیت وہ ہے جو روایت ۳ میں بیان ہوئی۔حضرتؑ نے اس آیت کو اپنے ثبوت مہدیت میں بحکم خدائے تعالیٰ پیش فرمایا ہے کہ:۔

"ازحق تعالیٰ بے واسطہ می شنوم کہ ایں آیت درحق تست مراد از مَن کہ درافمن کان مذکوراست ذات تست" اورآیت

کے بقیہ الفاظ کی تفسیر نقلیات میاں عبدالرشیدؒ میں اس طرح بیان کی گئی ہے''۔ ومراداز بینہ اتباع ولایت حضرت مصطفیٰ استقولاً فعلاً حالاً کہ تعبیر از ولایت محمدی وارد کہ ولایت خاص است مرذات مصطفیٰ راست صلی اللہ علیہ وسلم ومراد از ضمیر بہ دیگر نیز ذات مہدیست۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ افمن کان میں من ایک خاص شخص مہدی موعود خلیفۃ اللہ سے متعلق ہے۔اس کے ثبوت میں دلائل یہ ہیں:۔

(۱) اس مَنْ سے متعلقہ ضمائر مفرد استعمال کیگئی ہیں جیسے من ربہ .یتلوہ . منہ. بہ۔وغیرہ اوراس سے قبل کی آیت من **کان یرید الحیٰۃ الدنیا الخ** میں من عام ہے اس لئے ضمائر وافعال جمع استعمال کئے گئے ہیں جیسے **نو ف الیھم .اعمالھم .لھم. لا یبخسون . ما صنعوا۔** وغیرہ۔

(۲) من کا صاحب بینہ ہونا۔اور یہ صفت خلیفۃ اللہ ہی سے مخصوص ہے۔اگر من سے عام مومنین مراد لیجائے تو صفات نبوت وخلافت الہیہ کو ہر مومن کے لئے روا رکھنا لازم آئیگا۔اس لئے کہ قرآن مجید میں آیات یا بنیات کا استعمال ان ہی امور میں ہوا ہے جو قدرت بشری سے خارج ہوں عام از یں کہ وہ امور انبیاء سے متعلق اور ان کی نبوت پر دال ہوں یا خاص قدرت الٰہیہ پر دال ہوں۔ان دونوں قسموں پر آیات وبینات کا اطلاق فرمایا ہے۔کیونکہ دونوں صورتوں میں آیات وبینات کا صدور خاص قدرت الٰہی سے متعلق ہے۔اسی لئے آیات وبینات کا انکار قدرت الٰہیہ کے انکار کو مستلزم ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مایجادل فی الآیات الا الذین کفروا (جزء ۔ رکوع ۔) اللہ کی نشانیوں میں وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو کافر ہیں۔البتہ قرآن مجید میں ایک مقام ایسا ہے جہاں بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے کہ ''بینہ'' کا لفظ عام مومنین کے لئے استعمال ہوا ہے۔حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیھلک من ھلک عن بینہ ویحی من حی عن بینہ (جزء۱۰ رکوع۱) یعنی جو ہلاک ہوجائے بینہ پر ہلاک ہوا [۱] ۔ اور جو زندہ رہے بینہ پر زندہ رہا۔یہ آیت جنگ بدر سے متعلق ہے۔اس جنگ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فتح حاصل ہوئی وہ غیبی امداد کی اہم مظہر ہے کیونکہ حضرت کیساتھ قلیل جماعت تھی اور مقابلہ میں کثیر جماعت عصری آلات وسامان حرب سے پوری طرح تیار تھی۔دوسرا فرق یہ تھا کہ آپؐ نشیب میں تھے۔اور مقابل کی جماعت اونچے مقام پر تھی۔تیسرا فرق یہ تھا کہ آپکا مقام ریت کا میدان تھا اصول جنگ کے لحاظ سے یہ تمام امور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بہت ہی خطرناک تھے۔ اس کے باوجود آپکو فتح حاصل ہوئی۔یہ نہایت مہتم بالشان کام تھا۔اس لئے قرآن مجید میں اعجاز کی حیثیت سے اس جنگ کا ذکر کیا گیا ہے۔اور مذکور الصدر آیت میں آنحضرت کی جماعت کو بشارت دیگئی ہیکہ اس جنگ میں جو شہید ہوا وہ بینہ سے شہید ہوا اور جو زندہ رہا وہ بھی بینہ سے زندہ رہا۔

کیونکہ جنگ بدر ایک مہتم بالشان معجزہ ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات سے مخصوص تھا۔اگر ذات رسول اللہ صلعم موجود نہوتی تو اس جنگ کا نتیجہ کچھ اور ہی ہوتا۔یا یہ کہ وہ جنگ ہونے ہی نہ پاتی۔حضرت رسول اللہ صلعم کو

[۱] اور مقابل کی جماعت سخت زمین پر صف آرا تھی۔چوتھا یہ کہ آپ کے مقام سے پانی دور تھا اوران کے مقام سے قریب تھا۔

خواب میں معلوم ہوا تھا کہ دشمن کالشکر تھوڑا اور کمزور ہے۔آپؐ نے صحابہ کواس کی خبر دی اور تعبیر بیان فرمائی کہ دشمن مغلوب ہوجائیگا اس تعبیر سے صحابہ رضی اللہ عنہم خوش ہوگئے اور پورے جوش وعقیدت کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے کے لئے تیار ہوگئے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**اذیریکم اللہ فی منامک قلیلاًولو ارائکم کثیراً لفشلتم ولتنازعتم فی الامر ولکن اللہ سلم . انه علیم بذات الصدور . واذیریکموھم اذالتقیتم فی اعینکم قلیلا** ۔(جزء۱۰رکوع۱) یعنے (اے محمدؐ) اس وقت تمہیں اللہ نے تمہارے خواب میں (لشکر) تھوڑا دکھایا۔اگرزیادہ دکھاتا (اورتم اصحاب کوخبر دیتے) تو (اصحاب) بددل ہوجاتے اور امرقتال کے بارے میں آپس میں جھگڑ لیتے۔لیکن اللہ نے (اس تنازع سے) بچارکھا۔بیشک جوکچھ دلوں میں ہے اللہ وہ سب جاننے والا ہے۔اوراس وقت جبکہ تم (دشمن کی جماعت کے) مقابل ہوگئے تو اللہ نے ان (کی جماعت) کوتمہاری نظروں میں قلیل بنا کر دکھادیا۔اس توضیح سے ظاہر ہے کہ مذکور الصدر آیت میں بھی بینہ کے لفظ کا تعلق فی الحقیقت ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے۔

غرض آیات وبنیات یہ دونوں ایسے جامع الفاظ ہیں کہ جن میں نبوت کے عام خواص' کیفیات مشاہدات اوراعمال خارقہ' عادت اور غیر خارقہ عادت سب داخل ہیں۔ان آیات وبنیات کومحدثین نے دلایل نبوت وخلافت الٰہیہ سے تعبیر کیا ہے۔اور حکما و متکلمین کی اصطلاح میں آیات وبنیات کومعجزات کہتے ہیں۔یہاں سے مخلوق کی دوقسمیں ہوجاتی ہیں۔ایک مومن ایک کافر۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔**لم یکن الذین کفرو امن اھل الکتاب والمشرکین متفکین حتی اتاتیھم البینه** (جزء رکوع)

امام فخرالدین رازیؒ قصہ حضرت نوح علیہ السلام کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں:۔ **علی بینة من ربه من معرفة ذات اللہ و صفاته وما یحبب وما یمتنع وما یجوز علیه۔**

یعنی خدائےتعالیٰ کی ذات وصفات کی اور **ما یجب و ما یمتنع و ما یجوز علیه** کی معرفت کیوجہ سے اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہو۔

معرفت ذات وصفات' نورولایت کے بغیر ممکن نہیں۔خلفائے الٰہی اللہ تعالیٰ سے فیض حاصل کرتے اور مخلوق کواس سے مستفیض کرتے ہیں۔اسی لئے یہ امرمسلم ہے کہ ہرنبی کو پہلے ولایت حاصل ہوتی ہے جس طرح چاند اکتساب نور میں آفتاب کی ضیاباریوں کامحتاج ہے۔اسی طرح نبوت وخلافت الٰہیہ کے لئے پہلے نورولایت لازم ہے حضرت بندگیمیاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایاہے ولایت را بآفتاب تمثیل می دہند ونبوت را بمہتاب (مکتوب ملتانی)

اوراستازی ومولائی حضرت سید محمود صاحب مولوی فاضل مرحوم نے شرح مکتوب ملتانی میں جواستدلال فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہیکہ دیگر اولیا اور حضرت مہدی موعودؑ میں فرق یہ ہیکہ عام اولیاء اللہ کوولایت بواسطۂ انبیاء حاصل ہوتی ہے اور مہدی موعودؑ کی ولایت چونکہ ولایت محمدیہ ہے اس لئے یہ بلاواسطۂ ذات باری تعالیٰ سے متعلق ہے اسی لئے آیۃً شریفہ میں **علی بینه من ربه** فرمایاہے۔اورحضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے تحریرفرمایاہے۔ **افمن کا ن علی بینة من ربه** آیاپس

کسے کہ باشد بر ولایت محمدی از پروردگار خود بے واسطہ یعنی مہدی علیہ السلام (مجمع الآیات) یعنی پس وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے بے واسطہ ولایت محمدیہ پر ہو اور ولکن جعلنا نورا کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ:۔

ولکن جعلناہٗ نوراً ولیکن گردانیدیم ما آں نور کہ روشن است و روشنی دہندہ کہ بوساطتِ آں ہمہ را دیدی ودانستی ودریافتی واو مسما است بہمہ اسما وموصوف است بہمہ اوصاف ومنزہ است از ہمہ اشیاء روہیچ موجود نیست ونہ بود ونباشد پیش وجود او (مجمع الآیات) یعنی ہم نے اس کو نور گردانا ہے جو روشن ہے۔ اور روشنی بخشنے والا ہے کہ تو نے اسی نور کی وساطت سے سب کو دیکھا اور جانا اور معلوم کیا اور وہ نور تمام اسما سے مسمی ہے اور تمام اوصاف سے موصوف ہے اور تمام اشیا سے منزہ ہے (الگ و بے عیب) ہے اس سے پہلے کسی کا وجود نہیں ہے اور نہ تھا نہ رہیگا۔

اور ایک رسالہ میں فرماتے ہیں:۔

اما چنانچہ حق تعالیٰ باقیست مہدیؑ نیز کہ ولایت مصطفیٰ ونور خاص ذات خدا است او ہمیشہ است ہمچناں باقی چنانچہ نقل بندگیمیاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ بالا گذشت کہ ولایت مصطفیٰ الان کما کان۔ ومقرر است کہ الولایۃ لاتقطع ابداً چرا کہ ولایت مصطفیٰ نور خاص ذات خدا است واو ہمیشہ بود و باقی است ولہذا قال علیہ السلام کنت بنیاداً دم بین الماء والطین (دلیل العدل والفضل) یعنی لیکن جیسا کہ حق تعالیٰ باقی ہے مہدیؑ (کی ولایت) بھی باقی ہے کیونکہ (مہدیؑ) مصطفیٰؐ کی ولایت اور ذات خدا کا نور خاص ہے وہ ہمیشہ ہے اسی طرح باقی رہیگا چنانچہ بندگیمیاں (سید خوندمیر) رضی اللہ عنہ کی نقل اوپر گزری کہ ولایت مصطفیٰ اب بھی ویسی ہی ہے جیسی کہ تھی۔ اور ثابت ہے کہ ولایت کبھی منقطع نہوگی کیونکہ ولایت مصطفیٰ ذات خدا کا نور خاص ہے اور وہ ہمیشہ تھا اور باقی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نبی اس وقت تھا جب کہ آدم مٹی اور پانی میں تھے۔

حضرت جامیؔ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

والولایۃ لا تقطع ابداً فانما من الجھۃ التی تلی الحق سبحانہ وھی باقیۃ وائمۃ ابداً سرمداً واکمل مظاھر ھا خاتم الاولیا یعنی ولایت کبھی منقطع نہوگی۔ کیونکہ وہ اپنی اس جہت سے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھتی ہے ابدی۔ سرمدی۔ باقی اور دائمی ہے۔ اور اس کے مظہر اکمل خاتم الاولیاء ہیں۔

مصنف ''مطلع خصوص الکلم شرح خصوص الحکم'' نے تحریر فرمایا ہے۔

والولایۃ صفۃ الھیۃ لذالک سمیٰ نفسہ بالولی الحمید وقال اللہ الولی الذین اٰمنوا

فھی غیر منقطع از لاً و ابداً ولا یمکن الوصول لا حد من الانبیاء و غیرھم الی الحضرۃ الالھٰیۃ الا بالولایۃ التی ھی باطن النبوۃ وھذہٖ المرتبۃ من حیث جامعیۃ الاسم الاعظم لخاتم الانبیاء ومن حیث ظھورھا فی الشھادۃ بتما مھالحأ الاولیاء

یعنی ولایت صفت الٰہیہ ہے اسی لئے اپنے آپ کواللہ تعالیٰ نے " الولی الحمید" سے موسوم فرمایا ہے اور فرمایا کہ اللہ مومنین کا ولی ہے پس وہ ولایت ازلاً ابداً غیر منقطع ہے۔اور کسی نبی کو بارگاہ الٰہی تک رسائی بغیر ولایت کے ناممکن ہے اور وہی نبوت کا باطن ہے۔اور یہ مرتبہ اسم اعظم کی جامعیت کی حیثیت سے خاتم الانبیاء اور اس کے شہود میں ظاہر ہونے کی حیثیت سے خاتم الاولیاہی کیلئے ہے۔

اور شیخ محی الدین ابن عربی نے کنت بنیاداٰدم بین الماء والطین حدیث شریف کی شرح یہ بیان فرمائی ہے کہ:۔

وغیرہ من الانبیاء ما کان نبیا الا حین بعث و کذالک خاتم الاولیاء ما کان ولیا واٰدم بین الماء والطین وغیرہ من الاولیاء ما کان ولیا الا بعد تحصیل شرائط الولایۃ (ماخوذ از شواہد الولایت) یعنی خاتم الانبیاء کے سوائے ہر نبیؑ اس وقت نبیؑ ہوتا ہے جبکہ وہ مبعوث ہوا اسی طرح خاتم الاولیاء بھی اس وقت سے ولی ہیں جب کہ آدم پانی اور مٹی میں تھے۔اور آپؐ کے سوائے ہر ولی اس وقت ولی ہوتا ہے جبکہ اس کو ولایت کی شرائط حاصل ہوں"۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے ولایت کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں یہ صرف مہدویہ ہی سے مخصوص نہیں بلکہ اکابر اہل سنت کی تصانیف میں بھی پائی جاتی ہیں لہذا مولف ہدیہ مہدویہ کا یہ دعوٰی کہ یہ صرف مہدویہ سے مخصوص ہے باطل ہے۔غرض ولایت کی خصوصیات میں جو کچھ بیان کیا گیا کافی ہے۔کیونکہ کما حقہٗ بیان کرنے سے نطق انسان عاجز ہے۔اس لئے یہاں مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں۔حاصل کلام یہ کہ "بینہ" سے مراد اتباع ولایت مصطفیٰ ہے۔

اگرچہ مفسرین نے بینہ کے متعدد مفہومات بیان کئے ہیں مثلاً البرہان۔الواضح من اللہ۔حقیقت دین اسلام دلیل عقل۔یقین۔قرآن۔یا نور ولایت لیکن کتب مہدویہ میں بینہ کی تفسیر "اتباع ولایت محمدیہ" جو بیان کیگئی فی الحقیقت یہ اُن تمام امور کی اصل ہے اور امامنا علیہ السلام کا صاحب ولایت ہونا ان لوگوں کو بھی مسلم ہے جنکو آپؐ کے مہدی موعودؑ ہونے میں شک ہے چنانچہ اس کے چند شواہد یہ ہیں:۔

در ولایت وجلال و بزرگی وکمال میر سخن نیست (نجات الرشید) یعنی میر (سید محمد جونپوری) کے جلال وکمال اور آپؐ کی بزرگی و ولایت میں کوئی کلام نہیں۔میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہٗ العزیز از عاظم اولیائے کبار دعویٰ مہدیت از وسرزدہ بود یعنی میر سید محمد جونپوری قدس اللہ سرہٗ العزیز بڑے اولیا سے تھے اور ان سے دعویٰ مہدیت سرزد ہوا تھا۔(منتخب التواریخ) شیخ الاسلام گفتہ

فرستادند کہ ایں مرد آیتے است از آیات خدا و علمے کہ ما سالہا خواندہ ایم اینجا ہیچ قدرے و قیمت ندارد (نجات الرشید) یعنی شیخ الاسلام کے پاس کہلا بھیجے کہ یہ شخص خدا کی نشانیوں میں ایک نشانی ہے اور ہم نے برسوں میں جو علم حاصل کیا ہے ان کے سامنے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو "آیتے است از آیاتِ خدا" کے الفاظ صاحب بینہ ہونے پر دلالت کر رہے ہیں اور وہ ولایت مقیدہ محمد یہ اور اسکی اتباع تام ہے۔ اسئی لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی موعودؑ کی شان میں یہ بھی فرمایا کہ یقفو اثری ولا یخطی۔ "قولاً۔ فعلاً۔ حالاً بے خطا اتباع ہر مومن سے ممکن نہیں یہ تو معصوم عن الخطا اور منتخب بمنصب خلافت الٰہیہ کا ہی خاصہ ہے اسی لئے حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

فان قیل ما المعنی کاملاً فی اتباعة قلنا انه یتبعه فی احکام الشریعة بالوحی وفی الدعوة الی الله وفی احواله واقواله و غیره' لا یتبع الرسل الا باستماع الاخبار (بعض الآیات) یعنی اگر کہا جائے کہ مہدیؑ حضرت رسول اللہؐ کی اتباع میں کامل ہوں گے اس کا کیا مطلب؟ تو ہم کہیں گے کہ مہدی علیہ السلام حضرت رسول اللہؐ کی اتباع احکام شریعت میں اور دعوت الی اللہ میں اور ان کے اقوال و احوال میں وحی (بلا توسط) کے ذریعہ کریں گے۔ اور مہدیؑ کے سوائے دوسرا شخص صرف احادیث سنکر ہی رسولوں کی اتباع کرتا ہے۔

(۳) "یتلوہٗ "میں" ہٗ " کی ضمیر "مَن" کی طرف راجع ہے "شاہد" سے مراد مستند نقلیات مبارکہ میں قرآن میں پائی جاتی ہے۔ حضرت شاہ خوندمیر صدیق ولایتؓ و سلف الصالحین نے بھی یہی مراد بیان فرمائی ہے۔

(۴) **اولئک یومنون بہٖ** میں بہٖ کا مرجع وہی افمن ہے **اولئک** کا مشار الیہ جو محذوف منوی اس کی توضیح نقلیات بندگی میاں عبدالرشید میں اتباع امم (اتباع کرنے والی امتیں) بیان کیگئی ہے یعنی بعثت مہدی موعودؑ کے زمانہ میں لوگ جو مختلف جماعتوں میں بٹے ہوے ہوں گے ان میں سے جن کے حصہ میں ایمان مقدر ہے وہ سب اس مَن پر ایمان لائیں گے۔ اس تفسیر کا ثبوت **فمن یکفر به من الاحزاب فالنار موعده** سے ہو جاتا ہے۔ احزاب یعنے اس وقت کی جماعتوں سے جو اُس من سے کفر کریگا اس کی وعدہ گاہ جہنم ہے۔ اس آیت میں احزاب کا لفظ اولئک کا مشار الیہ معلوم کرنے کے لئے رہبری کر رہا ہے۔ اور اولئک کا مشار الیہ " **فسوف یاتی الله بقوم ویحبهم و یحبونه** " میں جس قوم کا ذکر ہے وہ قوم بھی مراد لی جاسکتی ہے۔ حضرت سید خوندمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

فاذا کان المهدی علی هذه الحجة بنفسه والقرآن یشهد علیه بتایده و قوم خصه الله تعالیٰ فی کلامهٖ یوصف لایمکن لغیره فسوف یاتی الله بقوم و یحبهم و یحبونه یشهدً بصدقه و یومن به فلا حاجة بشهادة اٰخر (بعض الآیات) یعنی جبکہ

[1] ہم نے اس آیت پر تفصیلی بحث کی ہے ملاحظہ ہو توضیح در بیان فضائل صحابہ۔

مہدی موعودؑ بذاتہٖ ایسی حجت رکھتے ہوں اور قرآن اُن کی تائید میں (ان کے قول وفعل کی صداقت پر) گواہی دیرہا ہواور ایسی قوم نے جس کوتوصیف میں اللہ تعالیٰ نے یحبھم ویحبو نہ [۱] فرمایا ہومہدی موعودؑکی تصدیق کی اوراس پر ایمان لایا ہوتو پھر کسی دوسری شہادت کی ضرورت نہیں۔

بہرحال اَتْبَـاعِ اَمُـمْ ' اولئک کا مشارالیہ ثابت ہے۔الغرض اولئک یومنون بہ سے مَن کی ذات داخل ایمانیات قرار پاتی ہے۔اوراز روے دین اسلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی امت میں بجز حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس پر ایمان لانا لازم ہو یہ خصوصیت بھی مَن کے خلیفۃ اللہ کے لئے خاص ہونے کی اہم حجت ہے۔

(۵) **ومـن یکفر به من الاحزاب فالنار موعده** ' میں بہ کا مرجع افمن کان ہے اس مَن کے انکار کو کفر اور اس کی تعزیرنا ردوزخ قرار دینا اس مَن کے خلیفۃ اللہ سے خاص ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(۶) فلا تک فی مریۃ منہ۔ میں منہ کا مرجع وہی افمن کان ہے جن مفسرین نے من سے مراد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کی ہے۔اس کا نقص یہاں عیاں ہوجاتا ہے کیونکہ فلا تک میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ اور منہ کا مرجع افمن کان ہے۔معنی یہ ہوں گے کہ ’’(اے محمدؐ) تو اس مَن (محمدؐ) کے بارے میں شبہ نہ کر‘‘ اس معنی میں جو فساد واقع ہورہا ہے محتاج توضیح نہیں۔

اور بعض مفسرین نے شاھد سے مراد قرآن لیکر فی مریۃ منہ کا مرجع شاھد قرار دیا ہے۔اور بعضوں نے فالنار موعدہ کو اس منہ کا مرجع قرار دیا ہے۔ان دونوں صورتوں میں قرآن اور جز قرآن کے بارے میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شک ہونا لازم آئے گا جو کسی طرح صحیح نہیں۔سلف مہدویہ نے فلا تک فی مریۃ منہ میں منہ کا مرجع افمن کان قرار دیا ہے۔ جو حضرت مہدی علیہ السلام کی اس تفسیر سے عین مطابق ہے۔ جو آپ نے افمن کان میں مَن سے مراد ذات مہدی موعودؑ بیان فرمائی ہے۔اب معنی صاف ہوگئے کہ ’’اے محمدؐ تو اس مہدی کے متعلق شبہ میں نہ رہ‘‘ اس توضیح سے ظاہر ہے کہ جس مَن کی بعثت کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین دلایا ہو اس مَن کے خاص ہونے میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا۔اور اللہ جل شانہٗ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ مزید تاکید کے طور پر فرمایا ہے **انـه الـحق مـن ربـک ولـکـن اکثـر الـنـاس لا یومنون** ۔تیرے رب کی طرف سے (اس کا مبعوث ہونا) حق ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔اس آیت میں الحق من ربک اور اکثر الناس لا یومنون صاف دلالت کررہے ہیں کہ وہ من عام نہیں بلکہ اس سے خلیفۃ اللہ کی حیثیت رکھنے والا مفترض الطاعۃ والا یمان خاص فرد مراد ہے۔

توضیح روایت (۹) و (۲۸۰) :

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ’’اگر بندہ خلوت میں قرآن کا مطالعہ کرکے معانی سونچ کر باہر آتا اور بیان

کرتا ہے تو بندہ ظالم اور مفتری علی اللہ ہو جائیگا بندہ جو کچھ کہتا کرتا اور سنا تا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کہتا' کرتا اور سنا تا ہے۔ بندہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے روزانہ بلا واسطہ تعلیم ہوا کرتی ہے''۔(روایت ۹)

واضح ہو کہ وحی بالتوسط نبوت ورسالت کی خصوصیت ہے۔ چونکہ آپؑ نبوت ورسالت کے دعوے پر مامور نہیں ہیں بلکہ منصب مہدیت وخلافت الٰہیہ کے دعوے پر مامور ہیں اس لئے''وحی بلاتوسط'' آپکی خصوصیت ہے اور اسی لئے آپؑ کا ارشاد ہے''علمت من اللہ بلا واسطۃ جدید الیوم'' یہی وجہ ہے کہ جہاں آپؑ نے''وحی بلا واسطہ'' کا اعلان کیا اسی طرح''وحی بالتوسط'' کا انتفا بھی فرمادیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ''اینجا تعلیم بلا واسطہ جبریل ہست اما دعوی جبریل نیست'' (فسطاس المستقیم مولفہ حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ)

وہبی علم جسے عطا کرنا ہو اس کو پہلے ہی سے ایسی قدسی صفیات سے متصف کیا جاتا اور ایسی استعداد وصلاحیت عطا کر دی جاتی ہے کہ وہ اس کا حامل بن سکے۔ اور جو وہبی علم خلافتِ الٰہیہ کا منصب رکھنے والی برگزیدہ ہستیوں کو عطا ہوتا ہے وہ لغزش یا خطا سے پاک ومبرّ ا ہوتا ہے۔

امامنا علیہ السلام کے صحابی حضرت شاہ دلاورؓ سے ایک روایت جلیل القدر تابعی حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ نے نقل کی ہے:

> فرمودند کہ حق تعالیٰ بندہ را در ہماں زماں چہار کتاب بلا مثال تعلیم کرد۔ اگر بندہ توریت خواندے مرد ماں تحیروار'' انی لک ھذا'' گفتندے کہ بار کرّت دیگر موسیٰؑ اظہار نمود بندہ ہضم میکرد۔ واگر بندہ انجیل بخواندے مرد ماں گفتندے کہ کرّت ودم مسیحؑ ابن مریم اظہار کرد۔ ہمیں منوال اگر بندہ کلام اللہ خواندے مرد ماں گفتندے کہ **ھذا رجلٌ عزیز محمد رسول اللہ قدعا د بمرّۃ اخری و مردماں دریں باب در شک گشتے**۔ بندہ بتوفیق اللہ تعالیٰ ہضم کرد۔ زیرا چہ بندہ را حامل ثقال ولایت محمدیہ خدائے تعالیٰ بیافریدہ است (مولود)

یعنی حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ نے بندہ کو اسی زمانہ میں چاروں کتب (سمادیہ) کی بے مثل تعلیم دیدی ہے۔ اگر بندہ توریت پڑھتا تو لوگ متحیر ہو جاتے کہ تجھے یہ کیونکر حاصل ہوا اور کہتے کہ موسیٰؑ نے دوبارہ ظہور پایا ہے بندے نے (اس قوت وصلاحیت کو) ہضم کیا۔ اگر بندہ انجیل پڑھتا تو لوگ کہتے کہ مسیحؑ ابن مریمؑ دوسری مرتبہ نمودار ہوے ہیں۔ اسی طرح اگر زبور پڑھتا تو کہتے کہ یہ تو داؤدؑ ہیں۔ اگر کلام اللہ پڑھتا تو لوگ خیال کرتے کہ رسول اللہؐ دوبارہ تشریف لاے ہیں۔ اور اس بارے میں مبتلائے شک ہو جاتے! بندہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہضم کیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو ولایت محمدیہ کا بار اٹھانے کیلئے پیدا فرمایا ہے؟

نیز آپؑ کی ولادت باسعادت کے حالات سے ظاہر ہوتا ہیکہ ابتدا ہی سے آپ کو وہبی علم عطا ہو رہا تھا روایت ہے

''حضرت سید عبداللہ گفتند کہ آں ذات مبارک چوں متولد شد ہر دو دست بر شرمگاہ خود نہادند چوں

پر بدنِ شریف جامہ پوشانیدند دستہاے خود جدا ساختند و باز گاہیکہ جامہ ازتنِ مبارک دور میکردند
بطور سابق دستہاے خود بر شرمگاہ می نہادند (مولود مولفہ حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ)

یعنی حضرت سید عبداللہ (والد بزرگوار حضرت امامنا علیہ السلام) فرماتے ہیں کہ اس ذات مبارک کا تولد ہوا تو دونوں ہاتھ اپنی شرمگاہ پر رکھے ہوے تھے۔ جب بدن شریف پر کپڑا پہنایا گیا اپنے ہاتھ جدا کر لئے اور جب کبھی کپڑے آپؑ کے تنِ مبارک سے علحدہ کئے جاتے اسی طرح اپنے ہاتھ شرمگاہ پر رکھ لیتے تھے۔'' یہ ایک عجیب وغریب واقعہ ہے کہ قدرنے آپ کے پیدا ہوتے ہی آپؑ سے رشد و ہدایت کی بنیاد رکھوائی اور اہل دنیا کو احکام شریعت کی حفاظت ونگہداشت کا حیرتناک عملی درس دیا۔ اور اہل بصیرت کو یہ جان لینے کا موقع عطا فرمایا کہ یہ ہستی مستقبل میں کس منصب پر فائز ہوگی! کیونکہ یہ علامت ان علائم ارہاصیہ میں سے ہے جو خلفائے الٰہی سے ان کے دعوے نبوت وخلافت سے بہت قبل ظاہر ہوا کرتی ہیں۔ فی الحقیقت خاتمین علیہما السلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ دونوں قدسی صفات ہستیاں ازل ہی سے اس مرتبہ پر فائز ہیں چنانچہ خصوص میں حدیث نبیت نبیاو ادم بین الماء والطین (میں نبی اس وقت تھا جب کہ آدم کی مٹی خمیر کیجا رہی تھی) کہ تفسیر میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

و غیرہٖ من الانبیاء ما کان نبیا الا حین بعث و کذالک خاتم الاولیاء کان ولیاو ادم بین الماء والطین وغیرہ من الاولیاء ما کان ولیا الا بعد تحصیل شرایط الولایۃ (شواہد)

(ازلی نبی ہونے کی خصوصیت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کیلئے ہے آپؐ کے سواے جتنے انبیاء ہیں وہ نبی اسوقت ہوتے جب کہ ان کو بعثت ہوتی ہو۔ اور اسی طرح خاتم الاولیا اس وقت سے ولی ہیں جبکہ آدم علیہ السلام کی سی خمیر کیجا رہی تھی خاتم الاولیا کے سواے جو دلی ہیں وہ اس وقت ولی ہوتی ہیں جب کہ ان کو ولایت کی شرائط حاصل ہوں۔

غرض یہ امر متحقق ہے کہ امامنا علیہ السلام کو وہبی تعلیم بلا واسطہ ہوا کرتی تھی جس کو آپؑ نے علی الاعلان اس وقت ظاہر فرمایا جب کہ آپؑ نے بحکم خداے تعالیٰ دعوے مہدیت پیش کیا اور ''وحی بلا توسط'' کے اظہار کا بھی یہی وقت تھا۔

اس کے علاوہ ایسی روایات بھی ملتی ہیں جن سے آپؑ کو کیسی علم ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں مکتب کی ابتاء تسمیہ خوانی سے ہوا کرتی تھی اور آپؑ کے والد کو حکومت وقت کی طرف سے خطاب وعز وجاہ وشوکت وحشمت حاصل تھی اس لئے انھوں نے بھی بڑے اہتمام کیساتھ آپ کی کسبی تعلیم کی ابتدا تسمیہ خوانی سے کی۔ اور یہ واقعہ اگرچہ کسبی تعلیم سے متعلق ہے لیکن اس میں بھی وہبیت کی غیر معمولی تائید شامل حال پائی جارہی ہے۔ روایت ہے کہ:۔

چوں وقت بہ مکتب نشستن میراں علیہ السلام رسید چہار سال و چہار ماہ و چہار روز بعمر مبارک شدہ بود میراں سید عبداللہ تشریع ضیافت نمودند۔ میاں شیخ دانیالؒ را گویانیدند۔ حضرت میراں فرمودند'' شیخ دانیالؒ سید ہستند شاہ دانیالؒ باید گفت'' پس گویانیدند کہ امروز مکتب میراں سید محمد است باید کہ آمدہ

بزبان مبارک خود بسم اللہ گویانند پس شاہ دانیالؒ درحال بر مکان سید عبداللہ آمدہ حضرت میراںؑ رابرادر نگ کلاں بہ نشانند ند وخود پایان تخت استادند۔ و نیز حوالی تخت اکثر الناس من العلما والفقہاء والصلحہا والاتقیاء والعرفاء والعیا کراستادہ بودند ہمدراں حضرت خضرؑ قدوم فرمودندراں جماعت کسے خضرؑ را نہ شناخت مگر حضرت میراںؑ استادہ تعظیم کردند شاہ مذکور و جملہ حاضرین رابسا تعجب آمد کہ محبوب خورد سال یکدام تعظیم کرد۔ پس دراں زماں شاہ دانیالؒ سراز مراقبہ برآوردہ دیدند کہ حضرت خضرؑ در جمیع الناس عموم و خصوص استادہ اند۔ بعدہٗ بجانب حضرت خواجہؑ التماس بر نیاز مندی نمود۔ خواجہ وشاہ ہر دو کس حضرت میراںؑ رانبشانندند وخود پایان نشستند و نیز خواجہ الیاسؑ ومہتر عیسیٰؑ ومہتر ادریس بحکم خدائے تعالیٰ حاضر شدہ بودند۔ چوں وقت بسم اللہ گویانند۔ خواجہ خضرؑ جواب فرمودند کہ شما بسم اللہ گویانید۔ آمر تعالیٰ امر المخصوص بایں کار فرستادہ است کہ امروز حبیب من بسم اللہ می گوید تو برو وآمین گو۔ بنابراں شاہ دانیالؒ بسم اللہ گویانیدند وحضرت خواجہ خضر بصوت اعلان آمین گفتند (مولود مولفہ حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ)

یعنی جب امامنا علیہ السلام کا مکتب میں بیٹھنے کا وقت آپہنچا یعنے عمر مبارک چار سال چار ماہ چار یوم کی ہوئی تو حضرت میاں سید عبداللہؓ نے مجلس ضیافت منعقد کی اور حضرت شیخ دانیالؒ کو بھی کہلایا۔ حضرت امامنا علیہ السلام نے (یہ نام سنکر) فرمایا کہ شیخ دانیالؒ سید ہیں شاہ دانیالؒ کہنا چاہیئے''۔ پس اسی (نام کے ساتھ) کہلایا گیا کہ آج میراں سید محمد کے مکتب کی ابتداء ہے آپ تشریف لاکر اپنی زبان مبارک سے بسم اللہ پڑھائیں۔ حضرت شاہ دانیالؒ اسی وقت سید عبداللہؓ کے گھر آگئے اور سیدنا علیہ السلام کو ایک بڑے تخت پر بٹھادیا اور خود تخت کے پایہ سے لگے کھڑے رہے اور تخت کے اطراف و جوانب بہت سارے لوگ علماء فقہا' اتقیاء عرفا وعسا کر کھڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں حضرت خواجہ خضرؑ نہضت افروز ہوئے کسی نے حضرت کو نہ پہنچانا مگر حضرت امامنا نے کھڑے ہو کر تعظیم دی۔ شاہ دانیالؒ اور سب حاضرین اس حرکت پر متحیر ہو گئے کہ اس کمسن محبوب نے کس کو تعظیم دی ہے پس تھوڑی دیر میں حضرت شاہ دانیالؒ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر دیکھا کہ حضرت خضرؑ اس مجمع میں تشریف فرما ہیں۔ پھر حضرت خضرؑ سے اپنی عاجزی پر التماس کیا خواجہ اور شاہ دونوں حضرات نے امامنا علیہ السلام کو بٹھادیا۔ اور خود بھی وہیں تخت سے لگ کر بیٹھ گئے اور حضرت خواجہ الیاسؑ ومہتر عیسیٰؑ ومہتر ادریسؑ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس مجلس میں تشریف فرما تھے۔ جب بسم اللہ پڑھانے کا وقت آگیا تو شاہ صاحب نے حضرت خضرؑ سے التماس کیا کہ آپ اپنی زبان مبارک سے بسم اللہ پڑھائیں۔ خواجہؑ نے جواب دیا کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ محض اس لئے بھیجا ہے کہ آج کے دن ہمارا حبیب بسم اللہ پڑھتا ہے تم آمین کہلاؤ! پس حضرت شاہ دانیالؒ نے بسم اللہ پڑھائی اور حضرت خضرؑ نے باواز بلند آمین کہا۔

ملاحظہ ہو کہ اس روایت میں ''حضرت شاہ دانیالؒ'' کی سیادت کا اظہار اور حضرت خواجہ خضرؑ کی شناخت و تعظیم وہبی علم پر دلالت کر رہے ہیں۔ غرض کہ تسمیہ خوانی کی تقریب اپنی ظاہری و باطنی شان وشوکت کیساتھ پوری ہوئی اور آپؐ کو

حضرت شاہ دانیالؒ کے مدرسہ میں شریک کر دیا گیا۔کیا ہی خوش نصیب ہے وہ استاذ جس نے خدائے تعالیٰ کے خاص، منتخب تلمیذ کی معلّمی کا شرف حاصل کیا ہو **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء حضرت شاہ دانیال** عالم رموز شریعت و طریقت اور صاحب حال بزرگ تھے۔انھوں نے اس مقدس ہستی کو جان لیا تھا۔اس لئے جب کبھی امامناً مدرسہ تشریف لیجاتے استاد صاحب تعظیم وتکریم کے بعد آپؑ کو اپنی جگہ جلوہ افروز کرتے تھے۔روایت ہے کہ:۔

''وقتیکہ حضرت میراںؑ برائے تحصیل علم در مدرسے بیامدے شاہ دانیالؒ بسیار اکرام نمودہ بحضور خود نشاندہ برائے تعظیم دیگراں را نیز فرمودے۔سید احمد کہ برادر کلاں بودند رشک بردند کہ مرا گاہے چنیں تعظیم نمی کنند تا یک روز خواجہ خضرؑ برائے ملاقات شاہ دانیالؒ آمدہ بودند و بعد رفتن خضر سید احمد را برائے امتحان پرسیدند کہ ایں کدام کس بود جواب دادند من نمی دانم۔بعدہ حضرت میراںؑ را پرسیدند حضرت فرمودند کہ خواجہ خضر بودند۔شاہ دانیالؒ دل داشتگی کردہ فرمودند کہ ایں برادر شما مرد عظیم است و آنچہ شرف از باری تعالیٰ کہ وارد شما آگاہ نیستند (مولود مولفہ حضرت شاہ عبدالرحمٰنؒ)

یعنی حضرت مہدی علیہ السلام تحصیل علم کے لئے مدرسہ میں جب تشریف لاتے حضرت شاہ دانیالؒ بہت عزت واکرام سے اپنی جگہ بیٹھاتے اور دوسروں کو بھی تعظیم کے لئے فرماتے تھے۔آپ کے بڑے بھائی حضرت سید احمد کو رشک ہونے لگا کہ کبھی میری تعظیم ایسی نہیں کرتے۔اتفاقاً ایک دن حضرت خضرؑ شاہ دانیالؒ کی ملاقات کے لئے آگئے تھے۔تشریف لیجانے کے بعد امتحان کے طور پر شاہ نے سید احمد سے پوچھا کہ یہ کون صاحب تھے۔سید احمد نے کہا میں نہیں جانتا۔پھر سیدنا علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ خواجہ خضرؑ تھے۔شاہ دانیالؒ نے سید احمد کی دلداری کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تمہارے بھائی کی بہت بڑی ہستی ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو شرف واعزاز رکھتے ہیں تم اس سے آگاہ نہیں ہو''۔

سات سال کی عمر میں کلام اللہ حفظ فرمالیا اور بارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوگئے۔شاہ نے تمام علما کو جمع کیا سب نے باتفاق تمام آپؑ کو ''اسد العلماء'' کا خطاب دیا۔آپ کی طالب علمی کے ایسے واقعات بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپکا علم اپنے استاد پر بھی فوقیت رکھتا تھا۔استاد کے وہ عقدے اور شبہات جو برسوں سے حل نہو سکے تھے حضرتؑ نے اپنی طالب علی کے زمانہ میں حل کر دیئے ہیں۔

''میاں شاہ دانیالؒ تعلیم قرآن شریف بیک رکوع دادے حضرت میراںؑ قبل از تعلیم خود یک جز خواندے تا در ہفت سالگی تمام قرآن حفظ کردند''۔(مولود مولفہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن)

یعنی حضرت شاہ دانیالؒ قرآن شریف کے ایک رکوع کی تعلیم دیتے تو حضرت سیدنا علیہ السلام اپنی تعلیم سے قبل ہی ایک جز پڑھ لیتے تھے یہانتک کہ سات سال کی عمر میں پورا قرآن مجید حفظ فرمالیا''

حضرت مولٰنا شاہ برہانؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

[1] ہم یہاں مثال کے طور پر ایک روایت کا ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوسکتا ہیکہ آپ کس طرح سوالات کو ایک ہی جواب میں حل فرمادیا کرتے تھے روایت ہیکہ ایک موقع پر کسی نے چار بڑی کتب سماویہ کے نزول کی ماہیت کی نسبت حضرت سے سوال کیا تو آپ نے جواب فرمایا کہ ''مراد توریت وزبور وانجیل وفرقان بہ یک کلمہ اندک لا الہ الا اللہ است'' (انصاف نامہ)

چوں شیخ از ہر نسخہ کہ تعلیم یک جز دادندے حضرت امام علیہ السلام تمام ماہیت و مرد آں کتاب را باسوال وجواب واضح کردہ فرمودندے کہ بسیار اشکالہائے شیخ ہم حل شدے''۔(شواہدالولایت)

یعنی جب شیخ دانیالؒ کسی نسخہ سے ایک جز کی تعلیم دیتے تو حضرت امامنا علیہ السلام اس کتاب کی پوری ماہیت سوال و جواب کی صورت میں اس طرح واضح کردیتے کہ خود شیخ کے بہت سارے اشکال بھی حل ہوجاتے تھے''۔

اور نقلیات میاں عبدالرشیدؒ میں بھی اس نوعیت کی روایت ہے۲۸۰؎

یعنی ''خواجہ خضرؑ ہمیشہ جمعرات کے دن مدرسہ میں تشریف لاتے اور شاہ دانیالؒ سے امتحان کے طور پر چند سوال کرتے جب ان کو جواب سے مجبور پاتے حضرت امامنا علیہ السلام سے سوال کرتے آپ تمام سوالات کو ایک ۱؎ ہی جواب میں حل

کردیتے تھے۔ جب امامنا علیہ السلام کی عمر شریف بارہ سال کی ہوئی اور وقت کی مناسبت پائی گئی تو حضرت خضرؑ نے حقدار کو حق پہنچانا چاہا اس لئے میاں شاہ دانیالؒ سے فرمایا ندی کے کنارے صحرا میں جو مسجد ہے جسے کھوکری مسجد بھی کہتے ہیں۔ آپ دونوں وہاں آئیں شاہ دانیالؒ حضرت امامنا علیہ السلام اور آپؑ کے برادر حضرت سید احمد کو ہمراہ لئے ہوئے وعدہ گاہ پر پہنچے ۔حضرت خضرؑ نے یہاں بھی شاہ دانیالؒ سے چند سوال کئے وہ جواب نہ دے سکے۔ امامنا علیہ السلام سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے ایک ہی جواب میں حل فرمادیا۔ اس کے بعد حضرت خضرؑ امامناؑ کو خلوت میں لے گئے اور جدامجد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو امانت ان کے پاس تھی آپؑ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ عطائے بارِ امانت ہے۔ انا عرضنا الامانۃ الخ آیتِ قرآن مجید کا مفہوم پورا پورا آپؑ پر صادق ہے۔ پھر آپؑ نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ اپنے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس امانت سے تلقین کریں۔ یہ ذکر خفی کی تعلیم جو میرے پاس امانت تھی آپؑ کو پہنچادی گئی۔ کچھ حامل اثقال کو بھی ملنا چاہئیے پھر حضرت امامناؑ نے حضرت خضرؑ کو ذکر خفی کی تلقین کی۔ اس کے بعد یہ دونوں صاحب رموز واسرار ہستیاں خلوت سے جلوت میں آئیں اور حضرت خضرؑ نے حضرت شاہ دانیالؒ سے فرمایا کہ یہ مہدی موعودؑ ہیں میں نے ان کی مہدیت کی تصدیق کی ہے تم بھی تصدیق کریں اور تلقین حاصل کریں۔ پس حضرت شاہ دانیالؒ اور حضرت سید احمد دونوں نے تلقین حاصل کی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان دنوں حضرت شاہ دانیالؒ نے سیدنا علیہ السلام کو ''سیدالاولیاء'' کا لقب دیا اور دن بدن حضرتؑ کی ولایت عوام پر ظاہر ہونے لگی۔''

یہ واقعات بارہ سالہ عمر یعنی دعوے مہدیت سے اٹھائیس سال قبل کے ہیں۔ گویا اپنی مہدیت کا علم ہونے کے بعد بھی جبتک علی الاعلان دعوے کا تاکیدی حکم نہ ملا آپؑ نے طویل عرصہ تک مہدیت کو ظاہر نہیں فرمایا۔ غرض ان واقعات سے ظاہر ہیکہ امامنا علیہ السلام کا علم، طالب علمی کے زمانہ میں ہی اتنا بڑھا ہوا تھا کہ آپؑ کے استاد کے عقدے حل ہوجایا کرتے تھے

اورآپکو غیبی وہبی تائید حاصل تھی جب ہی تو آپؐ کو بارہ سال عمر میں اسد العلماء کا خطاب علمانے بالاتفاق دیا۔اوراس کے بعدآپکے کیمیا اثر وعظ وبیان اور ریاضت وزہد وتقویٰ کی وجہ آپؐ ''سیدالاولیا'' مشہور ہوگئے۔چنانچہ کتب تواریخ بھی اس کے شاہد ہیں جس کی مثالیں دوسرے مضامین میں پیش کی جاچکی ہیں۔

حضرت امامنا علیہ السلام کا اپنے استاد کے علم پرفوقیت رکھنا کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں جبکہ قرآن مجید میں حضرت داؤدوحضرت سلیمان علیہماالسلام کا وہ قصہ موجود ہے جسمیں حضرت سلیمانؑ کے فیصلہ کوآپ کے والد حضرت داؤدؑ نے اپنے فیصلہ کے مقابلہ میں تسلیم کرلیا تھا۔حالانکہ اس وقت حضرت سلیمانؑ کی عمر گیارہ سال کی تھی۔اورحضرت داؤدؑ اولوالعزم صاحب کتاب پیغمبر تھے۔آیت کے الفاظ ملاحظہ ہوں:۔

و دائود و سليمان او يحكمان فى الحرث اذ نفشت فيه غنم القوم و كنا لحكمهم شاهدين ففهمنا ها سليمان و كلا اٰتينا حكما و علماً (جزء ۱۷ رکوع ۶)

یعنی داؤد وسلیمان کو بھی (یاد کرو) جب کہ وہ دونوں کھیتی کا جھگڑا فیصل کررہے تھے جب کہ ایک کھیت میں ایک قوم کی بکریاں رات کو چرگئی تھیں۔اورانکا فیصلہ ہمارے سامنے تھا۔پھر ہم نے وہ فیصلہ سلیمان کو سمجھا دیا اور ہرایک کو ہم نے حکمت وعلم عطا کیا ہے؟

تفسیر خازن، تفسیر کبیر وغیرہ بڑی بڑی کتابوں میں جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داؤدؑ کے پاس ایک کسان اور چرواہا دونوں آئے کے کسان نے فریاد کی کہ اس چرواہے کی بکریاں رات کو میرے انگور کے کھیت میں گھس پڑیں اور سخت نقصان پہنچائیں۔حضرت نے فرمایا کہ ''کھیت کے بدلے بکریاں کسان کو دیدی جائیں'' دونوں وہاں سے حضرت سلیمانؑ کے پاس پہنچے۔آپؐ نے فیصلہ سنکر فرمایا'' میں الوالامر ہوتا تو دوسرا ہی فیصلہ کرتا جو دونوں کے لئے مفید ہوتا''۔فریادیوں نے یہ بات حضرت داؤدعلیہ السلام تک پہنچادی۔آپؐ نے فرزندار جمند کو بلا کر پوچھا تم کیا فیصلہ کرتے؟ سلیمانؑ نے کہا میں کسان کو بکریاں اس طرح دیتا کہ اس کا کھیت دوبارہ تیار ہونے تک ان بکریوں کی نسل دودھ اور صوف وغیرہ سے فایدہ اٹھائے اس کے بعد جسکی بکریاں اس کے حوالہ کردی جائیں''۔حضرت داؤدعلیہ السلام نے فیصلہ کو بہت پسند فرمایا اسی پرعمل کرنے کا حکم دیا۔

امام فخرالدین رازی تحریر فرماتے ہیں:۔

قال ابن عباس رضى الله عنهما حكم سليمان بذالك وهوا بن احدى عشر سنة (مفاتيح الغيب المعروف بـه تفسير كبير جلد ۵ص ۱۷۲)

یعنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا نے کہا کہ سلیمان علیہ السلام نے جس وقت یہ فیصلہ کیا گیارہ سال کی عمر تھی۔

علماء نے اس واقعہ پربہت بحثیں کی ہیں۔اصل یہ ہے کہ حضرت داؤدعلیہ السلام سے بھی غلطی نہیں ہوئی البتہ اللہ تعالیٰ

نے سلیمان علیہ السلام کو اس سے بہتر بات معلوم کرائی۔ یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ گیارہ سالہ فرزند ہونے کے باوجود ان کے والد اور صاحب کتاب پیغمبر سے بہتر بات معلوم کرائی گئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی اپنی قدرت کاملہ کا ذکر بھی فرما دیا ہے کہ **کلاً اتینا حکماً و علماً** ۔یعنے ہم ہر ایک کو حکمت و علم عطا کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ حکمت و علم عطا کرنے پر قادر ہے اپنے ہر خلیفہ کو عطا فرماتا ہے۔

اسی طرح جب مہدی علیہ السلام بھی خلیفۃ اللہ ہیں تو ان کی حکمت و علم، حضرت شاہ دانیالؒ کے علم پر کیوں نہ فائق ہوں جب کہ شاہ دانیالؒ خلیفۃ اللہ نہیں ہیں! جو مقدس ہستی الوہیت کے بحر ناپیدا کنار کی پیراک ہو اس کے سامنے کسبی علوم کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

امامنا علیہ السلام کو بارہ سالہ عمر کے اندر اندر کسبی علوم سے جو تعلق رہا اس کی نوعیت بھی نہایت خاص اور اہم ہے خود امامنا علیہ السلام نے ایک دفعہ فرمایا:۔

> فرمودند کہ از حضرت باری تعالیٰ بجز امی علم لدنی عطا نمی شود یا امی اصل باشد یا جعلی۔ بندہ را پیش ازاں علم ظاہری بود آں علم را فراموش گردانیدہ بعدہٗ بعلم قرب مقرب کردند (نقلیات حضرت بندگیمیاں عبدالرشیدؒو انصافنامہ)

یعنی فرمایا کہ درگاہ باری تعالیٰ سے اُمّی ہی کو علم لُدنّی عطا ہوتا ہے خواہ امی اصلی ہو یا امی جعلی (بعد میں امی بنا دیا گیا ہو) بندے کو اس سے پہلے علم ظاہری تھا وہ علم بھلا دیا گیا۔ اس کے بعد علم قرب (منصب مہدیت) سے مقرب کیا گیا۔

واضح ہو کہ یہ روایت منصب مہدیت کے اعلان کے بعد کی ہے۔ اس لئے کہ آپؑ ۱۴؍ جمادی الاولیٰ ۸۴۷ھ دوشنبہ کے دن طلوع فجر سے قبل جُونپور میں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر ۸۵۹ھ میں اسد العلماء کا خطاب حاصل کیا۔ چالیس سال کی عمر ۸۸۷ھ سے دعوے مہدیت کی ابتداء فرمائی۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپؑ کو دعوے مہدیت کے اٹھائیس سال قبل ہی علم ظاہری سے فارغ التحصیل قرار دیا جا چکا تھا۔ وہ بھی بھلا دیا جائے کے بعد آپؑ کو علم قرب یعنی وحی بلا توسط سے مشرف کیا گیا جو منصب مہدیت کی اہم خصوصیت ہے جسکے کمال کا زمانہ وہی ہوتا ہے جبکہ مہدیت و خلافت کا دعویٰ دیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ امامنا علیہ السلام نے کسی علوم سے کچھ بھی کام نہیں لیا۔ آپؑ نے کوئی مضمون لکھا نہ کوئی کتاب تصنیف فرمائی البتہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح چند دعوتی مکاتیب پائے جاتے ہیں جن میں دعوت اور حکمت و موعظت کی وہی سیدھی سادھی باتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کو بیان کرنی چاہئیں۔ علمی نوک جھوک یا تبحر و تلاطم ان میں نہیں ہے۔

جتنے انبیاء مبعوث ہوئے ہیں ان کے طریقہ شدہ ہدایت کے مطالعہ سے واضح ہوگا کہ انھوں نے بجز کتاب اللہ کے دوسری کتاب پر رشد و ہدایت کی نہ انھوں نے اپنی طرف سے کوئی کتاب تصنیف کی حضرت خاتم النبین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنی احادیث شریفہ تک لکھنے سے منع فرما دیا تھا۔ "**لا تکتبوا عنی غیر القرآن**" کیونکہ خلفائے الٰہی کی

دعوت احکام الٰہیہ اور صرف کتاب اللہ پر رہی ہے خواہ وہ کتاب ان پر نازل ہوئی ہو یا ان سے پہلے کے کسی پیغمبر پر اسی طرح امامنا علیہ السلام نے بھی کتاب اللہ پر مخلوق کو دعوت دی اور اسی کے رموز وحقایق پر آگاہی بخشی اور ایسی تعلیم دی کہ جس سے باطن کے صیقل اور عشق ومحبت الٰہی کے لوازم کی تکمیل ہو اور معرفت توحید باری تعالیٰ کے اعلیٰ مدارج حاصل ہوں۔ غرض کسبی علوم کا استعمال نہ کرنا آپؑ کے کسبی علوم کو بُھلا دیا جانے کا یہ بھی ایک بین ثبوت ہے

فی الحقیقت آپؑ کا کسب علم آپ کا علایم ارہاصیہ کے منجملہ ایک اعجاز کی حیثیت بھی رکھتا ہے کیونکہ اس زمانہ کے خانقاہوں مسجدوں اور مدرسوں میں جابجا علوم دینیہ وعلوم مشرقیہ کی تعلیم ہوا کرتی تھی اس لئے علماء وحفاظ کی تعداد بکثرت موجود تھی جن میں سے ایک سے ایک برتر صاحب کمال پائے جاتے تھے اور خصوصاً جونپور اس زمانہ میں علماء وفضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔

پس جس طرح خدائے قدوس نے حضرت داوٗدؑ گدکو نغمہ سراؤں میں، حضرت موسیٰؑ کو ساحروں میں اور حضرت عیسیٰؑ کو اطبا ہیں اور حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ ﷺ کو فصیح اللسان عربوں میں اعجاز عمل فرمایا تھا، اسی طرح آپؑ کو اس زمانہ کے جلیل القدر علماء وحفاظ میں اعجاز نما علم وحفظ عطا فرمایا ہے پس یہی وجہ تھی آپؑ کی بظاہر تحصیل کی۔ اس سے قدرت کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے الٰہی کی غیر معمولی قوت واستعداد کے ایسے ظاہر سے اُن کی غیبی استعداد تائید کا ایقان پیدا کرایا جائے یہی وجہ ہے کہ خلیفۃ اللہ کو اس کے زمانے کے صاحب کمال لوگو پر برتری عطا کیجاتی ہے۔ اسی طرح امامنا علیہ السلام کو بھی آپ کے زمانے سے باکمال علما وحفاظ پر حیرتناک برتری عطا فرما کر آپؑ کی معجز نما قوت واستعداد کو ظاہر فرما گیا۔ ورنہ جس کنز مخفی سے فیضان حاصل ہو رہا تھا اور جس ذات قدسی صفات سے آپؑ تعلیم پا رہے تھے۔ اس فیضان اور تعلیم کے ہوتے ہوئے آپ کو کسب علم کی کوئی حاجت نہ تھی پاس حضرت سیدنا علیہ السلام کی طالب علمی صرف اظہار اعجاز پر مبنی تھی ادریس! چنانچہ روایت کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

بعد از مہدیت پیش خدائے تعالیٰ عرض کردند کہ اے بار خدایا اگر بعد از مہدیت ایں چنیں علم لدنی عطا کردی پس آں علم ظاہری را پر مقصود بود فرمان شد برائے حجت خلق پیش ازاں علم ظاہر دادیم

(انصاف نامہ باب دہم)

یعنی مہدی موعود علیہ السلام نے منصب مہدیت عطا ہونے کے بعد بارگاہ ایزدی میں عرض کیا کہ خدایا جب تو نے ایسا علم لدنی عطا فرمایا ہے تو اس (ابتدائی) علم ظاہری سے کیا مقصود تھا؟ فرمان ہوا ''خلق کی حجت کے لئے''

ملاحظہ ہو اس روایت میں ''حجت'' کا لفظ اعجاز کی حیثیت پر بداہتہ دلالت کر رہا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا علیہ السلام کو بلند مرتبہ وہبی تعلیم حاصل تھی اور آپؑ نے اس تعلیم بلا واسطہ کی اپنی خصوصیت پر ایسے واضح علایم وآثار کے ذریعہ مخلوق کو آگاہ فرمایا جیسے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنے وجود اور اپنی قدرت کاملہ پر اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی

نبوت ورسالت کی صداقت پرآیات دبینات کے ذریعہ آگاہ فرمایا ہے۔اسئی لئے آپؑ نے دعوت مہدیت کے بعد فرمایا کہ:

اگر بندہ خلوت میں قرآن کا مطالعہ کر کے معانی سونچکر باہر آتا اور بیان کرتا ہے تو بندہ ظالم اور مفتری علی اللہ ہوجائے گا۔بندہ جو کچھ کہتا کرتا اور سنا تا ہے۔اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے کہتا کرتا اور سنا تا ہے بندہ کواللہ تعالیٰ کی طرف سے روزانہ بلاواسطہ تعلیم ہوا کرتی ہے(روایت ۹)

اس لئے کہ اس وقت آپؑ کا علم ظاہری بھلا دیا گیا تھا آپؑ صرف علم بلاواسطہ سے استفادہ فرما رہے تھے۔اپنی ذہنی سونچ بچار اور کتب متداولہ کی معلومات سے استداد کی آپؑ کو قطعاً ضرورت نہ تھی۔ **فسبحان الذی بعث المهدی الموعود الرشد و الهداية . وخلقنا فی امته ذات الفضيلة والكرامته. اللّٰهم ا هدنا واهدا لا مم توفيق الايمان واسطاعة**

<u>توضیح روایت(۱۰)</u> : مولف ہدیہ مہدویہ نے اعتراض کیا ہے کہ

"ثم" کے معنی تراخی کے ہیں لازم ہو کہ قرات کے ساتھ ہی بیان بھی ہو نہ کہ بعد حیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پس یہ کہنا کہ معنیٔ ثم' کے حضرتؑ کے زمانہ میں درست نہیں نا درست ہے۔ثم' کو سینکڑوں برسوں کی تاخیر درکار نہیں۔اور نہ اس میں یہ شرط ہیکہ بعد انقراض حیات مخاطب کے اس کو ظہور ہو۔بلکہ مطلق تاخیر کا مفاد ہے۔خواہ زیادہ ہو یا کم چنانچہ شواہد اس کے بے شمار ہیں۔ **ثم لا يتبعون ما انفقوامنا ولا اذى . ثم انزل عليكم من بعد الغم امته نعاسا . ثم ياتی من بعد ذالک سبع شداد . ثم لنسفه فی اليم** (ہدیہ مہدویہ)

صاحب ہدیہ نے خود اس امر کو تسلیم کرلیا ہے کہ "ثم" مطلق تاخیر کا فائدہ دیتا ہے خواہ یہ تاخیر کم ہو یا زیادہ۔اور جس طرح انھوں نے تراخی قریبہ کے شواہد پیش کئے ہیں اسی طرح تراخی بعیدہ کے بھی بہت شواہد ہیں۔ **ثم ان علينا حسابهم ثم انكم يوم القيامة تبعثون . ثم يميتكم ثم يحيكم** ۔ملاحظہ ہو کہ ثم' کا استعمال قیامت تک کی تاخیر کے لئے بھی ہوا ہے۔اور قاضی بیضادی نے لکھا ہے۔ھو دلیل علی جواز تاخر البیان۔یعنی وہ آیت تاخیر بیان کے جواز کی دلیل ہے۔

اس آیت کے ما قبل مضمون کا ربط یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن پڑھتے تو آنحضرتؐ بھی ان کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی پڑھنے لگتے تا کہ بھول نہ جائیں قرانہ یعنی تم ان کے ساتھ ہی زبان کو حرکت نہ دو اور یاد کرنے کے لئے جلدی نہ کرو۔بیشک اس قرآن کو(تمہارے دل میں)جمع کر دینا اور اسکو(تمہاری زبان پر) قائم کر دینا ہمارے ذمے ہے جب ہم اس کو(جبرئیل کی زبانی) پڑھیں تو تم ان کے پڑھنے کی پیروی کرو حفظ قرآن کے لئے تھا بیان قرآن کیلئے نہیں **ثم ان علينا بيانه** کا تعلق اس کے پہلے کے مضمون سے ہونا ضروری نہیں ہے اور نحوی قاعدہ بھی یہ ہے کہ ثم' دو جملوں کے مضمون کو علحدہ کرنے کے لئے بھی استعمال ہوا کرتا ہے۔

اور بعض شواہد ایسے بھی ہیں جن سے مہدی موعود علیہ السلام کا مبین قرآن ہونا ظاہر ہوتا ہے۔مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ

السلام نے فرمایا نحن ناتیکم بالتنزیل واما التاویل ضیاتی به الفار قلیط ۔یعنی ہم تمہارے پاس تنزیل (صحف) لے آتے ہیں اور لیکن تاویل (بیان) تو فارقلیط نے آئیگا۔ فارقلیط سے بعض لوگوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد لی ہے اور یہ کسی طرح صحیح نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم صاحب کتاب ہیں۔ صرف صاحب بیان نہیں اور نحن ناتیکم جمع متکلم ہے اسمیں صاحب کتاب انبیا کی پوری جماعت داخل ہے۔ اس کے بعد تاویل یعنے بیان کو علحدہ کر کے فار قلیط سے مخصوص کیا گیا ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مہدی موعود خلیفۃ اللہ ہی کی ذات ہے جس پر بیان قرآن کا اطلاق کیا جاسکتا ہے اس لئے فارقلیط سے مراد مہدی موعود علیہ السلام ہیں۔

علامۃ العصر بندگیمیاں عبدالملک سجانودی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جعل الشیخ فارقلیط بلسان عیسیٰ علیہ السلام عبارۃ عن المھدی (سراج الابصار) یعنی شیخ عبدالرزاق کاشی نے عیسیٰ علیہ السلام کے بیان کردہ فارقلیط سے محمد مہدی مراد لیا ہے۔

اور تفسیر عالم میں آیت یایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان القراٰن نزل منه ای مضی تاویلهن قبل ان نیزلن و منه ای وقع تاویلهن علی عهد رسول اللهؐ و منه ای وقع تاویلهن بعد رسول اللهؐ ومنه ای یقع تا ویلهن فی اٰخر الزمان ۔یعنی قرآن نازل ہوا اور بعض تاویل اس کے پہلے گزر چکیں اور بعض کی تاویل رسول اللہؐ کے زمانے میں ہوئیں۔ اور بعض کی تاویلین رسول اللہؐ کے بعد ہوئیں اور بعض کی تاویلین آخر زمانہ میں ہونگی یعنی آخر زمانہ میں بیان قرآن مہدی موعود علیہ السلام کریں گے۔

شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:۔

قدا خیر علیه السلام عن المهدی انه لا یخطی رجعله ملحقاً بالانبیاء علیهم الصلوة والسلام فی ذالک الحکم (فتوحات مکیہ)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہدی علیہ السلام کی نسبت خبر دی ہیکہ وہ خطا نہ کریں گے۔ اور اس صفت عصمت میں رسول اللہؐ نے مہدی علیہ السلام کو انبیاء سے ملحق فرمادیا ہے۔

مہدی موعودؑ کی یہ شان ہے تو ان کے ذریعہ بیان قرآن ضروریات دین سے ثابت ہوتا ہے۔ تاکہ قرآن مجید کے مضامین اس قطعی الدلالہ ذریعہ سے معلوم ہوجائیں اور دین اسلام کی روح از سرنو تازہ ہوجاے۔ اس لئے جس طرح بعض آیات میں مہدی موعودؑ کی بعثت کے متعلق اشارات پائے جاتے ہیں اسی طرح ثم ان علینا بیانہ میں بھی ایسا ہی اشارہ پایا جاتا ہے اور جبکہ امامنا حضرت سید محمد مہدی موعود علیہ السلام نے خداے تعالیٰ کے بے واسطہ حکم سے فرمادیا کہ یہاں بندہ کی ذات مراد ہے تو اب اشارہ نہ رہا بلکہ تفسیر متعین ہوچکی کہ یہ مہدی موعودؑ ہی سے متعلق ہے۔

قرآن مجید میں توحید، عبادات و معاملات اور قصص سے متعلق جو مضامین ہیں انمیں توحید باری تعالیٰ اصل ہے اور اسلام ایمان احسا گن کی تعلیم اسی توحید سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مشکوۃ شریف میں بیان ہوئی ہے جس میں جبرئیل علیہ السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سوال و جواب درج ہے۔

قال یا محمد اخبر نی عن اللسلام قال الاسلام ان تشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وان محمد رسول اللّٰہ و تقیم الصلوۃ وتوتی الزکوۃ و تصوم رمضان و تحج البیتت ان استطعت الیہٖ سبیلا قال صدقت . قال فاخبرنی عن الایمان قال ان تومن باللہ وملئکتہٖ و کتبہٖ ورسلہٖ والیوم الاٰخر وتومن باقدر خیرہ و شرہ قال صدقت قال فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الخ راوہ مسلم و رواہ ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ

(جبرئیل علیہ السلام نے) سوال کیا اے محمد صلعم مجھے اسلام کی خبر دیجئے۔ یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔اور نماز پڑھو۔زکوٰۃ دو۔رمضان میں روزے رکھو۔اوراگرسفر کی استطاعت ہوتو حج کرو۔(جبرئیلؑ) نے کہا آپؐ نے سچ فرمایا۔پھرکہا مجھے ایمان کی خبر دیجئے۔فرمایا اللہ اور ملٰئکہ اور آسمانی کتابوں اور رسولوں اور قدر خیر شر پر ایمان لائیں (جبرئیلؑ نے) کہا آپؐ نے سچ فرمایا۔پھرکہا مجھے احساں کی خبر دیجئے۔فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ خدا کو دیکھ رہے ہو اگر تم اس کو دیکھ نہ سکتے ہو تو یہ (خیال رکھو) تم کو دیکھ رہا ہے۔

واضح ہو کہ تعلیم اسلام متعلق بہ خصوصیات نبوت ہے اور تعلیم احسان متعلق بہ خصوصیات ولایت ہے اور ایمان ان دونوں میں مشترک ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان و اسلام عبادات ومعاملات پر علی سبیل الدعوت قرآن مجید کی تعلیم سے عوام الناس کو کما حقہٗ مستفید فرمایا۔اوراحسان کی تعلیم خاص خاص صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیگئی۔اسی لئے اکثر صوفیہ ومحققین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مبدء ولایت تسلیم کیا ہے۔تعلیم احسان سے متعلق ہم نے طلب دیدار خدا اور ذکر اللہ کے بیان میں جو توضیح کی ہے اس کے ملاحظہ سے شریعت وطریقت اور احسان کی تفصیل معلوم ہوگی۔

چونکہ تعلیم احسان خصوصیات ولایت سے متعلق ہے اس لئے مشیت ایزوی نے ایک مظہر ولایت کی بعثت کو ضروری قراردیا۔اسئی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا:۔

> اللہ تعالیٰ نے فرمایا الرحمٰن علم القراٰ خلق الانسان علمہٗ البیان اس آیۂ شریفہ میں علم القراٰن سے مراد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔آپؐ ان ظواہر قرآن پر بیان کرنے کے لئے مامور ہیں جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں۔اور القراٰن جو کہ ولایت سے تعلق رکھتا ہے وہ مہدیؑ نے بیان کیا ہے روایت ۲۳۱

نیز فرمایا کہ:

> ایمان ذات خدا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مجھے ولایت محمد یہ کے ان احکام کو بیان کرنے کے لئے مبعوث فرمایا ہے جو کہ مہدی موعودؑ سے متعلق ہیں (روایت ۲۲۰)

نیز فرمایا کہ:

> ثم ان علینا بیانہ سے مراد ذات مہدیؑ ہے یعنی خدائتعالیٰ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ (اے پیغمبر) تم رنجیدہ نہوں قرآن کے احکام کی مشیت اور اس کی مرادیں جو اِحسان

سے تعلق رکھتی ہیں تم سے فوت نہوں گی بلکہ آخر زمانہ میں جو کہ فترۃ وحی کا موقع ہے اس وقت قلوب سے تعلق رکھنے والے معانی واحکام قرآن مہدیؑ کی زبان سے بیان ہوں گے الخ (روایت ۲۳۲)

غرض ہمارے اس مختصر مضمون سے ظاہر ہے کہ ''ثم ان علینا بیانہ'' میں بیان متعلق باحسان کی طرف اشارہ ہے جس کا تعلق خصوصیات ولایت محمدیہ سے ہے اور اس کے مظہر حضرت مہدی موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔

توضیح روایت ۱۱:

اس روایت کی وجہ سے صاحب ہدیہ مہدویہ نے مہدی علیہ السلام پر شرک حقیقی کا الزام عاید کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

یہ صفت الٰہی کہ **ان اللہ یعلم غیب السموات والارض. یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا الخ ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ اوفی السموات اوفی الارض یات بھا اللہ** کہ صفت الٰہی اور جا بجا جناب باری اس کو اپنے واسطے خاص فرماتے ہیں شیخ موصوف (امامنا) بھی اس میں خدا کیساتھ شریک ہیں کہ اسی طرح کا علم منیب ان کو بھی حاصل ہے۔

اس کے بعد انھوں نے شواہد الولایت وغیرہ کتابوں سے اسی مضمون کی روایات پیش کی ہیں جو کہ روایت ۱۱ میں ہے۔اور ایک روایت یہ بھی پیش کی ہے کہ:۔

''شیخ مذکور نے (امامنا) نے اپنے خلیفہ دلاور کے حق میں فرمایا کہ میاں دلاور کو عرش سے تحت الثریٰ تک ایسا روشن ہے جیسا کہ ہاتھ میں رائی کا دانہ ہو'' اس کے بعد لکھا ہیکہ:۔

دیکھئے بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ خود بدولست کو تو جملہ موجودات کہ جس میں سموات وارض ومابینہما سب داخل ہے مانند دانے رائی کے رکھا ہوا ہے۔اور اہل سنت کا اعتقاد یہ ہیکہ ایک نوع کی شرک حقیقی کا دعویٰ ہے۔اور یہ فرق کچھ بکار آمد نہیں ہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ میں بالذات ہے اور بشر میں بواسطہ عطائے الٰہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت بشر میں پیدا نہیں کرتا ہے کہ کوئی بشر مانند حق سبحانہ کے عالم موجودات یا خالق کائنات یا رزاق حیوانات یا حافظ ارض و سمادات ہو جائے۔استغفر اللہ العظیم پھر خدا اور بندے میں کیا فرق رہا۔

(ہدیہ مہدویہ عقیدۂ ہفد ہم)

مولف ہدیہ مہدویہ کے رکیک انداز بیان اور ہزل وہجو پر حیرت وتعجب کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کتاب کے زیادہ تر مقامات پر اس سے بہت زیادہ ناشائستہ مضامین موجود ہیں جو خود مولف ہی کے معیار اخلاق اور میلان طبعی کے آئینہ دار ہیں اور مولف کا یہ معیار اخلاق خود ان کے ان الزامات منسوبہ کا جواب بھی ہے جو انھوں نے ایک مدعی مہدیت وخلافت ہستی جس کی ولایت کی

حدتک اس زمانے کے اکثر اغیار کا اتفاق ان کی تصانیف میں موجود ہو۔اس ہستی کی طرف بدخلقیاں منسوب کرنے کی نیت سے تحریفات اور غلط استدلال میں انتہائی جدوجہد کی ہے۔زیر بحث محولا بالا مضمون میں معترض نے لکھا ہے کہ:۔

''یہ فرق کچھ بکار آمد نہیں ہے کہ یہ صفت اللہ تعالیٰ میں بالذات ہے اور بشر میں بواسطہ عطائے الٰہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی صفت بشر میں پیدا نہیں کرتا الخ''

اور اسی بناء پر نیاز فتح پوری مدیر رسالہ نگار لکھنو نے بھی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی روایات کو نا قابل لحاظ قرار دیا ہے ہم نے اس کے جواب میں ایک رسالہ مسمی بہ ''علم غیب'' ۱۳۵۹ھ میں شایع کیا ہے جسمیں بادلیل واضح بحث کی ہے۔اور ثابت کیا ہے کہ یہ ایسی فاحش غلطی ہے جس سے آیات قرآنی اور احادیث متواترہ وصیحہ کا انکار لازم آتا ہے۔

علمائے متقدمین ومتاخرین نے اس مسئلہ پر جو کہ معرکتہ الآرا بحثیں کی ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہیکہ علم غیب وہ ہے جو سارے ممکنہ ذرایع علم مفقود ہونے کے باوجود بغیر کسی توسط کے معلوم ہوجائے۔

ظاہر ہے کہ ایسا علم انسان کی طاقت سے باہر ہے حتی کہ نبی وخلیفۃ اللہ کے لئے بھی محال ہے۔مولوی عبدالحق محدث دہلوی نے **فلا یظھر علی غیبہٖ احداً الا من ارتضیٰ من رسول** کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

امام فخر الدین رازی غیبہ سے مراد صرف قیامت کی خبر لیتے ہیں (معتزلہ وغیرہ کے) اس اعتراض سے اور ان شبہات سے بچنے کیلئے کہ بعض غیب' کاہن اور اہل خواب بھی جانتے ہیں' (جلد ۷ ۲۴۴)

اس پر قاضی شوکانی نے لکھا ہے کہ

ظنیت وقطعیت کا بین فرق ہوتے ہوئے علم غیب رسول اللہ صلعم کے اظہار میں کیوں تامل کرنا چاہیئے۔

احقر کا خیال یہ ہے کہ توسط اور بلا توسط کا فرق ایک دلیل واضح اور برہان قاطع ہے اس لئے ہم کو نہ معتزلہ وغیرہ کے ایسے اعتراض سے بچنے کی ضرورت ہے نہ ظنیت وقطعیت کی بحث کی ضرورت۔کیونکہ کاہنوں وغیرہ کے علم کو زیر بحث علم غیب سے کوئی نسبت ہی نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ نبی وخلیفۃ اللہ کو امور مغیبہ کا قطعی ویقینی علم ہونے کے باوجود اس پر بھی علم غیب کا اطلاق نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ علم توسط اور وسیلہ ہی سے ہوتا ہے خواہ وہ توسط کسی مخصوص فرشتے کا ہو یا خود ذات باری تعالیٰ کا آخر توسط وذریعہ تو ضرور ہے۔اسی لئے مذہب اسلام میں یہ مسلم ہیکہ علم غیب سوائے خدا کے کسی کو حاصل نہیں۔

قرآن مجید میں ایسی آیات بھی ملتی ہیں جن سے رسول اللہ صلعم کا صاحب علم غیب ہونا ظاہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وما ھو علی الغیب بضنین (سورہ تکویر) (حضرت صلعم) غیب کی باتیں کرنے میں بخیل نہیں ہیں۔

ملاحظہ ہو بخیل کا لفظ آپؐ کے صاحب علم غیب ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔کیونکہ بخیل وہی ہے جس کے پاس زرو

دولت ہواورضرورت پرکام نہ لے۔اگرکسی کے پاس زرودولت ہی نہواوروہ ضرورت پرخرچ نہ کرسکے تواس کومفلس ومحتاج کہتے ہیں بخیل نہیں کہتے۔پس ''علی الغیب بضنین'' کی نفی سے ثابت ہیکہ آپؐ صاحب علم غیب ہیں۔

اس کے علاوہ ایسی احادیث بھی موجود ہیں، یہی وجہ کہ اکابرعلمائے اہل سنت کی بعض کتابوں میں حضرت رسول اللہ کوبھی عالم الغیب کہا گیاہےاور یہ محض مجاز کی حیثیت ہے۔

خلیفۃ اللہ کا یہ علم اگرچہ ذریعہ وسیلہ ضرور رکھتا ہےلیکن وہ ایسا وسیلہ ہے کہ اکتساب علم کے سارے وسائل وذرائع اور قوائے انسانی کی پوری مکمل قوتیں صرف کردینے کے باوجود حاصل کرنا محال ہے۔گویا خلیفۃ اللہ کا یہ علم غیبت اور وہیت کا مظہر ہےاسی لئے ایسے علم کوبھی مجازاً علم غیب سے تعبیر کیا گیا ہےحاصل کلام یہ کہ علم غیب سے بالذات متصف صرف خدائے وحدہ لاشریک لہٗ ہےلیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفوں کوجن امور مغیبہ سے واقف کرایا ہےاس سے انکارآیات قرآنی کا انکار ہےاورآیات قرآنی کے انکارکاحکم معلوم!

اس باب کی آیات کریمہ ملاحظہ ہوں:۔

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہٖ احداً الامن ارتضیٰ من رسول (جن جز ۲۹ ع)	اللہ غیب کا جاننے والا ہےاپنے غیب پرکسی کوآگاہ نہیں کرتا مگررسولوں میں سےجسکوچاہتا ہےآگاہ کرتا ہے۔
۲. وما کا ن اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (آل عمران)	اوراللہ یوں نہیں کہ غیب کی باتوں پرتم کوآگاہ کردےلیکن (کسی کوآگاہ کرنا چاہتا ہےتو)اپنے رسولوں میں سےجس کو چاہتا ہےچن لیتا ہےاور
۳. ولا یحیطون بشئی من علمہ الا بماشاء (بقرہ)	وہ خدا کے ایک ذرہ علم کا بھی احاطہ نہیں کرسکتے مگراتنے کا جتنے کا وہ چاہے۔
۴.انزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیماً (نساء رکوع ۱۷)	اللہ نے آپؐ پرکتاب وحکمت نازل کی اورآپؐ کووہ سب کچھ معلوم کردیا ہےجوآپؐ نہیں جانتے تھےاورآپؐ پراللہ کا بڑا فضل ہے۔
۵. ونزلنا علیک الکتاب تبیا نا لکل شئی (نحل رکوع ۱۴)	اورہم نے آپؐ پرکتاب نازل کی ہے ہر چیز کا بیان کرنے کیلئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے:۔

عن ابی بکرین مجاھد انہ قال یوماً ما من شئی فی العالم الا وھو فی کتاب اللہ تعالیٰ (اتقان)	ابوبکربن مجاہدکی روایت ہے کہ انھوں نے ایک دن کہا کہ دنیا میں کوئی چیزایسی نہیں جس کا ذکرقرآن میں نہو۔

اورصاحب تفسیرعرایس نے لکھا ہے کہ:۔

وھو کتابه المکنون وخطابه المصئون یخبر عما کان ویکون من کل جد و علم

اور وہ اس کی کتاب جو چھپی ہوئی ہے اور اس کا وہ خطاب جسکی حفاظت کیگئی ہے خبر دیتے ہیں پورے پورے علم وحد کیساتھ ہر اس چیز کی جو ہو چکی اور ہونے والی ہے۔

۶۔ وعلمناه من لدنا علما (کھف)

اور ہم نے اس کو (محمد صلعم) کو ہمارے پاس سے ایک علم سکھادیا ہے۔

ان آیات کریمہ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفوں کو امور مغیبہ سے واقف کرایا ہے۔اس عطیہ الٰہی کو شرک قرار دینا اور اس سے اللہ تعالیٰ کی صفت کا بشر میں پیدا کرنے کا الزام عاید کرنا، قرآن مجید کی آیاتِ صریحہ کا بدیہی انکار ہے۔ اس پر لطف یہ کہ اس کو اہل سنت کا اعتقاد قرار دیا گیا ہے۔اور یہ اہل سنت پر صریح بہتان ہے!

ہر آں کہتر کہ با مہتر ستیزد | چناں افتد کہ ہرگز بر نہ خیزد

انبیاو خلفاے الٰہی کو امور مغیبہ پر آگاہ کرنا آیات کریمہ و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے بلکہ اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اولیائے کاملین وصادقین کو بھی آگاہ کیا گیا تھا۔ہم یہاں ایسی روایات بھی پیش کر سکتے ہیں جو بعیہ روایت (۱۱) اور ان روایات کے مطابق ہیں جن پر مولف ہدیہ مہدویہ نے عقیدۂ ہفدہم کے تحت اعتراض کیا ہے چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی اری مالا ترون والسمع مالا تسمعون وانی اعلم اٰخر اھل الجنة دخولا و اٰخر اھل النار خروجا

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے اور میں اس آخری شخص کو بھی جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہوگا اور اس آخری شخص کو بھی جانتا ہوں جو دوزخ میں داخل ہوگا۔

اور ایک حدیث شریف ہیکہ:

ان الله قدر فع لی الدنیافانه انظر الیها و الیٰ ما ھو کائن فیها الیٰ یوم القیامت کانما انظر الیٰ کفسی ھذہٖ

تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مجھ سے (اتنا) قریب کردیا ہیکہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے وہ سب اسطرح دیکھ رہا ہوں گویا کہ میری دونوں ہتیلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔

اس حدیث شریفہ کو ابن حجر مکی نے طبرانی سے روایت کیا ہے اور سید شاہ محی الدین قادری ویلوری نے اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' کے فائدہ (۲۹) میں بیان کیا ہے۔

قاعدہ ہے کہ دوری کی وجہ ہر چیز اپنی حقیقی جسامت سے کم دکھائی دیتی ہے۔خواہ یہ دوری جہت فلک سے ہو یا جہت زمین سے چاند، سورج، ستارے، سیارے سب کی جتنی جسامت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں ان میں سے ہر ایک کی جسامت فی الحقیقت بدر جہا بڑی ہوتی ہے اسی طرح طیارہ جتنا بلند ہوگا زمین پر کی ہر بڑی چیز چھوٹی دکھائی دیگی۔مقام غور

ہے کہ جن کو سیر مافوق الافلاک اور سیر مافوق العرش اور فنافی الذات والصفات حاصل ہوان کو موجودات عالم کا ایک زرہ برابر دکھائی دینا قابل اعتراض کیسے ہوسکتا ہے؟

چنانچہ صاحب یواقیت نے لکھا ہے کہ:۔

وانما کان تعالیٰ لا یحویه مکان لان المکان المعقول هو من سقف العرش الیٰ اتحوم الا رضین و ذالک کالذرة بالنبة لما فوق العرش ولما تحت التخوم

اس کے بعد لکھا ہے کہ:۔

واما العارفون من الانبیاء وکمل اتباعهم فیرون هذهٖ العرش بانسبة لا تساع الوجود کالذرة الطابرة فی الهواء لیس لها سقف ترسی علیه والارض تنزل علیها فسبحان الله من لا یعرف قدره (یواقیت مبحث (۳۴)

مذکورہ دونو عبارتوں کا خلاصہ یہ ہیکہ انبیاء اوران کے تابعین کو سیر مافوق العرش اور فنافی اللہ کی وجہ عرش سے تحت الثریٰ تک ایک زرہ کے جیسا دکھائی دیتا ہے۔

ازحضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے اس قصیدہ میں جس کے مطلع کا مصرعہ اولیٰ سقانی الحب کاسات الوصال'' ہے یہ شعر تحریر فرمایا ہے:

نظرتُ الیٰ بلاد الله جمعاً کخردلة علی حکم اتصال

میں نے حکم اتصال کی وجہ اللہ تعالیٰ کے تمام کائنات کو رائی کے دانے کے مانند دیکھا ہے (ماخوذ ازختم الہدی اسبل السوی ارددرد ہدیہ مہدویہ مطبوعہ ۱۲۹۱ء

حاصل الکلام یہ کہ ان حقائق کی موجودگی میں امامنا حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلقہ جن روایات پر جس انداز سے مولف ہدیہ مہدویہ نے اعتراض و بحث کی ہے اس میں اخلاق اور صرف مسلمات اکابر اہل سنت ہی کے خلاف ورزی نہیں ہے بلکہ اس سے احادیث رسول اللہ اور آیات کلام اللہ کا انکار بھی ملازم آیا ہے۔ استغفر اللہ العظیم

جو دونی فطرت سے نہیں لایق پرواز اس مرغک بے چارہ کا انجام ہی افتاد (اقبالؔ)

توضیح روایت (۱۲) :

یہی روایت انصاف نامہ میں بھی باختلاف الفاظ بیان ہوئی ہے۔ ہدیہ مہدویہ میں انصاف نامہ کی روایت پر اعتراض کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

انصاف نامہ کے باب اول میں لکھا ہے کہ علماء نے ان کے مہدیؑ سے سوال کے کیا کہ رسول خدا نے فرمایا کہ یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی یعنی مہدیؑ کا نام میرے نام کے اور مہدی کے باپ کا نام میرے باپ

کے موافق ہوگا۔اور تمہارے باپ کا نام تو سید خاں ہے انھوں نے جواب دیا کہ رسول خدا کے باپ مرد کافر تھے ان کا نام عبداللہ کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ محمد رسول اللہ کا نام محمد عبداللہ تھا اور مہدی کا نام بھی محمد عبداللہ ہے ۔۔۔۔۔۔۔سبحان الہ یہ عجیب کلام ہے کہ آجتک کسی نے کسی سے نہ سنا ہوگا ان بزرگ کو باوجود دعوی قرآن فہمی کا اتنا خیال میں نہ آیا کہ کفار عرب تمام اللہ کو مانتے تھے لیکن اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھیراتے تھے۔اس واسطے کافر کہلاتے تھے۔۔۔۔۔۔اور صحابہؓ کرام میں بہت سے شخص ایسے تھے کہ ان کے باپ دادوں کا نام عبداللہ تھا۔۔۔۔۔۔اگر شیخ جونپور کو ان میں سے ایک بھی یاد ہوتا تو ہرگز یہ شبہ نہ کرتے کہ کافر عربی کا نام عبداللہ کیونکر ہوگا۔اور طرفہ یہ کہ اپنے باپ کا نام بسبب شہرت کے بدل نہ سکے اور حضرت رسالت پناہ کے باپ کا نام عبداللہ ہونے سے انکار کیا اس کو سہو کاتب ٹھیرایا اور خیال نہ کیا کہ یہ خبر متواتر قطعی ہے۔۔۔۔۔۔خود مہدیؑ کا قول ان کی کتابوں میں مذکور ہیکہ منکر اجماع صحابہ نبوت و ولایت کافر ہوجاتا ہے باوجود اس اعتقاد کے کیسا ایسے اجماع کا انکار کیا اب مہدویت کہاں باقی رہی مثل سہو کاتب کے اڑگئی۔۔۔۔۔۔اب چاہئیے کہ ثابت کریں کہ جب کہ حضرت رسالت کا نام محمد عبداللہ ہے ان کے والد ماجد کا کیا اسم شریف ہے جبتک کہ یہ ثابت نہ کریں گے کہ حضرت کے والد کا نام بھی سید خاں تھا ان بزرگ کا مطلب حاصل نہوا۔۔۔۔۔۔اب بخوبی ثابت ہوا کہ جیسا کہ ان کے مہدی کی نسل کی طرف اعلیٰ نعمت اللہ بیٹے امام کاظم کے نہیں ہیں طرف اسفل میں عبداللہ بھی ان کے باپ نہیں ہیں اور یہ نسب از سرتاپا منشورا ہے۔۔۔۔۔۔اور مہدوی ناحق اپنے پیرومرشد کے باپ دادا میں دست تصرف دراز کر رہے ہیں۔اور سید خاں کو اڑا کر سید عبداللہ کو باپ ٹھیرا رہے ہیں۔نسب کے مقدمہ میں تصرف نہایت گناہ ہے۔اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کی طرف نسبت کرنا سخت برا ہے۔وہ بزرگ اسی گناہ کے خوف سے اپنے باپ کا نام نہیں بدلتے تھے مگر عجب غفلت تھی کہ اپنے واسطے پیغمبر کے باپ کا نام بدل دیا اور قرآن کو بھی فراموش کیا الخ (ہدیہ مہدویہ دلیل دوم)

اور اس عبارت سے قبل لکھا ہے کہ:۔

فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ دنیا تمام نہو گی یہاں تک کہ قائم کریگا اللہ تعالیٰ ایک مرد میرے اہل بیت سے کہ موافق ہوگا۔نام اس کا میرے نام کے اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے پس بھر دیگا زمین کو عدل وانصاف سے جیسا کہ بھرگئی ہوگی ظلم و بیداد سے انتہی غرضکہ یہ حدیث مہدویوں اور ان کے مہدی کے نزدیک مسلم اور صحیح ہے۔مگر جیسا کہ ایک شخص نماز نہیں پڑھتا تھا اس سے لوگوں نے سبب پوچھا تو کہا کہ آگے تو تمام قرآن میں آیا ہے۔لاتقربوالصلوٰۃ لوگوں نیکہا اس کے آگے تو پڑھ کہا کہ آگے تو تمام

قرآن ہے سب پر کون عمل کرتا ہے۔ایسی یہاں مہدوی پچھلے فقرہ کو دیکھکر گھبرائے اس واسطے کہ ان کے مہدی کو حکومت نصیب نہوئی کہ زمین کو عدل سے بھر دینا ان پر صادق آئے اس واسطے ان کے خورد و بزرگ مہدی سے لیکر یہانتک اس میں طرح طرح کی تاویلیں اور تحریفیں کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔مگر فقرہ اول کو سب نے بلاتحریف تسلیم کیا!۔۔۔۔۔۔۔متقدمین مہدویہ نے بھی یہ دعویٰ نہ کیا چنانچہ عبدالملک سجاوندی صاحب سراج الابصار نے اصالۃ اور صاحب اعجاز الدلائل نے متابعتاً جس جگہ کی احادیث موافقہ اپنے میراں کی تائید میں نقل کیں اس حدیث کا بالکل نام نہ لیا۔اور متاخرین نے جب کہ زمانہ گزر گیا اور ان کے باپ دادے کے پہچاننے والے مرگئے بیدھڑک میراں کے باپ کا نام بدل ڈالا بلکہ صاحب شواہد الولایت نے ماں کا نام بھی آمنہ ٹھیرایا حالانکہ مطلع الولایت اس سے مقدم ہے ان کیاں کا نام بی بی آقا ملک لکھتا ہے'' الخ (ہدیہ مہدویہ دلیل دوم)

انداز بحث اور معیار اخلاق کے بارے میں مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں روایت (۱۱) کی بحث میں ہم نے جو حقیقت نمایاں کی بہت کافی ہے۔اب ملاحظہ ہو کہ مندرجہ بالا مضمون میں تحریف و حذف لفظ اور استدلال میں کس قدر اضداد و اختلاف موجود ہے۔

(۱) پہلے تو کہا کہ ''مہدویوں کے پاس یہ حدیث مسلم ہے'' پھر کہتا ہے کہ آخری حصہ سے گھبرا گئے۔اور اسی لئے ''صاحب سراج الابصار و صاحب اعجاز الدلائل نے اس حدیث کا نام نہ لیا''۔حالانکہ یہ بھی غلط ہے کیونکہ صاحب سراج الابصار نے اس حدیث کے آخری حصہ پر معہ دلائل تفصیلی بحث کی ہے۔یہ کتاب مع مقدمہ و ترجمہ طبع ہو چکی ہے جو چاہیں تصدیق کرلیں خود معترض نے بھی لکھا ہے کہ ''ان کے خورد و بزرگ مہدی سے لیکر یہاں تک اس میں طرح طرح کی تاویلیں و تحریفیں کرتے ہیں۔

(۲) مطلع الولایت کے حوالہ سے معترض نے بیان کیا ہے کہ ''ان (مہدی) کی ماں کا نام بی بی آقا ملک ہے۔'' یہ بھی سراسر غلط بیانی ہے مطلع الولایت کے جتنے نسخے ہم نے دیکھے سب میں عبارت یہ ہے۔

والدہ آنحضرت نیز عفیفہ صالحہ بدام شب خیر بودند در ثلث آخر معاملہ دیدند کہ آفتاب از آسمان در گریبان خود فرود آمدہ مالا سوے آسان رفت و بروایتے ماہ از آسماں در گریبان خود فرود آمدہ بالاسوے آسمان رفت۔نام بی بی آمنہ بود و نام بی بی آقا ملک میاں سید عثمان بعد معاملہ مذکور داشتند الخ (مطلع الولایت)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ بی بی کا نام آمنہ تھا' لیکن مذکورہ واقعہ کے بعد میاں سید عثمان آپ کو آقا ملک پکارنے لگے۔ملاحظہ ہو کہ معترض نے محض الزام عاید کرنے کی نیت سے کس طرح عبارت حذف کردی اصل نام چھپادیا۔اور بلاوجہ صاحب شواہد الولایت پر تبدیل نام کا الزام عاید کردیا۔

(۳) معترض نے لکھا ہے کہ (حدیث کا) ''فقرہ اول سب (مہدویوں) نے بلاتحریف تسلیم کیا''۔اور یہ بھی لکھا ہے کہ'' متاخرین نے جب کہ زمانہ گزر گیا اوران کے باپ دادے کے پہچاننے والے مرگئے بیدھڑک میراں کے باپ کا نام بدل ڈالا'' جب حدیث کے پہلے فقرہ کو تسلیم کرنے کی وجہ سے متاخرین کو اتنی دشواری پیش آئی کہ نام الٹ پلٹ کرنے پر مجبور ہوگئے تو مقام غور ہے کہ متقدمین نے اس کو تسلیم ہی کیوں کیا اور دلیل دعویٰ کس بناء پر قرار دیا جبکہ باپ دادا کے پہچاننے والے موجود تھے؟!!! ۔اس کے خلاف میاں عبدالملک سجاوندیؒ صاحب سراج الابصار نے منہاج التقویم میں میاں شیخ مبارک ناگوری کے تیسرے سوال کے جواب میں وہی حدیث درج فرمائی ہے۔اگر اس زمانہ میں امامنا علیہ السلام کے والد کا نام سید عبداللہ مشہور نہوتا تو علامہ سجاوندی یہ حدیث پیش نہ کرتے۔

(۴) معترض نے لکھاہیکہ ''اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کی طرف نسبت کرنا سخت برا ہے وہ بزرگ اس گناہ کے خوف سے اپنے باپ کا نام نہیں بدلتے تھے۔اوراس کے بعد ہی یہ لکھا ہے کہ ''مگر عجب غفلت ہیکہ اپنے واسطے پیغمبر کا نام بدل دیا''۔معترض کا یہ تضاد اور یہ غلط بیانی نقل شریف میں تحریف وتصرف کا نتیجہ ہے اس کی توضیح آگے معلوم ہوجائیگی۔

(۵) معترض نے انصافنامہ کی اصل روایت ہی میں تصرف کیا ہے۔انصافنامہ کے الفاظ یہ ہیں ''پدر رسول مرد کافر بود آں عبداللہ چگونہ باشد۔ بلکہ محمد رسول اللہ ہم محمد عبداللہ باشد ومہدی ہم محمد عبداللہ باشد''۔

اس کے بجائے معترض نے یہ لکھا ہے ''رسول خدا کے باپ مرد کافر تھے ان کا نام عبداللہ کیونکر ہوسکتا ہے بلکہ محمد رسول اللہ کا نام محمد عبداللہ تھا اور مہدی کا نام بھی محمد عبداللہ ہے''۔ظاہر ہے کہ انصافنامہ کی عبارت میں ''عبداللہ'' سے مقصود مدلول لفظ ہے۔نام نہیں ہے۔معترض نے نام کی قید اپنی جانب سے بڑھادی حالانکہ یہاں ''عبداللہ'' نام ہونے کی بحث کو معنیٰ ''عبداللہ'' کا مصداق ہونے کی طرف رخ پھر دیا گیا ہے۔چنانچہ نقلیات حضرت میاں عبدالرشیدؒ جو انصافنامہ سے مقدم ہے اس میں بھی یہی مفہوم زیادہ واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے ''پدر حضرت رسالت پناہ مشرک بود عبداللہ چوں باشد ایں سہو کاتب است عبارت در اصل محمد عبداللہ است و مہدی میر عبداللہ است (روایت ۱۲) ملاحظہ ہو'' چگونہ باشد'' اور'' عبارت'' کے الفاظ اس مقصد کے شاہد ہیں کہ یہاں ''عبداللہ'' سے معنوں کا مصداق مقصود ہے۔

(۶) معترض نے لکھا ہے کہ اب بخوبی ثابت ہوا کہ جیسا کہ ان کے مہدی کی نسل کی طرف اعلیٰ نعمت اللہ بیٹے امام کاظم کے نہیں طرف اسفل میں ''عبداللہ'' بھی ان کے باپ نہیں ہیں۔'' اس کے جواب میں صاحب ختم الہدیٰ نے جو تحریر فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کتب انساب میں امام موسیٰ کاظم کی اولاد کے ناموں میں بڑا اختلاف ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ نعمت بن اسمٰعیل بن موسیٰ کاظم'' ہے اگر کہیں اتفاقاً نعمت اور امام کاظم کے درمیان کا نام اسمٰعیل ترک ہوگیا ہو تو اس کو اس طرح بنائے اعتراض بنانا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمادالدین عیسوی نے ''ہدایت المسلمین'' کے باب ششم کی فصل سوم میں بعض اسلامی کتب تواریخ ''روضۃ الاحباب'' و ''مدارج النبوت'' کے حوالے سے اعتراض کیا ہے کہ ''عدنان'' سے اوپر ''اسمٰعیلؑ'' تک بعض اکتالیس نام اور بعض چالیس نام اور بعض کچھ اور بتلاتے ہیں۔پس مسلمان جو محمد (صلعم) کو ابراہیمؑ کی اولاد قرار

دیتے ہیں ابراہیمؑ تک ان کا نسب ثابت تو کردیں! کیا یہ اعتراض محض تعصب کا نتیجہ نہیں؟

واقعہ دراصل یہ ہے کہ سب جانتے تھے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے والد ماجد کا نام ''سید عبداللہ'' تھا اور حکومت وقت کی طرف سے ان کو ''سید خاں'' خطاب ملا تھا خطاب میں لفظ ''سید'' خود بین ثبوت ہے اس کے علاوہ اغیار کے متعدد شجرات نسب اور تصانیف متقدمین میں اس کا ثبوت موجود ہے کہ حضرت کے والد کا نام ''سید عبداللہ'' تھا۔ چنانچہ ''صاحب ختم الہدیٰ'' لکھتے ہیں کہ:۔

''ہمارے ہم نسب اور تمہارے ہم مذہب میسور ہیں سید دستگیر صاحب وغیرہ مشائخین کہ ان کے شجرات انساب میں بھی یہاں ''عبداللہ'' اور وہاں سید نعمت اللہ موجود ہے (ختم الہدیٰ وہدیہ مہدویہ صفحہ ۵۸)

مولوی خیرالدین محمد صاحب الہ آبادی نے جونپور نامہ کے باب پنجم میں لکھا ہے:۔

''پدرش خواجہ عبداللہ از جانب سلطنت سید خاں خطاب داشت و مادرش آمنہ خاتون ان کے خواہر قوام الملک باشد بہ آغا ملک مخاطب بوئ ہر دو مادر و پدر از اجلہ سادات نبی فاطمہ بودند۔''

''جونپور نامہ'' مولوی خیرالدین صاحب کی تالیف ہونے کے ثبوت میں صاحب مقدمہ سراج الابصار نے ایس ایم جعفر کی انگریزی تصنیف کا حوالہ بھی دیا ہے (ملاحظہ ہو تو مقدمہ سراج الابصار مطبوعہ ۲)

اور صاحب تحفۃ الکرام کی یہ تحریر بھی نقل کی ہے کہ:۔

سید الاولیا سید محمد الملقب میراں مہدی بن میرا عبداللہ المعروف بہ (سید) خاں کہ نسبتش بہ امام موسیٰ کاظم می پیوند (جلد دوم ۲۲)

اس سے ظاہر ہے کہ آپؑ کے والد کا نام ''سید عبداللہ'' مشہور معروف تھا۔ اسی لئے حدیث اسم ابیہ اسم ابی کو استدلال میں پیش کیا گیا ہے۔ اور یہ امر خود مولف ہدیہ مہدویہ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ''یہ حدیث مہدویوں اور ان کے مہدی کے نزدیک مسلم اور صحیح ہے۔

غرض بعض معاصر علمانے حضرت امامنا علیہ السلام نے نام ونسب کو جاننے کے باوجود لفظ ''خاں'' کو عمداً بنائے اعتراض قرار دیا تو حضرت نے الزامی جواب دیا ہے کہ خدا سے پوچھو کہ سید خاں کے بیٹے کو مہدیؑ کیوں بنایا''۔

صاحب ''ختم الہدیٰ نے بیان کیا ہے کہ محققین کی اصطلاح میں ''عبداللہ'' فروخت ہوتا ہے جسکو قطب مدار اور قطب وادر بھی کہتے ہیں۔ لیکن ابتدائے آدم سے انتہا تک روح محمدؐ ہی جمیع اقطاب کی ممود و معاون ہوتی ہے چنانچہ بواقیت کے مبحث (۴۵) میں درج ہے کہ

'' اما القطب الواحد الجميع الانبياء والرسل والاقطاب من حين نشاء الاقسانى الیٰ يوم القيامة فهو روح محمد فافهم''.

اور مبحث (۳۳) میں لکھا ہے کہ:۔

قال فی الفتوحات فی باب البعین و مائتین ان اسم القطب فی کل زمان عبدالله الخ.

اس کا خلاصہ یہی ہے کہ روح محمد صلعم ہر قطب زماں کی ممد و معاون ہوتی ہے اور وہ ''عبداللہ'' ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت مسلمان تام ''عبداللہ'' ہیں۔

اسی لئے امامنا علیہ السلام نے ان علماء کے جواب میں ''عبداللہ'' کے الفاظ سے یہ استفادہ فرمایا کہ خلیفۃ اللہ کی اہم خصوصیت' عبد تام مسلمان تام ہونا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھو یہ کہ جس طرح محمدؐ حقیقتاً ''عبداللہ'' تھے بندہ بھی ''عبداللہ'' کی شان رکھتا ہے یا نہیں؟ صرف والد کا نام عبداللہ ہونا دعویٰ مہدیت کے لئے کافی نہیں ہے امامنا علیہ السلام کے جواب میں رفع اعتراض کا ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ سید النسب اور سید عبداللہ کے فرزند ہونے کے باوجود صرف خطاب کے لفظ ''خاں'' پر سے سید خاں کے بیٹے قرار دیکر آپؑ کی سیادت کو متاثر کرنے کی کوشش کرنا حق بجانب ہوسکتا ہے تو لفظ کی یہی بحث حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے نام سے متعلق بھی کیجا سکتی ہے کہ ''مشرک'' فی الحقیقت عبداللہ کیسے ہوسکتا ہے اس جواب سے حضرت رسول اللہ صلعم کے والد کا نام عبداللہ ہونے سے انکار لازم نہیں آتا ورنہ ہمارے سلسہ نسب میں آنحضرت کے والد کا نام ''سید عبداللہ'' نہ ہوتا۔ اوراسی لحاظ سے امامنا علیہ السلام کا نام ''محمد عبداللہ'' ہونا چاہئے تھا حالانکہ سید محمد ہے اور خود مولف ''ہدیہ '' نے بھی کہیں ''محمد عبداللہ لکھنے کی جراءت نہیں کی ہے۔

لہذا حضرت رسول اللہ صلعم کے والد کا نام ''سید عبداللہ'' ہونے سے انکار قرار دیکر ''خبر متواتر قطعی'' اور ''اجماع صحابہ'' سے انکار کا الزام جو عاید کیا گیا سراسر بے بنیاد ہے۔

توضیح روایت (۲۶و۲۷) :

حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں حق کی تاثیر ہر روز ترقی ہی پارہی تھی حتی کہ افغانستان کی جیسی مملکت میں غیر معمولی مقبولیت و فتحمندی حاصل ہوئی جیسا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملک عرب میں حاصل ہوئی تھی۔ پانچسو سال قبل کے افغانستان میں مہدویہ مذہب کی تبلیغ کوئی آسان کام نہ تھا۔ امامنا علیہ السلام کی کامیابی کا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ شاہ وقت نے آپؑکا مزار مبارک اور گنبد شریف بنائی اور اب وہاں ہزاروں آپؑ کے معتقد ہیں۔ آپؑ کا عرس اہتمام سے کرتے ہیں اگر چہ کہ حضرت کے خلفاء متبعین وہاں موجود نہ رہنے اور استداد زمانہ کی وجہ حضرت کی تعلیمات اعلی حالہ بی تی نہیں رہی ہیں اس کے باوجود آج بھی مہدوی وہاں زیارت کیلئے جاتے ہیں تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے۔ غرض اس روایت میں حضرت کا یہ فرمان ہے کہ:۔

''تاثیر حق ہمچو ماہ اول روز است کہ ہر روز زیادہ تر شود تا آنکہ بکمال رسد''۔

حضرت کے زمانہ میں حضرت کے دعویٰ مہدیت کی صداقت و قبولیت سے متعلق ہے جس کی تاثیر آپؑ کے زمانہ میں درجہ

کمال کو پہنچ گئی تھی۔ یہ ترقی آپؐ کے بعد بھی رہی یا نہ رہی؟ یہ ایک علحدہ بحث ہے کیونکہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے "ان الدین بدء غریباً سیعو دالدین کما بدء" اسی طرح حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا ہے کہ "درآخروقت دین نقصان خواہد شد"

توضیح روایات در بیان معجزات : ایک چیز کا وجود یا ظہور کی دلیل ہونا یقینی و مسلمہ امر ہے ورنہ معلومات سے مجہولات کا علم حاصل نہوتا۔ اسی لئے نشانی یا دلیل طلب کرنا انسان کی فطری خصوصیت ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کبھی اپنے کو بھیجا اس کے ساتھ نشانیاں بھی دی ہیں کہ جن سے حجت قائم ہو چنانچہ فرماتا ہے:۔

ذالک بانهم كانت تاتيهم رسلهم بالبينات فكفرو ا فاخذ الله انه قوى شديد العقاب	یہ اس وجہ سے ہے کہ رسولؐ ان کے پاس کھلی نشانیاں لے آتے تھے ان لوگوں نے انکار کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا مواخذہ کیا۔ بیشک وہ قوی ہے سخت عذاب دینے والا ہے۔

لطافت طبع رقت قلب اور اثر پذیری ایک نیک سرشت انسان کے خاص جوہر ہیں جن کے ذریعہ وہ پند و نصیحت، ارشاد و ہدایت کو قبول کرسکتا ہے۔ شعاع نور شیشہ کے اندر سے گذر جاتی ہے لیکن پتھر میں فولادی تیر بھی گھس نہیں سکتے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ خلیفۃ اللہ کے سامنے آتے ہی اس کو مان لیتے ہیں۔ ان پر اس کے حرکات وسکنات، اخلاق وعادات۔ احکام و تعلیمات کا فوراً اثر پڑنے لگتا ہے۔ اور بعض لوگ مزید اطمینان کے لئے خرق عادت یعنی معجزہ کے طلبگار ہوتے ہیں۔ اللہ چاہتا ہے تو اپنے خلیفہ کے ذریعہ ایسا معجزہ دکھاتا ہے کہ وہ لوگ ویسا کام کرنے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو معجزہ کے ظہور کے بعد معترف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عصا کو اژدھا بنانے کے بعد بعض ساحروں نے آپؑ کی نبوت کو تسلیم کرلیا تھا۔ اور جن کے دلوں میں ہدایت ایمان کی سعادت نہیں ہوتی اور جھٹلانے کے لئے معجزہ طلب کرتے ہیں وہ اب بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ **" ان هذا الا سحر مبين "**

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فلما جاء تهم اٰياتنا مبصرة قالو هٰذا سحر مبين وجحدوابها واستيقنتها ظلماً وعلوا	پس جب ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں (راستہ) دکھانے والی آیتیں آئیں تو کہنے لگے یہ تو کھلا جادو ہے اور انھوں نے گمراہی وتکبر سے انکار کردیا حالانکہ انکے دل انکی صداقت کا یقین کرچکے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کفار اگرچہ نشانیاں دیکھکر بھی انکار کر بیٹھتے ہیں مگر ان کے دل ان نشانیوں کے منجانب اللہ ہونے پر یقین کرلیتے ہیں۔ اور ظاہر بات ہیکہ جب تک وہ نشانیاں طاقت بشری سے خارج نہوں اس قسم کا یقین ہونہیں سکتا۔ اسی لئے قرآن مجید میں آیات یا بینات کا استعمال انھیں معنوں میں ہوا ہے جو قدرت بشری سے خارج ہوں اور وہ خاص قدرت الٰہیہ پر دلالت کرتے ہوں یا انبیاء کی نبوت کو ثابت کرتے ہوں۔ اور اسی لئے ان کو معجزات کہتے ہیں۔

معجزہ کا ممکن ہونا ایک بدیہی امر ہے جس پر دلیل لانے کی ضرورت نہیں ۔ کیونکہ یہ ظاہر جو باتیں عادت کے خلاف دکھائی دیتی ہیں وہ فی الاصل ممکن ہوتی ہیں ۔ اگر وہ ممکن نہوتیں تو ان کا ظہور ہی نہوتا بعض منکرین نبوت کا خیال ہے کہ قانون قدرت کے خلاف کسی امر کے تسلیم کرنے کو عقل جائز نہیں سمجھتی کیونکہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو جائز ہوجائیگا کہ پہاڑ سونا ہوجائیں اور دریا تیل ۔؟! علامہ سعدالدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں اس خیال کی تردید فرمائی ہیکہ

ان المراد بخوارق العادة امور ممكنة فى نفسها و ممتنعة فى العادة بوقوعها كانقلاب عصاحية فامكانها ضرورى و ابداء ها ليس ا بعد من ابداء خلق الارض والسماء و بينهما	خوارق عادت سے مراد وہ امور ہیں جو بذاتہا ممکن ہوتے ہیں اور عادتاً ممتنع ۔ عادتاً ممتنع ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ایسے امور عادت کے طور پر وقوع میں نہیں آیا کرتے مثلاً لکڑی کا سانپ بن جانا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے لیکن لکڑی کو سانپ وہی قدرت بنائی ہے جس نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز پیدا کی ہے لہذا اعصا کا سانپ بن جانا بھی بہت ممکن ہے

اگرچہ ''سحر'' خارق عادت ہونے میں معجزہ سے مشابہ ہے لیکن اصول میں بہت زیادہ فرق ہے (۱) سحر میں تعلیم وتعلم کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ مخصوص عملیات کی وجہ سے صادر ہوتا ہے اور معجزہ محض منشاء قدرت الٰہی کی وجہ سے ظاہر ہوتا ہے ۔
(۲) ''سحر'' نفوس خبیثہ سے صادر ہوتا ہے اور معجزہ نفوس قدسیہ سے ۔

علامہ سعدالدین تفتازانی فرماتے ہیں :۔

السحر امر خارق العادة من نفس شرير خبيثة بمبا شرة اعمال مخصوصة يجرى فيها التعليم والتلمذبهذين الامرين يضارق المعجزة والكرامة (شرح مقاصد)	سحر ایک خارق عادت امر ہے جو بدنفس اور خبیث لوگوں سے صادر ہوتا ہے جس کے لئے مخصوص اعمال اور تعلیم وتعلم کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ دونوں خصوصیتیں معجزہ وکرامت کے مقابلہ میں سحر کے فرق کو ظاہر کردیتی ہیں ۔

شیخ الرئیس نے ایک رسالہ میں ''فعل وانفعال'' پر بحث کرتے ہوئے ''معجزہ'' کی تین خصوصیتیں بیان کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ :۔

صنف يتعلق بفضلة العلم و ذالک بان يوتى المستعد ذالک كمال العلم عن غير تعليم و تعلم البشرى حتى يحيط علما بماشاء الله تعالىٰ بقدر لطافة البشرى بالله الحق و طبقات الملئكة	انبیاء کا معجزہ فضیلت علم سے بھی متعلق ہوتا ہے اور یہ کمال علم بشری تعلیم وتعلم سے نہیں بلکہ خداتعالیٰ اور اس کے ملئکہ کے ذریعہ نبیؐ اپنی استعداد و لطافت کے موافق ہر اس علم پر حاوی ہوجاتا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔

اس توضیح سے ظاہر ہے کہ معجزہ کی اہم خصوصیت یہ ہیکہ انسانی جدوجہد کے بغیر منجانب اللہ اس کا ظہور ہوا کرتا ہے اور کرامت کی بھی یہی صورت ہے لیکن معجزہ اور کرامت میں اصطلاحی فرق یہ ہے کہ مدعی خلافت الٰہیہ سے صادر ہو تو معجزہ ۔

نفوس مطہرہ ومقدسہ سے بلا دعویٰ خلافت الہیہ صادر ہوتو کرامت کہتے ہیں۔

چونکہ مہدی موعودعلیہ السلام خلیفۃ اللہ ہیں جن کی خصوصیت محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ میں یہ بیان فرمائی ہے:۔

فان المهدی حجة الله علیٰ اهل زمانه وهی درجة الانبياء التی يقع فيها المشاركة

بے شک مہدیؑ اپنے اہل زمانہ پر اللہ کی حجت ہے اور وہ حجت انبیاء کے درجہ سے مشارک ہے۔

اورصاحب کشف الحقایق نے لکھا ہے کہ:

دعوته كدعوة النبی وحزبه كحزبه النبی وعلمه كعلم النبی و ذاته كذاته النبی

مہدی کی دعوت نبیؐ کی دعوت کی جیسی اس کی گروہ نبی کی گروہ کی جیسی اس کا علم نبیؐ کے علم کے جیسا اور اسکی ذات نبی کی ذات کے جیسی ہے۔

اسی لئے امامنا علیہ السلام سے جو خوارق عادت ظہور میں آئے ہوں ان کو بھی معجزات کہتے ہیں چونکہ معجزات کا ظہور بالکلیہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جب چاہتا ہے اپنے خلیفہ کی تائید میں ظاہر فرماتا ہے اس لئے امامنا علیہ السلام نے بارہا فرمایا کہ:۔

حجت دادن کار خداوند يست حجت دهديانه دهد بنده را دريں چه كا راست بر ما تبليغ فرض است

معجزہ عطا کرنا خدائتعالیٰ کا کام ہے عطا کرے یا نہ کرے بندہ کا اس میں کیا دخل ہے؟ ہم پر تو صرف تبلیغ فرض کیگی ہے۔(روایت نمبر(۲۶) میں ہے

آپؑ کو اللہ تعالیٰ نے بہت معجزے عطا فرمائے ہیں جن میں سے چند معجزے نقلیات کی اس کتاب میں درج ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ حجۃ المنفقین ''انصاف نامہ'' مولود مولفہ حضرت میاں عبدالرحمٰنؒ میں ایک سو معجزے جمع کئے ہیں۔ ۶ءشواہد ولایت'' باب (۳۶) میں بھی بیان ہوئے ہیں۔نیز غیر مہدویوں کی بعض نے بول میں بھی پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل طوالت کا باعث ہوگی۔یہاں اس کا موقع نہیں آپؑ کے معجزات میں اہم اہم اخبار مغیبہ پائے جاتے ہیں۔مثلاً

(۱) روایت ہے کہ امامنا علیہ السلام نے آخر وقت سب کو پند ونصائح کرتے ہوے فرمایا کہ اگر کسی کو میری مہدیت میں شک ہو یا آممایش منظور ہوتو قبر میں رکھنے کے بعد دیکھوا گر بندے کو پاؤ تو سمجھ کہ بندہ مہدی موعودؑ نہیں تھا۔جب آپ کا وصال مبارک ہوگیا آپؑ کو لحد مبارک میں پہنچانے کے بعد آپؑ کے فرزند حضرت بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ نے آپؑ کا فرمان یاددلایا اور دیکھا تو لفافہ خالی تھا۔

یہ کیسی اہم پیشنگوئی ہے جسے امامنا علیہ السلام نے اپنے دعوے کی صداقت کی ایک حجت قرار دی اور تحدّی کے ساتھ پیش فرمایا اگر یہ پوری نہ ہوتی تو آپؑ کے متبعین ایک سال تک وہاں رہ کہ تبلیغ جاری نہ رکھتے۔

(۲) امامنا علیہ السلام ایک دفعہ اس آیت پر بیان فرمارہے تھے۔

فالذین ھاجروا واخرجوامن دیارھم واوذوا فی سبیلی و قاتلوا وقتلواً

جن لوگوں نے ہجرت۱کی اور جو اپنے گھروں۲سے نکالے گئے اور میرے (یعنے اللہ کے) راستے میں۳ستائے گئے در جنھوں نے جہاد کیا۴اور قتل کئے گئے

اس آیت کی چاروں صفات کی توضیح کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا کہ یہ صفات بندہ اور بندہ کی گروہ سے بھی متعلق ہیں۔ پہلی تین صفات کا ظہور تو ہو چکا۔ چوتھی صفات باقی ہے انشاءاللہ تعالیٰ پوری ہوگی اور چونکہ بندہ مہدی موعود خلیفۃ اللہ ہے (دنیا کی کوئی قوت بندے پر غالب نہیں آسکتی اس لئے بندہ کی چوتھی صفت کا ظہور 'سید خوندمیر' (آپؑ کے داماد وصحابیؓ) کے ذریعہ ہوگا۔ یہ میرے بدل ہوں گے۔ یہ خاتم ولایت محمدیہؑ کی صفت کا بار ہے اس کے حامل کا سر جدا۔ تن جدا پوست جدا ہو کر رہیگا۔ پھر آپؑ نے حضرت سید خوندمیرؓ کی کمر سے دو تلوار باندھتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت مقاتلہ ہوگا پہلے دن لڑائی میں تمہاری فتح ہوگی اگر چہ اس دن ساری دنیا کی قوت بھی تمہارے مقابلہ میں ہو اور تم تنہا رہیں۔ یہ بات بندے کی صداقت مہدیت کی حجت ہے یعنی اگر ایسا نہو تو سمجھنا کہ میں مہدی موعود نہیں تھا۔"

روایات سے ثابت ہے کہ امامنا علیہ السلام کے بیس سال بعد پیشنگوئی پوری ہوئی اور آج حضرت شاہ خوندمیر رضی اللہ عنہ کی تین زیارت گاہ ہیں ۱سدراسن ۔۲۔ پٹن ۳۔ چاپانیر۔ علاقہ گجرات میں موجود ہیں اس کی تفصیل روایت (۱۷۶) و (۱۷۷) کی توضیح میں معلوم ہوجائیگی۔

توضیح روایات دربیان پسخوردہ :

تاثیرات پسخوردہ کی روایات میں امامنا علیہ السلام کا پسخوردہ کا عمل جو پایا جارہا ہے وہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے۔ آنحضرت صلعم کا بھی یہی عمل تھا۔ بچے بیمار پڑتے یا پیدا ہوتے تو ان کو آپ کی خدمت میں حاضر کرتے آپؐ بچے کے سر پر ہاتھ پھیر کر اپنے منہ میں کھجور ڈال کے اس کے منہ میں ڈالتے اور اس کے لئے برکت کی دعا فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوے تو ان کی والدہ حضرت اسماءؓ ان کو لیکر آئیں اور آپؐ کے گود میں رکھدیا آپؐ نے کھجور منگوا کر چبائی اور اس کے منہ میں ڈالدیا پھر برکت کی دعا دی۔

آپؐ بعض بچوں کے منہ میں کلی کر دیتے اور بعض کے منہ میں لعاب دہن مبارک ڈالتے اور بعض کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے (**بخاری کتاب الدعوات باب الدعا المصبیان بالبرکۃ و مسح رئوسھم و کتاب العقیقۃ باب تسمیۃ المولودعداۃ یولد لمن لم یعق تحنیکہ**) ماخوذ اسوۂ صحابہ

اس کے علاوہ امامنا علیہ السلام کے زمانے میں مریدوں اور عوام پر مشائخین کی کرامات اور مافوق العادت مظاہرے ان کے اعلیٰ معیار کی دلیل قرار پاچکے تھے اس لئے عموماً مشائخین' اپنی بساط قائم رکھنے کے لئے تعویذ گنڈے عملیات کی سادھنی' جنات وموکلین کو تابع کرنے کی مشقتیں وغیرہ امور میں منہمک ہوچکے تھے اور یہ شریعت واخلاق کی کھلی خلاف ورزی

تھی۔اس لئے امامنا علیہ السلام نے پسخوردہ کا عمل جاری فرمایا جس کے ذریعہ ہر تکلیف و ہر بلا سے نجات ملجاتی تھی۔ بلکہ نور ایمان بھی نصیب ہوتا تھا۔اور یہ کیفیت محض صالحیت اور لطف الٰہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔اسی لئے آپؑ کے متبعین کا بھی یہی عمل رہا ہے۔

روایت ہے کہ:۔شہر چاپانیر میں ایک رئیس حضرت بندگیمیاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا کچھ (منتر وغیرہ) پڑھکر پھونکنے کی درخواست کی آپؓ نے فرمایا ''ماخواندن نمی دانیم اگر در خاطر باشد پسخوردہ بدہم والشفاء من اللہ۔'' (انصاف نامہ ۲۰) یعنی میں (منتر وغیرہ) پڑھنا نہیں جانتا ہوں اگر چاہتے ہوتو پسخوردہ دونگا۔اور شفا تو اللہ ہی کی جانب سے ہے۔

حاصل یہ کہ امامنا علیہ السلام کا اور آپؑ کی گروہ میں فقرائے کرام کا عمل پسخوردہ ہی رہا ہے۔۔

روایت (۲۷۵) و (۲۶۷) میں مار گزیدہ کتے کا زہر حضرتؑ کے لعاب دہن مبارک سے دفع ہوجانے کا ذکر ہے۔مولف ہدیہ مہدویہ نے دائرہ میں کتے کی موجودگی پر سخت اعتراض کیا ہے حالانکہ دوسری روایات میں یہ توضیح موجود ہے کہ وہ ''جن'' تھا۔چنانچہ دوران اعتراض میں خود صاحب ہدیہ نے بھی اپنے الفاظ میں یہ روایت درج کی ہے:۔

میاں سید محمود مہدی ثانی کے پاس بھی ایک کتا تھا لالہ نام ایک روز بی بی ملکانؓ نے اس کو اینٹ کا ٹکڑا مارا۔میاں نے کہا کہ اگر وہ کتا ہو اس کو مارو لیکن وہ کتا نہیں ہے بی بیؓ نے کہا کہ میرا نجی یہ بھائی کا لو (امامنا علیہ السلام کے دائرہ کا کتا) کے بجائے ہے کہاہاں یہ اس کا بھائی ہے (ماخوذ از ہدیہ مہدویہ)

اس کے علاوہ اس کتے کا ذکر اللہ میں مشغول رہنا احترام رمضان کی وجہ اوقات روزہ میں کچھ نہ کھانا۔اور بعض وقت اس کی بانگ پر موذن کا بیدار ہونا۔یہ ایسی باتیں ہیں جن کو عرفاں مآب ہستیوں کے سوائے عام لوگ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صاف وصریح طور پر فرمایا ہے کہ:۔

وان من شئی الا یسبح بحمدہ. ہر گیا ھے کہ از زمیں روید — کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح نہ پڑھتی ہو وحدہ لا شریک لہ گویہ

یعنی جو گھانس زمین سے اگتی ہے وحدہ لاشریک لہ کہتی ہوئی اگتی ہے۔مگر افسوس کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے خوب دل کھولکر طنز و تمسخر کیا ہے حالانکہ روایت سے ظاہر ہے کہ وہ ''جن'' تھا تو پھر اس کی موجودگی اور اس کی خصوصیات پر اعتراض کا موقع ہی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وما خلقت الجن والانس الا یعبدون — میں نے جن وانسان کو عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے

اور ''جنات'' کا قالب بدلکر انبیاء والویا کی صحبت سے مستفیض ہونے کی بے شمار روایتیں پائی جاتی ہیں۔

<u>توضیح روایات دربیان انکار مہدی :</u>

انکار مہدی موعودؑ کفر ہونے کے بارے میں جو روایات باب دوم میں بیان ہوئی ہیں ان کے متعلق کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں روایت (۳) کی توضیح میں آئیہ کریمہ افمن کان علی بینۃ من ربہ کے تحت بحث کیجا چکی ہے۔اس کے علاوہ جبکہ بعثت مہدی موعودؑ کی ضرورت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے تو بعثت مہدی موعودؑ یا بعثت کے بعد ذات مہدی موعودؑ کا انکار فی الحقیقت احادیث شریفہ کا انکار ہوگا اور یہ یقیناً کفر ہے۔

ان احادیث وجود المھدی و خروجہٖ فی اٰخر الزمان وانہ من عترۃ رسول اللہ ؐ من ولد فاطمۃ بلغت حدا التواتر المعنوی فلا معنی لا نکارھا. ومن ثم ورد من کذب بالدجال فقد کفرو من کذب بالمھدی فقد کفر رواہ ابو بکر الاسکاف فی فواید الاخبار و ابو القاسم اسھل فی شرح السیر (اشاعۃ فی اثیرا الساعۃ) ط

یعنی مہدیؑ کا وجود اور آخر زمانے میں ان کا خروج ہونے اور آل رسولؐ و اولاد فاطمہؓ سے ہونے کے بارے میں احادیث تواتر معنوی کا درجہ رکھتی ہیں اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی۔اسی لئے (یہ حدیث) وارد ہوئی ہے کہ جس نے (خروج) دجال کا انکار کیا کافر ہے اور جس نے مہدیؑ کا انکار کیا کافر ہے۔ابو بکر اسکاف نے فواید الاخبار میں اور ابوالقاسم اسھل نے شرح السیر میں اس کی روایت کی ہے۔

متواترات موجب یقین ہوتے ہیں ان کا انکار بالاتفاق کفر ہے۔مہدی موعودؑ سے متعلقہ احادیث کے تواتر معنوی کو تسلیم کرلیا گیا ہے اس لئے آمد مہدی موعودؑ کا اور آمد کے بعد ذات مہدی موعودؑ کا انکار کفر مسلم ہے۔یہ انکار از روے احکام شرعیہ کفر تو ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی آدمی کو کافر کہتے پھریں چنانچہ روایات نمبر (۲۹) ملاحظہ ہو کہ صحابہ کرامؓ نے بغیر عبارت یعنی آیت و حدیث کے بغیر کسی کو کافر نہ کہنے پر گفتگو فرمائی ہے۔اور خراسان میں بعض برادران دائرہ کی نسبت حضرت امامنؑا کی خدمت میں شکایت پیش ہوئی کہ شہر میں جا کر لوگوں کو کافر کہتے پھرتے ہیں تو حضرتؑ نے ان لوگوں کو سزا دینے کا حکم صادر فرمایا تھا اور یہ روایت متفق علیہ ہے۔

اسی طرح تبلیغ دین میں موعظہ حسنہ کے جو اصول ہیں ان کی پوری پوری پابندی کیجاتی تھی۔روایت (۴۰) میں ملاحظہ ہو کہ ایک ضدی عالم حضرت مہدیؑ سے بیہودہ بحث کر رہا تھا ایک برادر نے تنگ ہو کر عرض کیا کہ میرانجی! آپؑ کیوں سر خالی فرما رہے ہیں۔فرمایا بندہ کو خدائتعالیٰ اسی لئے تو بھیجا ہے۔

امامنا علیہ السلام نے اپنی صداقت کی تفہیم کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار فرمایا ہے چنانچہ روایت نمبر (۸۳) ملاحظہ ہو کہ حضرتؑ کی عادت شریفہ تھی کہ بیان قرآن کے وقت اہل فہم کو قریب بلایا کرتے تھے اگر چہ وہ مفلس و محتاج ہی کیوں نہو۔ آپؑ کے صحابہ کرامؓ کا بھی یہی طریقہ تھا روایت نمبر (۴۱) کے ملاحظہ سے ظاہر ہوگا کہ حضرت سید خوندمیرؓ سے بیان قرآن کے وقت یا خانگی ملاقات کے وقت کوئی شخص بے ڈھنگا سوال کرتا تو آپؓ اس کو سوال کا طریقہ بتلاتے اور سمجھاتے کہ تمہارے سوال کا یہ مقصد ہوگا لیکن تنگ نہوتے تھے بلکہ کسی مہاجرؓ نے بھی سوال کرنے والے سے بیزاری نہیں کی اور نہ کسی کو سوال سے باز رکھا ہے اور نہ کسی کو اپنی بات پر اعتقاد رکھنے کے لئے مجبور کیا ہے۔بلکہ فرمایا کرتے کہ جو بات مشکل ہو اس کی

تحقیق کرلیا کرو ورنہ وبال تمہاری گردن پر رہیگا۔

نیز روایت (۵۸) ملاحظہ ہو کہ ایک عالم عہدہ دار سے حبّ دنیا کفر ہونے پر بحث ہوئی تھی اس نے ضد سے اپنے آپ کو محبّ دنیا قرار دینے کی کوشش کی تو آپؓ نے تین بار تفہیم فرمائی کہ تم کلمہ گو ہو تم میں ایسی صفت نہیں ہونی چاہئیے ۔جسکی قرآن مذمت کرر ہا ہو۔اس پر بھی وہ مصر رہا تو اس نوبت پر بھی آپؓ نے یہ نہ فرمایا کہ میں تم کو کافر کہتا ہوں بلکہ فرمایا خدائیتعالیٰ کے حکم سے تم کافر ہیں۔اس پر قرآن شریف کی آیت بھی آپؓ نے سنادی۔

کسی فرد یا کسی فعل کے اچھا ہونے یا برا ہونے کا معیار احکام شرع ہیں۔اہل سنت کا یہی عقیدہ وضابطہ ہے

الحسن ما حسنه الشرع والقبح ما قبحه الشرع جس کو شرع اچھا قرار دے وہی اچھا ہے جس کو برا قرار دے وہی برا ہے۔

بے حکم شرع آب خوردن خطا است | وگر خوں بریزی بفتویٰ رواست (سعدیؒ)

حاصل یہ کہ احکام شرع کی رو سے مہدی موعودؑ کا انکار کفر ثابت ہے اور اس کا اطلاق بلا لحاظ قلت و کثرت ہوگا جیسا کہ ہر خلیفۃ اللہ کی بعثت کے وقت دنیا کے انسان مومن و کافر دو جماعتوں میں تقسیم ہوتے آئے ہیں۔

روایت (۵۱) کی توضیح ''قاتلوا وقتلوا'' کی روایات میں (۱۷۶ و ۱۷۷) کے تحت تفصیلاً بیان ہوگی۔انشاء اللہ تعالیٰ اور روایت (۵۰ تا ۵۵) میں مخالفین کے گھر جانے کی ممانعت وغیرہ سے متعلق جو بیان ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امامنا علیہ السلام سے خصوصاً قاضی وعلماء ومشائخین نے سخت مخالفت برپا کی تھی اور اس کا زیادہ تر سبب یہ تھا کہ حضرتؑ کے احکام وتعلیمات کے لحاظ سے ان لوگوں کی روش پر از روے دین کاری ضرب لگ رہی تھی انکا مکر وفریب اوران کی دنیا پرستی اور بداعمالیاں بے نقاب ہو رہی تھیں ایسی صورت میں امامنا علیہ السلام نے اپنے متبعین کو ان لوگوں سے روابط نہ رکھنے کی ہدایت فرمائی۔کیوں کہ مہدوی وہاں جاتے تھے تو ان کو الٹی حجتوں سے برگشتہ کرنے کی کوشش کرتے یا ان کو جھگڑے میں مبتلا کر دیتے تھے۔اس لئے امامنا نے فتنہ وفساد سے بچانے کی تدبیر اختیار فرمائی۔

اور روایت (۵۵) میں یہ آیت بھی بیان ہوئی ہے:۔

یـاٰیھـا الذین اٰمنوا ان تطیعو ا فریقا من الذین اوتو الکتـاب یـردو کـم بـعـد ایمانکم کافرین (جزء۴ رکوع۱) اے لوگو جو ایمان لا چکے ہو اگر تم اہل کتاب سے کسی فریق کی پیروی اختیار کروگے تو وہ تمہارے ایمان کے باوجود تم کفر کی حالت کی طرف پھیر دیں گے۔

اس سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ مخالفین کی صحبت اہل ایمان کے لئے مضر ہوا کرتی ہے اس لئے بھی حضرتؑ نے منع فرمایا ہے۔علماء ومشائخین کی طرف سے اس شدت کی مخالفت کے بارے میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے فتوحات مکیہ کے باب (۳۶۳) میں پہلے ہی پیشنگوئی فرمادی تھی کہ

اذا خرج ھٰذا الا مـام فلیس لـه عدو مبین الا الفقها خاصة لانهم لا یبقی ریاستهم	جب امام مہدیؑ کاظہور ہوگا تو خصوصاً فقہا وعلما ہی ان کے کھلے دشمن ہوں گے کیوں کہ ان کی حکومت باقی نہ رہیگی ۔

توضیح روایات در بیان اقتدائے منکرین :

اقتدائے منکرین جائز نہ ہونے کے بارے میں جو روایات (۴۲ تا ۴۹) بیان ہوئی ہیں ان پر تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ انکار مہدی موعودؑ از روے احکام شرعیہ کفر ثابت ہے اس لئے منکرین کی اقتدا نا جائز ہونا کسی بحث کا محتاج نہیں ۔ ایمہ اربعہؒ کے اختلافات جن مسائل میں پائے جاتے ہیں وہ اگر چہ کہ فروعی اختلافات ہیں اس کے باوجود مسائل کے احکام کی وجہ ایک امام کا پیرؤ دوسرے امام کی پیروی یہ اقتدا نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ایک امام کے مسئلہ کے تحت وضو ہوجاتا ہے اور دوسرے امام کے تحت نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں آخر الذکر امام کا پیرو اول الذکر امام کے پیرو کی اقتدا نہیں کریگا کیونکہ اس کے امام کے مسئلہ کے حکم کے لحاظ سے اس کی نماز بے وضو قرار پاتی ہے جب کہ فروعی مسائل کے اختلاف کی یہ صورت ہے تو مہدی موعودؑ کی ذات سے اختلاف جو کہ اصول دین سے اختلاف کے حکم میں داخل ہے یقیناً مانع اقتدا ہے خصوصاً نماز پنجگانہ ایسی عبادت ہے جس کے لئے امام صحیح الاعتقاد ہونا ضروری ہے۔

توضیح روایات در بیان عشق :

کہنے کو تو عشق ایک معمولی لفظ ہے لیکن مجاز وحقیقت ۔ امکان اور وجوب کے عجیب وغریب نازک معانی ومطالب کا حامل ہے ۔ فلاسفہ اور علمائے محققین نے اس پر بہت طویل و دقیق بحثیں کی ہیں ۔ ہم یہاں اس کی ایک اہم نوعیت کا اجمالاً بقدر ضرورت ذکر کرتے ہیں جس سے حضرات خاتمین علیہما السلام کا مرتبہ اور ان کی بنیادی خصوصیات کا علم ہوسکیگا۔

بحر العلوم علامہ شمسی مرحوم نے جلاء الغین میں لکھا ہے:۔

واضح ہو کہ عشق کمال محبت کا نام ہے ۔ اگر یہ صفت ممکنات میں نفوس ''ناطقہ'' سے متعلق کیجائے تو ''زوال علم وعقل'' کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ الا ماشاء اللہ اگر واجب تعالیٰ سے متعلق کیجائے تو کمال محبت' کمال علم کے ساتھ ماننا لازم ہوگا۔ یہاں (یہاں یعنی جب اس کا تعلق واجب تعالیٰ سے ہو) اس عشق کی بحث ہے جو ظہور حقیقت واجب تعالیٰ کا مقتضی ہو واجب تعالیٰ کے عشق سے مراد وہ تحرک ذاتی ہے جو باطن واجب تعالیٰ کے ظہور کا سبب بنے ۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ذات کے دو اعتبار ہیں ۔ ایک اعتبار باطن دوسرا اعتبار ظاہر ہے اعتبار اول سے مراد عاشق اور اعتبار ثانی سے مراد معشوق ہے ۔ پس تجلی ذاتی کی تحرک سے ذات کا باطن ایک صیقل دار آئینہ بن گیا جسمیں باری تعالیٰ کے وجود ظاہر کا حسن جلوہ گر ہوگیا۔

فخر الدین اعراقی نے ''لمعات'' میں بیان فرمایا ہے کہ:۔

خودرا در آئینہ عاشقی من حیث باطن الوجود الذی من خواصه الامکان و معشوقی من حیث ظاهر الوجود الذی من لوازه الوجوب برخود عرض کرد وحسن خودرا سن حیث ظاہر الوجود بر نظر خود من حیث باطن الوجود جلوہ داد؟

لیکن بعض محققین صوفیہ مثلاً شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور مولنا عبدالرحمٰن جامیؒ وغیرہ کا مذہب یہ ہیکہ زیر بحث نوعیت میں عاشق و معشوق میں کوئی فرق نہیں ہے۔اور تفصیلی دقیق بحث کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ایجاد عالم کی یہی علت ہے۔

غرض صوفیہ کرام کے قول کے مطابق، عالم شہادت کی ہر جنس کا ظہور ہر ایک خاص اسم باری تعالیٰ سے ہوا ہے اور حضرت انسان کا ظہور اسم جامع یعنی اسم اللہ سے ہوا ہے۔حضرت شیخ اکبرؒ نے فتوحات مکیہ جلد ثانی میں اس کی بہت تفصیل بیان فرمائی ہے۔

اس لحاظ سے عام افراد انسانی اگر چہ مظہر شیون الوہیت ہیں تاہم انبیا علیہم السلام کا وجود اس ظہور میں ممتاز ہے سب کمالات الوہیت کے احکام وآثار ان کے معجزات میں عرفاں مآب ہستیوں کو نظر آتے ہیں۔

حاصل کلام یہ کہ محققین صوفیہؒ کا یہی مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشق حقیقی کے مظہر کامل ہیں۔اس مختصر اجمالی بحث سے واضح ہے کہ موجودات عالم میں عشق کی اکمل مظاہر ذات سرور کائنات ہے۔اور یہی حسب ذاتی اور عشق حقیقی مبدء ولایت محمدیہ ہے۔جسے عام اصطلاح میں تعین اول کہتے ہیں۔اس ولایت سے حضرتؐ خاتم الانبیاء سرور کائنات موصوف ہیں اور اس کے خاتم حضرت مہدی موعود علیہ السلام ہیں۔یعنی خاتمین علیہا السلام کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ حسب ذاتی اور عشق حقیقی کے اکمل مظاہر ہیں:

اسی لئے شیخ محی الدین اکبرؒ نے ''خصوص'' میں حدیث **کنت بنیاد اٰدم بین الماء و الطین** (میں نبی اس وقت تھا جب آدم کی مٹی خمیر کیجا رہی تھی) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

وغیرہ من الانبیاء ما کان نبیا الاحین بعث و کذالک خاتم الاولیاء کا ن ولیا وادم بین الماء والطین وغیرہ من الاولیاء ما کان ولیا الا بعد تحصیل شرائط الولایۃ

(ازلی نبی ہونے کی خصوصیت حضرت رسول اللہؐ ہی کے لئے مخصوص ہے) آپؐ کے سوائے جتنے انبیاء ہیں وہ نبی اس وقت ہوتے ہیں جب کہ ان کی بعثت ہو۔اور اسی طرح خاتم الاولیاء اس وقت سے ولی ہیں جبکہ آدم کی مٹی خمیر کی جارہی تھی۔خاتم الاولیاء کے سوائے جو دلی ہوتے ہیں وہ اس وقت ہوتے ہیں جب کہ ان کو ولایت کی شرائط کی تحصیل ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ جس طرح تمام انبیاء و مرسلین کی نبوت و رسالت میں اور حضرت خاتم النبین کی نبوت و رسالت میں مراتب و خصوصیات کا فرق ہے **تلک رسل فضلنا بعضھم علی بعضٍ** ۔اسی طرح تمام اولیا کی ولایت اور حضرت مہدی علیہ السلام کی ولایت میں مراتب وخصوصیات کا فرق ہے اور یہ دونوں قدسی صفات ہستیاں ازل ہی سے مرتبہ خاتمیت پر فائز ہیں۔

خاتم ولایت محمدیہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے بعد ولایت عامہ بھی جاری نہ رہے گی کیونکہ مذہب مہدویہ میں دیدار خدا ممکن اور جائز ہے اور طلب دیدار خدا فرض ہے اور ''دیدار خدا'' ''قرب الٰہی'' ''ولایت عامہ'' کا مفہوم ایک ہی ہے جب دیدار خدا ممکن ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ قرب الٰہی یعنی ولایت سے بھی مشرف ہونا ممکن

ہے۔ اور اسی لئے طلب دیدار فرض کیگئی ہے حضرت مہدی علیہ السلام صرف ولایت محمدیہ کے خاتم ہیں جس کی ازلی خصوصیت آپؑ کو منجانب اللہ حاصل ہے۔

نفوس ناطقہ کے لحاظ سے صفت عشق کا اطلاق کمال محبت کے بعد کیا جاتا ہے یعنی محبت کی انتہا پر عشق کی ابتداء ہوتی ہے۔ آئیندہ توضیحات سے ظاہر ہوگا کہ فرایض ولایت کا تعلق فی الحقیقت عشق ہی کے لوازم سے ہے۔

روایت (۱۸۹) ملاحظہ ہو کہ امامنا علیہ السلام نے فرمایا۔ ''طالب پر وہ کیا چیز فرض ہے جس کی وجہ خدا کو پہنچ سکے پھر آپؑ ہی نے جواب فرمایا کہ وہ عشق ہے عشق کس طرح حاصل ہوسکتا ہے! فرمایا کہ ''دل کی توجہ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی طرف قائم رکھنے سے حاصل ہوتا ہے''۔

اور ایک موقع پر بطور تمثیل فرمایا کہ:۔

ایک شخص کا لڑکا گم ہوجائے تو والدین کے دل میں کس قدر تشویش پیدا ہوجاتی ہے اور ان کا کیا حال ہوجاتا ہے؟ طالبان خدا نے عرض کیا کہ میرانجی والدین کو اپنے لڑکے کی محبت میں کھانا پانی سب زہر ہوجاتا ہے۔ نیند نہیں آتی جبتک لڑکا ہاتھ نہ آئے اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں۔ امامنا علیہ السلام نے فرمایا:۔ بھائیو!! خدا کی طلب اور اس کے عشق میں ان والدین کی سی کیفیت ہوجانا چاہیئے۔ پھر فرمایا لڑکے کا عشق تو بہت بڑا ہے ایک سوئی کے گم ہوجانے پر اس کی تلاش میں جتنی توجہ کیجاتی ہے اتنا بھی خدا کی طرف متوجہ ہوجاؤ تو خدا کو پہنچ سکو گے۔ (شواہد الولایت)

اور روایت (۲۱۸) ملاحظہ ہو کہ ایک دفعہ خراسان میں امامنا علیہا السلام عشق کا بیان فرمارہے تھے مولنا درویش محمد نے جامہ چاک کرتے ہوئے نعرہ لگایا کہ ہم عشق کہاں سے لائیں۔ آپؑ نے فرمایا بندہ عشق کسبی کا بیان کررہا ہے کام کروتا کہ عشق حاصل ہوسکے۔ عشق عطائی تو پیغمبروں کا مقام ہے۔ دوسری روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امامنا علیہ السلام کی خدمت میں وہبی عشق سے سرفراز ہستیاں بھی موجود تھیں۔

روایت ہے کہ ایک روز میاں فہیم مہاجر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علیہ السلام سے عرض کیا کہ میاں سید خوندمیرؓ و میاں عبدالمجیدؓ ہاتھ ملا ہوئے باتیں کررہے ہیں۔ اور زیادہ وقت ذکر اللہ میں نہیں بیٹھتے آپؑ نے فرمایا۔

''نشستن کار شما است کہ شما کاسب ہستید دکار ایشاں دیگر است' ایشاں راعطاست'' (انتخاب المموالید باب ۱۱) اس سے معلوم ہو کہ کاسب اور عطائی دونوں قسم کے صحابہ تھے۔ عشق وہی کے لئے کسب کی ضرورت نہیں ہوتی صرف فیض صحبت کافی ہوجاتا ہے۔

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدیؓ کی عمر شریف ۱۸ یا ۱۹ سال کی تھی کہ آپؓ نے حجرہ کے باہر سے اس تعلیم بلا واسطہ کا ذکر جو عطائے منصب مہدیت کے بارے میں حضرت امامنا علیہ السلام اپنی زوجہ محترمہ بی بی الہداتی رضی اللہ عنہا سے بیان فرمارہے تھے۔ سنتے ہی جو جذبہ حقانی طاری ہوگیا بے ہوش ہوگئے۔ امامنا علیہ السلام کو منجانب اللہ خبر ہوئی تو

گود میں اٹھا کر حجرے میں لیگئے بی بیؒ سے فرمایا کہ دیکھو سید محمود کا گوشت' پوست۔استخواں بال بال لاالہ الا اللہ ہو گیا ہے جب ہوش آیا تو آپؑ نے ذکر خفی کی تلقین کی اور اسی وقت بی بیؒ اور فرزندار جمند نے تصدیق مہدیت کا شرف حاصل کیا۔

نیز حضرت سید خوندمیرؓ کی نسبت آپؑ نے فرمایا:۔

بھائی سید خوندمیر بہ استعداد تمام آمدہ بوید چراغدان وفتیلہ دروغن موجودہ بود اما ہمیں یک کارا افروختن باقی ماندہ بود۔اکنوں از چراغ ولایت محمدی روشن کردہ است۔

اسی لئے امامنا علیہ السلام نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ:۔''تصدیق بندہ بینائی خدا'' (حاشیہ) اور اسی نے بعض صحابہؓ کو آپؑ نے پیغمبروں کے مقام کی بشارت دی ہے۔اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قوم مہدی موعودؑ کی نسبت ایسی ہی پیشنگوئی فرمائی ہے:۔چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر میں ایک حدیث بیان کی ہے کہ:۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افی لاعرف قوماهم بمنزلتی فقال الاصحاب كيف يكون يا رسول الله انت خاتم النبين ولا نبی بعدک فقال ليسو ا من الانبياء ولكن يغبطهم الانبياء بقربهم و مقعدهم من اللّٰه وهم المتحابون فی اللّٰه (جلد ثانی)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل میں ہے۔اصحابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایسا کیونکر ہوسکیگا جبکہ آپؐ خاتم النبین ہیں۔ اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔آپؐ نے فرمایا وہ لوگ انبیاء تو نہیں ہیں لیکن اللہ سے ان کے قرب ومقام قرب کیوجہ انبیا ان سے رشک کریں گے اور وہ سب اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہونگے۔

گویا یہ حدیث شریف قرآن مجید کی آیت فسوف یاتی اللہ بقوم و یحبھم و یحبونہٗ۔(اللہ ایسی قوم کو لائیگا جس سے اللہ محبت رکھتا ہو اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہوں) کی تفسیر واقع ہوئی ہے۔ہم اس آیت اور حدیث پر فضائل صحابہؓ سے متعلقہ روایات کی توضیح میں بحث کریں گے انشاءاللہ تعالیٰ۔

مقام غور ہے کہ انسان کی اس سے بلند معراج بھی ممکن ہے؟ کہ وہ خدا کا محبّ ہو اور خدا اس کا قرآن نے انسانیت کے ارتقا کا جو تصور پیش کیا ہے اس سے بڑھکر بھی کوئی فلسفہ ہے جو انسانوں کو اس کے سوائے اس سے بلند تر مرتبہ پر فائز کرسکے۔

عشق دم جبرئیل عشق دل مصطفیٰ — عشق خدا کا رسول' عشق خدا کا کلام
عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک — عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام
عشق فقیہہ حرم' عشق امیر جنود — عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام
(اقبالؔ)

غرض عشق ومحبت الٰہی فی الحقیقت بدن اسلام کی روح ہے۔حضرت امامنا علیہ السلام کی تعلیمات بے روح' علمیت

کے خلاف ایک جہاد عظیم ہیں۔ جولوگ محض ظاہری شعائر کی پابندی کو اسلام سمجھ رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے بجائے بندوں کی حاکمیت میں گرفتار تھے ایک بے روح جسد کو زندہ قالب سمجھ رہے تھے ان کے لئے ہدایت ہیں۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق　　　عشق نہو تو شرع ددیں بتکدہ تصوارت
(اقبالؔ)

قرآن مجید کا مخاطب عقل بھی ہے قلب بھی ہے۔ بلکہ عقل سے زیادہ قلب مخاطب ہے کیونکہ قلبی شہادت ہی ایمان بالغیب کی حامل ہوسکتی ہے۔ قرآن سے ہدایت پانے والوں کے لئے یہی شرط اولیں اور یہی ان کے ارتقاء کا معیار ہے ”ھدی للمتقین الذین یو منون بالغیب “

اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کو صرف عقلی حیثیت سے تسلیم کرنا کافی نہیں قرار دیا بلکہ خالق کیساتھ محبت پیدا کرنے کی تلقین بھی فرمائی ہے جس کے بغیر محض عقلی بیعت کی بناء پر انسان ایک جسد بے روح کی حیثیت میں رہ جاتا ہے۔ اسی لئے فرماتا ہے کہ ”وابتغوا الیه الوسله“ (اللہ تعالیٰ کو پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو۔ تقوی کے ساتھ ساتھ بموجب آیت کونوا مع الصادقین۔ صحبت صادقین کی برکت سے عشق ومحبت الٰہی کا صحیح اور قریب ترین راستہ معلوم کیا جاسکتا ہے ورنہ ایک غیر مربوط انسان کو ہزار ہا خطرات صدہا وساوس اور بیسیوں حوادث بہت جلد گمراہ کرسکتے ہیں۔ ”بیعت“ شیخ کے واسطہ سے عبد ومعبود کے درمیاں ایک رشتۂ محبت قائم کرنے والا ذریعہ ہے۔ اور یہ ایسا وسیلہ ہے جس سے قالب بے جان میں حقیقی زندگی حاصل ہوسکتی ہے۔ اسی لئے دورِ نبوت میں بھی بعیت کا عمل جاری تھا اور دور ولایت میں بھی۔ تا ایں دم بفضل خدائتعالیٰ جاری ہے اور تا قیامت جاری رہیگا۔

دیں نہ گردو پختہ بے آداب عشق　　　دیں بگیر از صحبت ارباب عشق
(اقبالؔ)

آیات واحادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ دنیا میں جب صالحین وراشدین کا وجود ختم ہوجائیگا تو سمجھ لو کہ وہی وقوع قیامت کا ہے۔

حاصل یہ کہ امامنا علیہ السلام کی تعلیمات مثلاً طلب دیدار خدا، ترک دنیا۔ توکل، ذکر کثیر، صحبت صادقاں، عزلت، ہجرت وغیرہ امور فی الحقیقت عشق ومحبت الٰہی کے لوازم ہیں اور ہر عاشق کو خواہ وہ کسی کا عاشق ہو فطرتاً ایسا ہی مسائل کا حامل ہونا لازم ہے۔ اور ازعوداس میں یہ کیفیات پیدا ہوتی جاتی ہیں بشرطیکہ عشق کی لو پیدا ہوچکی ہو یہ ایسی بات ہے کہ جس کو ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے اس لئے مزید تشریح ہم موجب طوالت سمجھتے ہیں۔

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل　　یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہب مردان خود آگاہ و خدامست　　یہ مذہب ملا و جمادات و نباتات
(اقبالؔ)

****

فرائض ولایت

حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی خصوصیات کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا اور جو کچھ آگے بیان ہوگا اس سے یہ ثابت ہے کہ آپ خلیفۃ اللہ مامور من اللہ ہیں آپ کی تصدیق فرض شرعی ہے۔ اس لحاظ سے آپؑ نے جن احکام کو منجانب اللہ فرض قرار دیا ہو وہ سب احکام لازماً فرائض ولایت ہیں اور احکام شرعیہ کے مماثل ہیں۔

اس کے علاوہ جب کوئی حکم اصول دین (کتاب اللہ۔سنت رسول اللہ۔جماع۔قیاس) سے کسی ایک اصل کے تحت یہ ثابت ہو جاتا ہے تو اس کا شمار احکام شرعیہ میں ہوتا ہے۔اس لحاظ سے بھی امامنا علیہ السلام کے احکام فرائض شرعیہ کے مماثل ہیں۔کیونکہ آپؑ نے کتاب اللہ واحادیث رسول اللہؐ سے بھی ان احکام کی فرضیت ثابت فرمائی ہے۔

اب یہ بحث کی جن مسائل کو ائمہ مجتہدین نے مستحب قرار دیا ہوان کو فرض قرار دینے[1] سے اختلافات کثیرہ موجود ہیں۔ اکثر مسائل کسی کے پاس فرض ہیں کسی کے پاس سنت۔کسی کے پاس مستحب جبکہ اس اختلاف سے نسخ لازم نہیں آتا ہے۔تو احکام فریض مہدی موعودؑ سے نسخ کا الزام کیسے صحیح ہوسکیگا درانحالیکہ مہدی موعودؑ کا حکم' احکام مجتہدین کے بہ نسبت زیادہ

[1] قرار دینے سے نسخ لازم آٰگا۔صحیح نہیں ہے اول تو یہ کہ خود ایمہؒ کے مسایل میں اختلافات

موجب تعمیل ہے۔ کیونکہ مہدی موعود معصوم عن الخطا خلیفۃ اللہ مخبر صادق ہیں۔ اسی لئے امام شعرانی نے بیان کیا ہے کہ:۔

فیبطل فی عصره التعبيد بالعمل بقول من قبله من المذاهب (جب مہدی علیہ السلام کی بعثت ہوجائے گی تو) آپؑ کے زمانے میں آپؑ سے پہلے کے سارے مذاہب (ائمہ وعلما) کی تعبید بالعمل باطل ہوجائیگی الخ۔

بعض لوگ شریعت وطریقت کو دین میں تفریق اور ''ان الدین عندہ اللہ الاسلام'' کے مغائر سمجھتے ہیں حالانکہ ان دونوں کی اصل کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہے۔ حق تو یہ ہے کہ وہ طریقت ہی کیا؟ جو شریعت کے خلاف ہو جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بھی اس امر کو واضح کیا ہے۔ فی الاصل یہ ایک سے ایک اعلیٰ صورت ہے۔ جسطرح کے اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگریاں نظام تعلیمات میں پائی جاتی ہیں۔

تفسیر۔ فقہ۔ کلام وغیرہ سب کا موضوع بحث قرآن تو ہے لیکن ہر ایک کے اصول اور ہر ایک کا انداز بحث جدا جدا ہے۔ اس نوعی جدائی کو فی الاصل تفریق نہیں قرار دیا جاسکتا۔ ہر ایک کے مسائل ولوازم اپنی اپنی خصوصیات کے حامل ہیں۔ اس طرح کہ ایک دوسرے کے مدومعاون ہیں۔ جس سے احکام وتعلیم کی تکمیل اور تعمیل تامہ کا مفاد حاصل ہوتا ہے۔

حکومت کے مختلف شعبوں کے آئین وقوانین' بلحاظ ضروریات' جدا جدا ہوتے ہیں۔ فوجداری کے مسائل میں مالگزاری کے قوانین سے استدلال بے محل اور غیر متعلق قرار دیا جائیگا۔ دار القضا کے قوانین کا استعمال بلدیہ کے زیر بحث مسائل میں صحیح نہوسکیگا۔ ہر ایک کی بجاے خود منفردانہ خصوصیات کے باوجود سب کا تعلق اسی نظام حکومت سے ہے جس سے یہ منسلک ہیں بلکہ مذکورہ مثالوں میں نسبتہً ایک سے دوسرے میں بہت کچھ فرق نمایاں ہے لیکن مسائل طریقت کے لئے تو شریعت کی استعداد واستعانت لازم ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان دونوں میں تفریق نہیں ہے۔ البتہ ہر ایک کے مسائل کی بحث میں اسی کی خصوصیات ولوازم اور اسی کے اصول سے استدلال کیا جاتا ہے۔ غالبًا اسی وجہ سے بعض وقت بادی النظر میں ''تفریق'' کا گمان پیدا ہوجاتا ہے جو صحیح قیاس پر مبنی نہیں۔

نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور دوسرے معاشی وسیاسی معاملات اور قلب وباطن کی پاکی۔ خلوص خشوع وخضوع دیانت وغیرہ تمام امور' انسان کے اوصاف اور معاشرتی لوازم کو منظّم کرتے اور اعلی تہذیب کی طرف انسانیت کی رہبری کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان مسائل میں باطنی حیثیات بھی موجود ہیں اور یہ سب کے سب اتباع شریعت ومحبت خدا ورسولؐ میں داخل ہیں۔ لیکن ان سب کے ہوتے ہوئے لقائے محبوب کی طلب وجستجو اور اس کے عشق کی لَو کا دل میں پیدا ہوجاتا اور طلب کے حصول کے لئے ارباب معرفت کی صحبت میں عمل صالح پر کاربند ہونا۔ احوال ومقامات کا حاصل ہونا یہ ایسے باطنی امور ہیں جن پر باطن کا لفظ فی الحقیقت اپنے مفہوم تام کے ساتھ صادق آتا ہے۔

حاصل یہ کہ اس اصطلاحی ظاہر وباطن کے مسائل بجائے خود اپنی اپنی ضروریات وخصوصیات کے حامل ہیں جن میں

تفریق کی نوعیت بتاین کی حیثیت سے نہیں قائم کی جاسکتی۔ بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ باطن کے مسائل ظواہر کو انسانیت کے اعلیٰ مراتب اور اشرف المخلوقات کی حیثیت عطا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مخلوقات میں ملائکہ بھی ہیں اس لئے اشرف المخلوقات کا مفہوم اسی وقت مکمل ہوسکتا ہے جب کہ انسانیت ملائکہ کی لطافت اوران کے شرف قرب الٰہی پر اشرف ہو۔!!!

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان الصلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر — بیشک نماز برائیوں اور ممنوعات سے روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت ہی بڑا ہے۔

نماز اوراسکی وغایت کے بیان کے بعد نہایت مختصر اور بے انتہا بلیغ انداز میں فرمایا ہے کہ " **ولذکر اللہ اکبر** " اب یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دین تو ایک ہی ہے **ان الدین عند اللہ الاسلام** ۔اور یہ اسلام ساری انسانی دنیا کے لئے۔ تمام انسانی ضروریات کا حامل ہے۔ جو لوگ دنیا کی سیاسی معاشی تنظیم چاہتے ہیں انکی بھی رہبری کرتا ہے جو لوگ انسانی تہذیب اور عبادات واذکار کا ذوق رکھتے ہوں اس کی تعلیم بھی اسی دین اسلام میں موجود ہے۔ جو لوگ لقاء اللہ چاہتے ہوں ان کی رہبری بھی یہی اسلام کرتا ہے۔اسلام ایک مکمل دین ہے جسمیں اعلیٰ ترین مراتب تک ارتقاء کا سامان پایا جاتا ہے۔ پس یہ نہیں کہا جاسکتا کہ باطن کے مسائل 'اسلام سے الگ ہیں یا شریعت وطریقت میں تفریق وتباین ہے!!!

حاصل یہ کہ فرایض ولایت بھی احکام شرعیہ کے مماثل ہیں اور یہ علمائے اصول وفقہاو متکلمین کے متخرجہ احکام کلیہ اور ان کے معینہ اصول کی فروع سے مطابقت بھی رکھتے ہیں۔

توضیح روایات دربیان طلب دیدار خدا:

اللہ تعالیٰ کے وجود اوراس کی وحدانیت پر ایمان واعتقاد کے بعداس کی طلب پیدا ہونا ایک فطری لازمہ ہے انسان کی نفسیات کا علم رکھنے والے اس بات سے انکار نہ کرسکیں گے کہ ہر انسان میں ذوق طلب کا جذبہ فطرۃً موجود ہے جس کی وجہ صدہا ہزارہا مقاصد دوران عمر میں حاصل ہوتے جاتے ہیں لیکن ذوق طلب میں فرق نہیں آتا۔ مطمئن ہونے نہیں پاتا۔ بڑی بڑی سندیں حاصل کرنے کے لئے نہایت انہماک ومحنت کیساتھ کوشش کئے جاتا ہے جب یہ حاصل ہوجائیں تو طلب کا جذبہ ختم نہیں ہوجاتا۔ بڑے بڑے عہدے عزو جاہ۔دولت وثروت اہل وعیال کی طلب پیدا ہوجاتی ہے۔ یہ حاصل ہوجائیں تو پھر کسی نہ کسی طلب کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔اس طرح ہزاروں مقاصد حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں پھر بھی تشنگی طلب موجود۔سکون واطمینان ندارد۔

اس ناقابل انکار حقیقت پر غور کرنا چاہیئے کہ آخر انسان کے لئے وہ کونسا مقصد ہے جس کے حاصل ہوجانے کے بعد جذبۂ طلب اتنا سیر ہوجائے کہ پھر کسی دوسری طلب کی ضرورت ہی نہ رہے۔سکون واطمینان قلب نصیب ہوجائے۔ قرآن مجید کے اس مضمون پر غور کرنے کی ضرورت ہے جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ازل ہی میں ہم سے کیا جواب لیا گیا

تھا۔ الست بربکم قالوا بلیٰ ۔کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں (بیشک تو ہی ہمارا رب ہے) اس سے ظاہر ہے کہ ہم ازل ہی میں اس ربوبیت کا اقرار کرچکے ہیں۔

اس جہان میں آنے کے بعد انسان میں ذوق طلب کا پایا جانا اور دنیا کا کسی بڑے سے بڑا فائدہ حاصل ہوجانے کے باوجود سکون واطمینان قلب کا نصیب نہونا اس امر کا بین ثبوت ہیکہ اس طلب کا اصل تعلق اسی ربوبیت سے ہونا چاہیئے جس کا ہم اقرار کرچکے ہیں مگر عقل کی غلط رہبری اور گمراہ ماحول کے اثرات نے زیادہ تر انسانوں کو غیر اللہ کا پرستار بنادیا۔اور ایسے ہزاروں اسباب پرستش پیدا ہوگئے۔خواہ کسی کی پرستش کی طرف مائل ہوجائیں لیکن کسی قابل پرستش وقابل عبادت وجود کی طلب وجستجو کا فطری میلان تو پایا جارہا ہے۔جو لوگ منکرین خدا ہیں ان سے نظام کائنات کی علت العلل ہے۔گویا یہ ''اللہ'' کے منکر ہیں لیکن اس لفظ کے مفہوم کو ماننے پر مجبور ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی خدا کا منکر نہیں۔اصطلاحات وتصورات کا فرق ہے جس کی وجہ اعتقادات وعملیات میں بھی بہت بڑا فرق واقع ہوگیا ہے۔اسی لئے قرآن مجید میں مذکور ہے کہ:۔

ولئن سالتهم من خلقهم ليقولن الله — اگر تم ان سے پوچھو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ''اللہ''

غرض انسان میں جو ذوق طلب موجود ہے اس کو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک کی طرف رجوع کیا جائے جس کی وجہ ایسا سکون واطمینان نصیب ہوسکتا ہے کہ غیر اللہ کی طلب کا ذوق ہی نہیں رہنے پاتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یاٰیتها النفس المطمنة ارجعی الیٰ ربک راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی الجنتی — اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی برضا بنکر رجوع ہوجا اپنے خدا کے بندوں میں شامل ہو اور جنت (دیدار) میں داخل ہوجا۔

انسان جس طرح نفع بخش ومحفوظ کن محسوسات سے محبت رکھتا ہے اسی طرح ان ماورائے محسوسات امور سے بھی محبت کرتا ہے جن کے فضل وکمال کا علم ہوجائے رستم کو اگرچہ دیکھا نہیں لیکن اس کے کمال طاقت اور کمال شجاعت کا آج بھی علم ہوتا ہے تو اس کی قدر ومحبت کا میلان پیدا ہوجاتا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر شخص تسلیم کریگا کہ کسی کے فضل وکمال کا ذکر ہو تو اس کی تعریف وتوصیف اور اظہار قدر کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔اسی طرح اس ذات وحدہ لاشریک کے زمظاہر قدرت سے جبکہ اس کے کمال لایزال کا علم ہوجائے لازماً محبت اور اس کے احترام کا جذبہ پیدا ہوسکتا ہے۔اسی لئے ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان واعتقاد کے بعد اسکی طلب پیدا ہونا ایک فطری لازمہ ہے۔

ہر شخص کی محبت اور طلب کا تعلق اسباب واغراض کی نوعیّتوں کا تابع رہا کرتا ہے ہر ایک کی ہمت اور اس کے درجاتِ ایقان کی حیثیت سے محبت کے مراتب بڑھتے جاتے ہیں۔بعض لوگ صرف ظاہری نظام عبادات ومعاملات کی حد تک مظاہرۂ محبت واطاعت پر اکتفا کرتے ہیں۔اور بعض کے جذباتی عنصر میں اتنا انقلاب پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ ان حدود سے

اوپر ترقی چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ عن التشبیہات ہے کوئی تمثیل ممکن نہیں۔صرف تفہیم کی خاطر یہاں ایک نوعیت کا ذکر کرتے ہیں۔

کسی ملک کی رعایا اپنے حاکم کی حکومت میں زندگی بسر کر رہی ہے وہاں کے قوانین کی پابندی۔سزا۔جزا کو قبول کرتے ہوئے پوری اطاعت کر رہی ہے اس لحاظ سے وہ سب لوگ مطیع وفرمانبردار رعایا کی حیثیت رکھتے ہیں انہی میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے قلوب میں یہ جذبہ موجزن ہوتا ہے کہ بادشاہ کے مقرب ومنظورنظر بننے کا شرف واعزاز حاصل کریں اس مقصد کے حصول کے لئے امن وامان اور عام اجتماعی سیاسی قوانین کی پابندی کے علاوہ دوسرے طریقے ایسے بھی اختیار کرنے پڑتے ہیں کہ مقرب بارگاہ سلطانی بننے میں سہولت حاصل ہو۔اسی کے ذرائع اور وسائل کی جستجو میں منہمک رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ان سارے مراحل کے طے ہوجانے کے باوجود تقرب کا اعزاز عطا ہونے کی درخواست کا منظور ہونا صرف لطف وکرم سلطانی کا محتاج رہا کرتا ہے۔

کلمہ توحید۔نماز۔روزہ۔حج زکوٰۃ۔اوامرونواہی سے متعلقہ عام مسائل پر اعتقاد وعمل، مطیع خدا ورسولؐ ہونے کے لئے کافی ہے۔اس کے باوجود بعض مومنین ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں عرفان اور وصال الی المطلوب کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ اس کے لئے عشق ومحبت الٰہی کے لوازم اور کاملین صادقین کے فیض صحبت اور ان کی تعلیم وتربیت پر صدق دل سے پورے طالب صادق کی شان میں عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ان تمام شرائط عشق ومحبت کی پابندی کے بعد بھی مقصد کا حاصل ہونا صرف فضل الٰہی پر منحصر رہتا ہے اور بس ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو قوت متخیلہ عطا فرمائی ہے اس کیوجہ سے تصورات حاصل ہوا کرتے ہیں جو چیز اس کے سامنے ہو اس کا تصور تو حواس ظاہر یہ کہ ذریعہ ہوجاتا ہے لیکن جو سامنے موجود نہو اس کا ذکر کیا جائے اور اس کی خصوصیات وعلامات بیان کیجائیں تو ذہن میں بوجہ اس چیز کا تصور پیدا ہوجانا ایک لازمی امر ہے مثلاً جنگ کا محاذ ہم نے دیکھا نہیں لیکن وہاں کے حالات اور ہتیاروں کی خصوصیات بیان کیجاتی ہیں تو ان امور کی نسبت ایک تصور قائم ہوجاتا ہے اگر وہاں کی تصاویر سامنے ہوں تو اس صورت میں جو تصور قائم ہوگا بلحاظ صحت اول الذکر تصور کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہوگا سب سے زیادہ صحیح تصور تو اسی صورت میں ہوسکیگا جب کہ ہم خود جنگ کے محاذ پر پہنچکر بچشم خود معائنہ کریں۔تصور کی اس مجمل گفتگو کے بعد یہ سمجھنا زیادہ آسان ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں رسولوں اور صحائف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صفات وخصوصیات سمجھائی گئی ہیں۔دنیا میں اس کی قدرت کے گونا گوں مظاہرات پر سے اس کے وجود کا یقین پیدا کیا گیا ہے۔جس کا اقرار اولین شرط اسلام قرار دی گئی ہے۔اس اہتمام اقرار کے بعد انسانوں کے ذہن میں اللہ کے وجود کے متعلق بوجہ تا تصور پیدا ہونا بھی ایک فطری امر ہے۔ یہ تصور جس انسان میں زیادہ سے زیادہ قریب الصحت ہوگا۔اقرار توحید کے منازل میں اس کا مقام آگے ہوگا۔

بحرالعلوم علامہ شمسی نے لکھا ہے کہ:۔

''وجوداورصفات باری تعالیٰ چونکہ حکماوصوفیہ کے پاس عین ذات باری تعالیٰ ہیں تو محال ہیکہ باری تعالیٰ کا تصور بالکنہ یا بکہنہ ہوسکے مگر تصور مابوجہ و بوجہ محال نہیں کیونکہ مخلوقات اوران کے آثار میں غورکرنے سے تصور بالوجہ اورتصور بوجہ کا حصول ممکن ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں فکروغور کرنے کا حکم دیا۔(تنویرالہدایہ ۱۶)

زبان سے کلمہ توحید کہہ دینے رسولؐ وقرآن پرایمان لانے اورحتی المقدورقوانین کا اتباع کرلینے سے داخل اسلام توہوجاتا ہے لیکن یہ عامیوں کا درجہ ہے۔دوسری صورت ان علماء ومتکلمین وفلاسفہ کی ہے جو دلائل وبراہین سے وجود باری تعالیٰ کو ثابت کرتے ہیں۔تیسری صورت ان عارفین کاملین کی ہے جواستدلالی طریقہ کوناقص سمجھتے اوردیدار کے طالب ہوتے ہیں گویاعلم الیقین سے عین الیقین زیادہ کامل ہےاوراس سے زیادہ حق الیقین کا درجہ ہے۔امام فخرالدین رازیؒ فرماتے ہیں۔

ان القلوب الصافية مجبولة على حب معرفة الله على اكمل الوجوه اكمل طوق المعرفة هو الروية (تفسير كبير جلد ۳ صفحه ۲۲۳.)	بیشک صاف قلوب' اللہ تعالیٰ کی معرفت کامل ترین وجہ پر حاصل کرنے کے لئے فطرۃ مائل ہیں اورمعرفت کا کامل ترین طریقہ روایت ہے۔

گفت ایں علم و ہنر؟ گفتم کہ پوست گفت حجت چسیت ؟ گفتم روئے دوست
گفت دین عامیاں؟ گفتم شنید گفت دین عارفاں؟ گفتم کہ دید (اقبالؔ)

علم سے متعلقہ احکام کے باب میں عشق وعلم اورعلوم مکاشفہ وعلوم شرعیہ پرتفصیلی بحث کیجائے گی انشاءاللہ تعالیٰ حضرت بندگی میاں سیدخوندمیر رضی اللہ عنہ نےعقیدہ شریفہ میں تحریرفرمایاہے کہ:۔

نيز حكم كرده است كه ازهريكے مردو زن طلب ديدار خدا فرض است تا آنكه بچشم سر يا بشم دل يا در خواب نه بنيد مومن نباشد مگر طالب صادق الخ	نیزامامناعلیہ السلام نےحکم دیاہے کہ ہرمردوعورت پرطلب دیدارخدافرض ہےچشم سریاچشم دل سے یاخواب میں خداکو جبتک نہ دیکھے مومن نہوگامگرطالب صادق (پربھی ایمان کا حکم ہے)

مومن کی یہ خصوصیت درجات یقین کے اعتبار سے ہے لیکن مولف ہدیہ مہدویہ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مذہب مہدویہ میں بجز دیدارِخدا کے مومن نہیں ہوسکتا اورمہدویوں پرخوب طعن وتہزء کیاہےاوردیدارخدا کے بارے میں بھی انھوں نے اختلاف کیاہےاوراسکومسلمات اہل سنت کے مغائرقراردیاہے۔ناظرین خودمحسوس فرمالیں گے کہ یہ غلط الزام ہے۔کیونکہ فرمان مذکورالصدرمیں دیدارخداکوفرض نہیں کہا گیا ہے۔بلکہ طلب دیدفرض قراردیگئی ہےاوردیدار پرایمان کا انحصاربھی نہیں کیا گیاہے۔''مگرطالب صادق'' کےالفاظ اس کےشاہد ہیں۔اس کےعلاوہ نقلیات میاں عبدالرشیدؒمیں اسی مضمون کی صاف وصریح روایت موجودہے کہ:۔

''حضرت مہدی علیہ السلام نےفرمایامومن حقیقی وہ شخص ہے جو بینا ہوچشم سرسے یاچشم دل سے یا

خواب میں۔اگر تینوں میں سے ایک بینائی بھی حاصل نہواور پوری طلب رکھتا ہو کہ بینائی روزی ہوتو ایسے مومن پر بھی ایمان کا حکم ہے۔'' (ملاحظہ روایت (۱۸۸)

اسی مضمون کی ایک اور توضیحی روایت بیان ہوئی ہے جسمیں ظالم لنفسہٖ مقتصد اور سابق بالخیرات کی تفسیر بیان ہوئی ۔ جبروتی ۔ملکوتی ۔لاہوتی ان تینوں مقامات کے ذکر کے بعد یہ الفاظ بیان ہوئے ہیں کہ:۔

ہر یکے ازیں سہ مقام ندارد وطلب سعی ہم ندارد ماتم نمی کند آں ازگروہ مہدی نباشد از مدعیاں ومکذباں باشد (روایت ۲۲۳)

اس سے ظاہر ہے کہ جولوگ دیدار الٰہی سے مطلق مشرف نہوے ہوں ان سے نفس ایمان کی نفی نہیں کیگئی ہے مگر افسوس کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے یہ الزام عاید کیا ہے کہ جن مہدویوں کو دیدار حاصل نہیں وہ سب کافر ہیں۔حالانکہ اسی قسم کے احکام کی مثالیں آیات واحادیث میں بھی موجود ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون — اللہ نے جوکچھ نازل فرمایا ہے جولوگ اس کا حکم نہ کریں وہ کافر ہیں

حدیث شریف ہے کہ

لا ایمان لمن لا امانة له ولا دین لمن لا عهد له — جس شخص میں امانت نہواس کو ایمان نہیں ہے جس میں عہد کی پابندی نہواس کو دین نہیں۔

ایضاً . المسلم سلم المسلمون من یدہٖ ولسانه — مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ سے اور جسکی زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

ایضاً من ترک الصلوة متعمداً فقد کفر — جس نے عمداًنماز ترک کی وہ کافر ہوا۔

ایضاً لیس بمومن ما من بات شبعانا و جاره جایع. — وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ بھوکا ہواور خود پیٹ بھر کھا کر رات گزارے۔

ایسی بہت ساری مثالیں ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ کیا ان احکام کی اتباع جن مسلمانوں میں نہ پائی جائے وہ مسلمان ومومن نہیں کہلائے جاسکتے ؟اس کا جوکچھ جواب ہوگا وہی ہمارا جواب ہے۔

اللہ کا دیدار چشم سر یا چشم دل سے یا خواب میں ہونے کے بارے میں مہدویہ کا جومسلک ہے وہ بھی مسلمات اہل سنت کے مغائر نہیں ہم اس کی بھی مختصراً توضیح کردیتے ہیں۔

شرح مواقف جوعلم کلام کی مشہور کتاب ہے اس میں دیدار کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے:۔

اجتمعت الائمة من اصحابنا علیٰ ان رویة الله تعالیٰ فی الدنیا والاٰخرة جائزة عقلاً واختلفوا فی جوازها سمعا فی الدنیا فاثبته بعضهم و نفاه اٰخرون	اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا وآخرت میں عقلاً جائز ہونے پر ہمارے ائمہؒ کا اجماع ہے۔اور یہ اعتبار نقل دنیا میں جائز ہونے پر اختلاف ہے بعض نے دنیا میں دیدار ہونے کو ثابت کیا ہے اور بعض نے اس کی نفی کی ہے۔

اور شرح عقاید میں لکھا ہے کہ:۔

ھٰذا مشعر بامکان الرویۃ فی الدنیا۔یعنے یہ اشارہ ہے اس بات کا کہ دنیا میں رویت ممکن ہے

اور علامہ تفتازانی نے شرح مقاصد میں ذکر کیا ہے کہ:۔

اما الاجماع فاتفاق الامة قبل حدوث المخالفین علیٰ وقوع الرویة	مخالفین پیدا ہونے کے پہلے امت محمدیہ نے وقوع رویت پر اتفاق کیا ہے۔
ایضاً حتی روی حدیث الرویة احدو عشرون رجلاً من کبار الصحابة رضی الله عنهم	رویت کی حدیث اکیس جلیل القدر صحابیوں سے مروی ہے

قرآن مجید میں دیدار الٰہی سے متعلق جو آیتیں ہیں ان میں سے ہم یہاں صرف ایک آیت کی بحث پر اکتفا کرتے ہیں ۔اور یہ ایسی آیت ہے کہ جس پر معرکہ الآرا بحثیں ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

لا تدرکه الابصار وهویدرک الابصار و هو اللطیف الخبیر (انعام)	ابصار اس کا (اللہ تعالیٰ کا) ادراک نہیں کرسکتے اور وہ ابصار کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف خبیر ہے۔

بعض جماعتوں نے اس آیہ شریفہ سے نفی روایت پر استدلال کیا ہے۔اور مفسرین اہل سنت نے اس سے دیدار الٰہی کا ثبوت بیان کیا ہے۔چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفصیلاً بحث کرتے ہوے متعدد دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اس آیت سے دیدار الٰہی کی نفی نہیں بلکہ تائید ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ کسی شئے کو دیکھنے کی عموماً دوصورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ شئے کا جتنا حصہ نظر کے مقابل ہوا تنا ہی دیکھا جاسکے ۔دوسری یہ کہ شئے کے سارے اطراف وجوانب بیک نظر دیکھ سکیں۔اس لحاظ سے رویت کی دوقسمیں ہوئیں۔(۱) رویت لامع الاحاطہ (۲) رویت مع الاحاطہ۔دوسری صورت کو ''ادراک'' کہتے ہیں۔اس توضیح سے ظاہر ہے کہ آیہ شریفہ میں ادراک کی نفی کیگئی ہے جو بالکل درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات بے حدونہایت ہے۔اس لئے اس ذات کا ادراک یعنی اس کی رویت مع الاحاطہ یقیناً ممتنع ہے۔اسی لئے ادراک کی نفی کیگئی ہے۔لیکن اس ادراک کی نفی سے نفس رویت کی نفی کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔اس کے قطع نظر نفی رویت پر دلالت کرنے والی صاف وصریح کوئی آیت قرآن مجید میں موجود ہی نہیں ہے۔امام موصوف کا استدلال ملاحظہ ہو:۔

فنقول المرئ اذا کان له حدو نهایة وادرکه البصر بجمیع حدوده وجوانبه وهایاته کان ذالک الابصار احاط به فتسمی هذه الرویة ادراکا. اما اذالم یحط البصر بجوانب المولئ لم تسم تلک الرویة ادراکا. فالحاصل ان الرویة جنس .تحتها نوعان . رویة مع الاحاطه رویة لامع الاحاطه . والرویة مع الاحاطة هی المسماة بالادراک فنفی الا دراک یقید نفی نوع واحد من نوعی الرویة . ونفی النوع لا یوجب نفیالجنس فلم یلزم من نفی الادراک عن الله نفی الرویة عن الله فهذا وجه حسن مقبول فی الاعتراض علیٰ کلام الخصم (تفسیر کبیر الجزء الرابع ۱۷۰ھ)

ہمارا استدلال یہ ہے کہ جب کوئی شئے محدود ہواور اس کے پورے حدود و جوانب ونہایات کا بصر نے ادراک کرلیا ہوتو گویا بصر نے شئے کا احاطہ کرلیا۔ایسی رویت کوادراک کہتے ہیں۔لیکن اگر بصر نے شئ کے پورے جوانب کا احاطہ نہ کیا تو ایسی رویت کوادراک نہیں کہا جاتا۔حاصل یہ کہ رویت جنس ہے جس کے تحت دو نوع ہیں ۔ ایک رویت مع الاحاطہ ۔ دوسری رویت لامع الاحاطہ ۔ اور رویت مع الاحاطہ کوادراک کہا جاتا ہے۔پس نفی ادراک سے دونوعوں میں صرف ایک نوع کی نفی متعین ہوچکی۔(اورقاعدہ ہیکہ) نوع کی نفی سے جنس کی نفی لازم نہیں آتی۔پس ''ادراک اللہ کی نفی سے ''رویۃ اللہ'' کی نفی نہیں لازم آتی اور یہ دلیل خصم کے اعتراض کے جواب میں اچھی ومقبول ہے۔

علما پر مخفی نہیں کہ تمام اکابر اہل سنت بلا اختلافات نفس مسئلہ دیدار الٰہی کے قائل ہیں اور آخرت میں دیدار سے مشرف ہونے کے بارے میں بھی سب متفق ومعتقد ہیں۔البتہ بعض کواختلاف ہے تو دنیا میں دیدار الٰہی کے شرف کے بارے میں ہے۔لیکن یہ بھی کوئی ایسا مشکل امر نہیں کیونکہ جوخدائے قدیر جسطرح قیامت میں جن مومنین کو دیدار سے مشرف ہونے کے قابل نظر عطا فرمانے کی قدرت رکھتا ہے وہی خدا اس دنیا میں بھی ایسی نظر عطا کرنے سے ہرگز عاجز نہیں۔!!!

امام محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں:۔

فعلم انه کلما جازوقوعه فی المنا روفی الدار الآخرة جازوقوعة و تعجیله لمن شارقی الیقظة والحیوة الدنیا . فتوحات مکیه باب ۶۴ھ

معلوم ہوا کہ جب دیدار کا وقوع خواب میں اور آخرت میں جائز ہے تو جس شخص کو اللہ چاہے بیداری اور اس زندگانی دنیا میں بھی اس کے لئے دیدار کا وقوع جائز ہے۔

حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ان الله احتجب عن القلوب کما احتجب عن الابصار فان اوقع تجلیا فالبصر و الفوادواحد (عربی البیان)

اللہ تعالیٰ جس طرح آنکھوں سے حجاب میں ہے اسی طرح قلوب سے بھی حجاب میں ہے۔پس اگر وہ اپنی تجلی ڈالے تو پھر آنکھ اور دل دونوں ایک ہیں۔

حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

دید محمدؐ نہ بچشم دگر | بلکہ ہمیں چشم سر د چشم سر

ل آیہ شریفہ ''لن ترانی'' پر ہجرت باطنی کے بیان میں بحث کیگئی ملاحظہ ہو ۱۲۶ حصہ توضیحات

حضرت خواجہ بندہ نواز رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شیخ سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی ایک کتاب کی شرح لکھی ہے جس کا نام آداب المریدین ہے۔اس میں دیدار سے متعلق یہ لکھا گیا ہے:۔

واجماع صوفیان است کہ خدائتعالیٰ بدیں چشمے کہ برروے است ایں صدقہ کہ ہست وروشنائی کہ دریں حدقہ کہ ہست ہمبریں روشنائی کہ خدائے را خواہند دین من کہ محمد حسینی ام می گویم کہ خدائے را بزرگاں باشند کہ ہم دردو دنیا بچشم دل بنیند ۔۔۔۔۔ثابت شدہ کہ طالب صادق ومشتاق واثق جمال حضرت سبحانہ وتعالیٰ بلا کیف وکیفیتہ دردنیا بیند(آداب المریدین)

یعنی اس بات پر صوفیوں کا اجماع ہے کہ ان آنکھوں سے جو کہ چہرہ پر ہیں اور انھیں حلقوں سے کہ جن میں روشنائی ہے اسی روشنائی سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں جو کہ محمد حسینی ہوں کہتا ہوں کہ ایسے بزرگ بندے بھی ہیں کہ جنھوں نے اس دنیا میں خدا کو چشم دل سے دیکھا ہے۔(اس کے بعد آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں کہ) ثابت ہے کہ طالب صادق اور مشتاق و اثق حضرت سبحانہ وتعالیٰ کے جمال کو اس دنیا میں دیکھ سکتا ہے۔

آدمی وید است باقی پوست است دیدآں باشد کہ دید دوست است(مولنٰا روم)

اس مختصر بحث سے ظاہر ہو چکا کہ مولف ہدیہ مہدویہ نے دیدار الٰہی کے بارے میں مہدویہ کے مسلک کو مسلمات اہل سنت سے مغائر قرار دینے کی جو کوشش کی بہر جہت غلط ہے۔البتہ بات صرف اتنی سی ہے کہ طلب دیدار خدا کی فرضیت' اہل سنت میں متعارف نہیں تھی حضرت امامنا علیہ السلام نے بحکم خدا فرض قرار دیا ہے اور اس کے مزید ثبوت کے طور پر قرآن مجید کی آیات بھی بیان فرمائی ہیں۔ یہاں ایک شرعی ضابطہ پیش نظر رکھنا کافی ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جس امر کا حکم دے اور جس امر سے منع کرے اور اس کی خلاف ورزی کی سزا دوزخ قرار دے تو اس حکم کی اتباع کرنا اور امر ممنوع کو ترک کرنا فرض ہوگا۔بحرالعلوم علامہ شمسی مرحوم نے اس ضابطہ پر تنویر الہدایہ میں بحث کی ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ دیدار سے متعلق فرماتا ہے:۔

فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (کھف)	جو شخص اپنے رب کی لقاء (دیدار) کا امیدوار ہو تو وہ عمل صالح (ترک دنیا وترک شرک) کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

لقاء کے معنوں میں بھی علما نے بہت بحث کی ہے بعض نے ''ثواب'' اور بعض نے رجوع الیٰ اللہ'' مراد لی ہے۔

مراد لی ہے اصل یہ ہے کہ علمائے متقدمین متکلمین کے زمانے میں یونانی فلسفہ کی عالم اسلام میں شہرت ہو چکی تھی۔اور غیر مسلم علما کی طرف سے انہیں اصول پر اعتراضات کئے جا رہے تھے اس لئے علما کا زیادہ وقت انہیں مباحث میں گزرتا تھا اور فلسفہ کی عام مقبولیت کی وجہ علمائے معقول نے یہ دعویٰ کر دیا کہ شرائع انبیاء علیہم السلام فلسفہ سے بالکل مطابق ہیں۔اس

دعوی کی بناء پر ان کے لئے لازم ہوگیا کہ مسائل شرعیہ کو مباحث فلسفہ سے مطابق کریں اس کام کے لئے انھیں شرایع الہیہ میں ہزاروں تاویلیں کرنی پڑیں دیدارالٰہی کے بارے میں معتزلہ وغیرہ کے اختلاف کی بھی یہی وجہ ہے کہ شرائط رویت جو فلسفہ میں مذکور ہیں ان کے لحاظ سے رویت باری تعالیٰ کو اگر ممکن و جائز قرار دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے لئے جسم اورلوازم جسم ہونا لازم آئے گا جو صحیح نہیں اس لئے انھوں نے کمال تنزیہ کے نظر کرتے امکان رویت باری تعالیٰ سے انکار کیا۔ اور رویت سے متعلقہ آیتوں کے الفاظ میں تاویلیات کی تکلیف اٹھائی ۔ اگرچہ اشاعرہ نے معتزلہ کے رد کی کوشش کی ہے لیکن ان کے بعض استدلات بھی لغزش سے بری نہیں ہیں۔ ان سب خرابیوں کی علت وہی فلسفہ سے مطابق کرنے کی کوشش ہے۔

علمائے علم معقول میں ایک مشہور فلسفی ابن رشد بھی ہیں۔ رویت باری تعالیٰ کے بارے میں ان کے خیالات بھی ملاحظہ ہوں جسے علامہ شمسی مرحوم نے تنویرالہدایہ میں بیان کئے ہیں:۔

> اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نور سے موصوف کیا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ اللہ نور السموات والارض اور نور ایسا ہے کہ ادنیٰ و اعلیٰ اس کو محسوس سمجھتے ہیں۔ اور اس کو اشرف محسوسات جانتے ہیں بلکہ نور کی وجہ سے دوسری چیزوں کا بھی ادراک کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا نام نور رکھا ہے اور نور کی جہت سے سب قسم کی اشیا کی رویت ہوتی ہے تو اسی نور ہونے کی جہت سے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی جائز الرویت ہوگی اور جائز الرویت ہو اس کی طلب محال نہیں۔ پس معتزلہ کے سارے اعتراضات جن کی بنا اصول عقلیہ پر ہے اور جن کا منشاء کمال تنزیہ ہے اس تقریر سے اٹھ گئے اور اشاعرہ کے ان تاویلات کی بھی ضرورت نہ رہی جو توجیہ وتاویل آیت ''لن ترانی'' میں پیش کرتے ہیں۔ (تنویرالہدایہ ۱۳۸)

اس کے علاوہ جب کہ تمام فلاسفہ اس امر میں متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادی جسم اور لوازم جسم سے بری ہے تو رویت باری تعالیٰ کے بارے میں رویت کی ان شرائط کی بحث ہی بے سود ہے جو مادی جسم اور اس کے لوازم سے تعلق رکھتی ہے ورنہ یہ قیاس مع الفاروق کے حکم میں ہوگا جس کا نتیجہ ثبوت کبھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ''لقاء'' کے لغوی معنی ''دیدار کو'' چھوڑ دینا اور محض مادی جسم کی شرائط رویت کو پیش نظر رکھکر بے جا تاویلات میں مبتلا ہونا درست نہیں۔ اسی لئے امام رازیؒ نے ضرار بن عمرو الکوفی کا بیان نقل کیا ہے کہ:۔

وانما یرای بحاسة سادسة یخلقها الله تعالیٰ بالبصر (تفسیر کبیر الخبر الرابع ۱۷۱)	بیشک ایک چھٹی قوت حاسہ کے ذریعہ (اللہ تعالیٰ کی) رویت حاصل ہوگی جسے اللہ بصر میں پیدا فرمادیگا۔

آگے چلکر امام رازیؒ نے بعض لوگوں کے اس خیال کی کہ ''اہل جنت'' قربت کی وجہ دیدار سے مشرف ہوتے اور اہل نار دوری کی وجہ محروم رہتے ہیں تردید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

بل لانہ یخلق الرویۃ فی عیون اھل الجنۃ ولا یخلقھا فی عیون اھل النار (جلد رابع ۱۷۳) | بلکہ اس کی وجہ یہ ہیکہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کی آنکھوں میں رویت کی صلاحیت پیدافرماتا ہےاوراہل دوزخ کی آنکھوں میں نہیں پیدافرماتا

فرض جوحکم قرآن مجیداور حدیث متواتر سے ثابت ہوعام ازیں کہ وہ تزیہی ہو یاتشبہی اس پر ایمان لانا فرض ہے خواہ ہماری عقل اس کے معنی دریافت کرسکے یادریافت سے قاصر رہے۔

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ
(اقبالؔ)

پس عشق کا اقتضا احکام کی تقلید کے سوائے کچھ نہیں۔

حاصل کلام یہ کہ ''لقاء'' کے معنی ''دیدار'' ہیں اس کے سوائے دوسرے معانی بیان کرنا تاویلات بعیدہ ہیں اسی لئے آیت مذکورہ کی تفسیر میں امام فخرالدین رازیؒ لکھتے ہیں:۔

واصحابنا حملو القاء الرب علی رویتہ (تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۱۶۷) | یعنے ہمارے ساتھیوں نے لقائے رب کو رویت پر محمول کیا ہے۔

صاحب بیضاوی نے لکھاہے کہ:۔

یامل حسن لقائہ (جلد۱صفحہ۵۵) | یعنے اللہ کا حسن لقا کا آرزو مند ہے

اس کے علاوہ ایسی آیت بھی ملتی ہے جسمیں دیدار کی آرزو نہ کرنے والے کاٹھکانہ دوزخ قرار دیا گیاہے:۔

ان الذین لا یرجون لقاء نا رضوابا لحیوۃ الدنیا واطمنوا بھا والذین ھم عن اٰیاتنا غافلون . اولئک ماو ھم النار بما کانوا یکسبون (یونس غ) | جولوگ ہمارے لقاء(دیدار) کی امید نہیں رکھتے اورحیات دنیا سے خوش ہوگئے اور اسی پر مطمئن ہوگئے اور جولوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔ان سب کا ٹھکانہ ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔

امام فخرالدین رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھاہے کہ:۔

واعلم ان حل الرجا علی الخوف بعید لان تفسیر الضد بالضد غیرجائز ولا مانع ھھنا من حل الرجاء علیٰ ظاھرہٖ التبۃ (تفسیر کبیر جلد۴ صفحہ۵۰۲ء) | واضح ہوکہ رجا کا خوف پر محمول کرنا بعید ہے کیونکہ ضد کی تفسیر ضد سے کرنا جائز نہیں ہے۔اوراس میں شک نہیں کہ یہاں رجاء کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کرنے میں کوئی مانع نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ دیدار الٰہی کی امید نہ رکھنے اور حیات دنیا سے خوش ومطمئن ہوجانے کی سزا دوزخ قرار دیگئی ہے لہذا طلب دیدار خدا کو فرض تسلیم کرنا ہوگا۔اس بحث کے قطع نظر جب کہ مہدی موعود خلیفۃ اللہ مامور من اللہ ہیں اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی پیروی تعلیم بلاواسطہ سے کرتے ہیں۔جس کا بیان روایت ۹ اور۱۰ کی توضیح میں کیا جاچکا ہے ملاحظہ ہو صفحہ۳۲ اس لحاظ سے آپؑ جس امر کو فرض قرار دیں گے واجب الاعتقاد والعمل ہوگا۔

روایت ۲۲۷ ملاحظہ ہو کہ حضرت امامنا علیہ السلام نے فرمایا بندہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتا آیا ہے اور بینائی چشم سر و بینائی چشم دل میں آنحضرتؐ کی پوری پوری متابعت رکھتا ہے اور چشم سر و چشم دل کی اطلاقیت اس درجہ پر پہنچ چکی ہے کہ) ایک ایک رونگٹا آئینہ وچشم بن چکا ہے۔ اور آپؑ کے صحابی حضرت سید خوندمیرؓ نے ایک دفعہ فرمایا: ’’ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے ایک ایک بال کو دو دو آنکھیں عنایت کیں جن سے میں نے خدا کو دیکھا۔ اسی لئے امامنا علیہ السلام نے آپؓ کو یہ بشارت بھی دی کہ ’’برادرم سید خوندمیر فنا فی اللہ شدہ بہ بقا باللہ رسیدند‘‘ فنا فی اللہ رویت چشم سر ہے اور بقا باللہ ’’ موبمو‘‘ درائے موبمو‘‘ اس سے ظاہر ہے کہ رویت کی دو قسم ہیں۔ اگر بلاواسطہ ہو تو وہ رویت مطلقہ ہے اگر بالواسطہ ہو تو مقیدہ۔ رویت مطلقہ‘ ناظر تجلی ذات کو حاصل ہوتی ہے اور وہی مسلمان تام ہے۔ اسی لئے مہدویہ کے پاس ثابت ہے کہ ناظران تجلی ذات اور مسلمانان تام خاتمین علیہم السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا:۔

قل هٰذه سبیلی ادعو الیٰ الله علی بصیرة انا و من اتبعنی و سبحان الله وما انا من المشر کین	کہدے (اے محمدؐ) یہ میرا راستہ ہے۔ اللہ کی طرف بصیرۃ (دیدار) پر میں بلاتا ہوں اور وہ شخص بھی بلائیگا جو میرا تابع (تام) ہے اور سبحان اللہ ہم دونوں مشرک نہیں ہیں۔

اس آیت میں لفظ ’’انا‘‘ سے مراد ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ’’من اتبعنی‘‘ سے مراد ذات مہدی موعود علیہ الصلوۃ والسلام ہے۔ چونکہ ان حضراتؑ کی رویت میں اصطلاحی شرک کا بھی شائبہ نہیں رہا ہے اس لئے **سبحان الله وما انا من المشرکین**۔ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جو مسلمان تام ہونے پر بداہۃً دلالت کررہے ہیں خاتمین علیہما السلام کے سوائے جن صحابہ کے حق میں مسلمان تام۔ فنائے تام۔ ناظر تجلی ذات کی بشارت پائی جائے وہ بشارت‘ بصدقہ خاتم ولایت محمدیہ خاص مرتبہ کی حال ہوگی۔ باقی جتنے ناظرین صفائی ہیں ان پر رویت مقیدہ کا اطلاق ہوگا جو بالواسطہ ہوا کرتی ہے۔

امامنا علیہ السلام نے یہ جو فرمایا ’’ہر کہ خدائے را مقید بیند مشرک است‘‘ یہاں شرک سے شرک شرعی نہیں بلکہ اصطلاحی شرک مراد ہے۔ صوفیہ محققین کے پاس بھی یہ نوعیت مسلم ہے ان کی اصطلاح میں یہ ایسا شرک ہے جسے شرف رویت باری تعالیٰ حاصل رہتا ہے مگر یہ رویت بلاواسطہ نہیں بلکہ بالواسطہ ہے۔ رویت بلاواسطہ تو خاتمینؑ ہی کی خصوصیت ہے۔

سید کل صاحب ۔ ام الکتاب ۔	پردگیہا بر ضمیر ش بے حجاب
گرچہ عین ذات را ۔ بے پردہ دید	رب زدنی از زبان او چکید
۔۔۔ آنحضرت صلعم ۔ عشق ۔ ذات باری تعالیٰ	(اقبالؔ)

توضیح روایت ۲۲۶ در بیان رموز حقیقت:

’’آنچہ در بیان می آید ہمہ شریعت است و حقیقت اور بیان نمی آید‘‘۔ اس فرمان مبارک میں ’’حقیقت کا لفظ ذات وصفات

باری تعالیٰ کے حقایق کے بارے میں استعمال ہوا ہے۔اس لئے یہاں آنچہ سے عمومیت مرادنہیں لیجاسکتی۔کیونکہ تجربات و مشاہدات سے ثابت ہے کہ بہت سارے مسائل اور اشیا کی حقیقتیں دیکھنے اور بیان کرنے میں آسکتی ہیں چونکہ حضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات عشق ومحبت اور طلب دیدار خدائتعالیٰ اور اسی کے لوازم ضرور یہ سے تعلق رکھتی ہیں۔اس لئے یہاں لفظ ''آنچہ اور حقیقت'' سے وہی خاص مفہوم مراد ہے۔

ذات وصفاتِ باری تعالیٰ کی حقیقت کے بارے میں عجز بیان کوئی حیرت وتعجب کی بات نہیں جب کہ بہت سارے محسوسات اور مادرائے محسوسات کی حقیقت کے بیان کرنے میں نطق انسانی عاجز پایا جاتا ہے۔مثلاً لفظ ''درد'' پر ہی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کسی کو مار لگ جائے تو اس اذیت کی کیفیت کو عرف عام کی بنا پر صرف لفظ ''درد'' سے ظاہر کرسکے گا۔دنیا کی جس جس زبان میں اس کیفیت کے اظہار کے لئے جو لفظ مستعمل میں وہی استعمال کئے جاسکیں گے اور بس۔کوئی بلیغ ترین انسان اس کیفیت درد کو لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔اور نہ تو اس کو آنکھوں ہی سے دکھایا جاسکتا ہے۔حالانکہ کیفیت درد محسوسات میں سے ہے۔اور اس کا وجود نا قابل انکار حقیقت ہے۔اس کے باوجود یہ حقیقت بیان میں نہیں آسکتی۔اسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے۔فی الحقیقت جس کا درد اسی کو معلوم!!!

اس کے علاوہ اور بھی نظیریں ہیں۔مثلاً ''برق'' اور ''اثیر'' کے مظاہر ان کے وجود پر بداہتہ دلالت کررہے ہیں۔روشنی۔مشنری وغیرہ دنیا کے اہم ترین ایجادات وکاروبار اسی برق کی نعمت پر چل رہے ہیں۔حتی کہ انسان کے اعضائے باطنیہ اور ان کے حرکات کو اسی برقی رو کے ذریعہ دیکھا بھی جاسکتا ہے' اور ان کی تصویر بھی لیجاسکتی ہے۔

اسی طرح ''اثیر'' کے بھی عجیب کرشمے ہیں علماء کا بیان ہے کہ اس کی رفتار فی ثانیہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہوتی ہے۔اس کی ایسی مسلسل رفتار کی وجہ سے یہ کہنا غلط نہیں ہوسکتا کہ یہ ساری دنیا میں دائر دسائر ہے ریڈیو کی تمام نوعیّتوں کا تعلق اسی سے ہے جس کی وجہ دنیا کے ایک حصہ کی تقریر دوسرے حصہ میں بلاکسی قابل لحاظ وقفہ کے سن لیجاسکتی ہے۔بلکہ تقریر کرنے والے کی تصویر بھی سامنے آموجود ہوتی ہے۔

برق واثیر کے وجود پر دلالت کرنے والے ان تمام بدہیات ومسلمات کے باوجود ان کو صرف ان کے متعارف نام سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ان کے خواص وکیفیات پر تجربات کئے جاسکتے ہیں اور ان سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔لیکن ان کی حقیقت نہ تو بیان کیجاسکتی ہے اور نہ اس کو آنکھوں ہی سے دکھایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات' منزہ عن التشبیہات کے بارے میں صرف وہ متعارف الفاظ جو اسماء وتعریفات سے تعلق رکھتے ہوں اور کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ وفرامین مہدی موعود مراد اللہ سے ثابت ہوں بیان کرسکتے ہیں۔لیکن اس ذات اور اس کی صفات کی حقیقت الفاظ کی حدود میں نہیں آسکتی۔

قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحران تنفد کلمات ربی ولو جئینا بمثله مددا (کھف)

میرے رب کے کلمات کے لئے سمندر بھی سیاہی بن جائے تو میرے رب کے کلمات کا بیان پورا ہونے سے قبل سمندر خشک ہوجائیگا جواہ ایس اور سمندر کی مدد بھی حاصل کرلیں۔

تواں در بلاغت بسجباں رسید نہ در کہنہ بے چون سجاں رسید

(حضرت سعدیؒ)

یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اکثر مخلوقات ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت بیان نہیں کیجا سکتی اور ان کو آنکھوں سے بلکہ قوی ترین خردبینوں یا دوربینوں کے ذریعہ بھی نہیں دیکھا جاسکتا تو خالق تعالیٰ جو منزہ عن التشبیہات ہے اس کا دیدار کیسے ہوسکیگا؟

اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ وہ اشیاء جن کا ذکر کیا گیا اپنی اپنی فطری خواص و کیفیات میں محدود و مجبور ہیں۔ انسان چاہتا ہے کہ رسائی کرے ان کو دیکھے، جانچے، لیکن ان اشیاء میں اس مطالبہ کو محسوس کرنے یا اس کو منظور و نا منظور کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔

برخلاف اس کے اللہ جل شانہٗ قادر مطلق ہے ''فقال لما یرید'' اس کی شان ہے وہ جو چاہے کرسکتا ہے انسان کی طلب صادق اور صحیح فکر و عمل اور اس کے درجات شوق و عشق کے لحاظ سے اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی ذات میں اور اس کی آنکھوں میں ایسی صلاحیت عطا فرما سکتا ہے کہ اس انسان کی طلب و مراد پوری ہوجائے۔

پس لطیف و ماورائے محسوسات اشیاء کی حقیقت و خصوصیت بجائے خود ہے اور اس منزہ عن التشبیہات ہستی کی حقیقت و خصوصیت بجائے خود اس لئے ان اشیاء کے نظر نہ آسکنے پر قیاس کرکے رویت اللہ کی نفی نہیں کیجا سکتی ہے۔

چونکہ ''ولایت'' بھی اللہ تعالیٰ کی ذات کی ایک خصوصیت ہے اس لئے اس کے متعلق بھی جتنے متعارف الفاظ مل سکتے ہیں اسی حد تک اس کی توضیح کیجا سکتی ہے لیکن اس کی حقیقت کے بارے میں عجز بیان تسلیم کرلینے پر ہر شخص مجبور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی ولایت کی حقیقت بیان میں نہ آسکنا اور ہے۔ دیدار الٰہی اور سیر ولایت حاصل ہونا اور!! اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے ذات و صفات باری تعالیٰ کے حقایق کے بارے میں فرمایا کہ

''آنچہ در بیان می آید ہمہ شریعت است و حقیقت در بیان نمی آید''

ترکِ دنیا:

مہدویہ کے پاس ترک دنیا کا جو مفہوم ہے اس سے واقف ہونا بہت ضروری ہے۔ عام طور پر لوگ یہود و نصاریٰ وغیرہ کی رہبانیۃ کے تذکرہ میں ''رہبانیۃ'' کا ترجمہ ''ترک دنیا'' کرتے ہیں جسکی وجہ بادی النظر میں مہدویہ کی اصطلاح ''ترک دنیا'' پر رہبانیۃ کا شبہ پیدا ہوجاتا ہے۔ حالانکہ وہ ترجمہ ہی غلط اور اصول اسلام کے مغائر ہے۔ کیونکہ اسلام میں رہبانیۃ کی نفی کیگئی

ہےاورترک دنیا کاحکم دیا گیا ہے۔

لفظ دنیا کا استعمال آخرت کے مقابل ہوتا ہے یا دین کے مقابل ہوتا ہے قرآن مجید میں بھی ایسے استعمال کی نظیریں موجود ہیں:۔

اولئک الذین حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ وما لھم من ناصرین	یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیاوآخرت میں حبط ہوگئے اوران کا کوئی مددگارنہیں۔
وذرو الذین اتخذوا دینھم لعباً و لھوا وغرتھم الحیاۃ الدنیا	ان لوگوں کوان کے حال پرچھوڑ دوجنھوں نے اپنے دین کو لہوولعب سمجھا اوران کوحیات دنیانے مغرور کردیا۔

پہلی آیت میں لفظ ''دنیا'' ''آخرت'' کے مقابلہ میں اور دوسری آیت میں ''دین'' کے مقابلہ میں آیا ہے جب ''دنیاوآخرت'' کہتے ہیں تو دنیا سے زمانہ قبل موت مراد ہوتی ہے اور جب ''دین ودنیا'' کہا جاتا ہے تو دنیا سے مراد وہ تمام امور ہوتے ہیں جن کو دین سے تعلق نہو گویا تمام ممنوعات دین کو دنیا کہا جاتا ہے۔اس مفہوم کے لحاظ سے ''ترک دنیا'' کے معنیٰ ''ترک ممنوعات دین'' ہوئے اور یہی عین دین وعین اسلام ہے۔

بہت ساری آیات واحادیث سے صراحتہً دنیا کی مذمت ثابت ہے اور مومن کو اس سے بچنے کا حکم دیا گیا اور خلاف ورزی کی سزا دوزخ قرار دیگئی ہے۔اس لئے ہرمومن ومسلم پر لازم ہے کہ خدا ورسول نے جسکی مذمت اس شدت سے کی ہو اس سے احتراز کرے بلکہ احادیث میں ''ترک دنیا'' کے لفظ اوراس کی فضیلت بھی پائی جاتی ہے۔ہم چند احادیث تمثیلاً یہاں درج کرتے ہیں:۔

(۱) ترکوالدنیا لا ھلھا (کنزل العمال)	تم دنیا کو اہل دنیا ہی کے لئے چھوڑدو۔
(۲) ترک الدنیا امرمن ابصر واشد من حطم السیوف فی سبیل اللہ ولا یترکھا احدا لا اعطاء اللہ مثل ما یعطی الشھداء (کنزل العمال)	''ترک دنیا'' ایلوے سے زیادہ تلخ ہے اور خدا کی راہ میں تلوار چلانے سے زیادہ سخت ہے اور ''ترک دنیا'' وہی کرسکتا ہے جسکو اللہ توفیق عطا فرمائے جیسا کہ شہداء کو عطا فرماتا ہے۔
(۳) من عرضت لہ الدنیا والأخرۃ فاخذ الأخرۃ و ترک الدنیافلہ الجنۃ وان اخذ الدنیا و ترک الأخرۃ فلہ النار (کنزل العال)	جس کے سامنے دنیاوآخرت دونوں پیش ہوں اور اس نے آخرت کواختیار کیا اور دنیا چھوڑدی اس کے لئے جنت ہے۔ اور جس نے آخرت چھوڑ دی اور دنیا کو اختیار کیا اس کے لئے دوزخ ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ''ترک دنیا'' کا اسلام میں بہت بلند مقام ہے۔اس لئے جو لوگ ''رہبانیۃ'' کا ترجمہ ''ترک دنیا'' کرتے ہیں تعلیمات اسلام سے ناواقف رہنے کا نتیجہ ہے۔کیونکہ اسلام میں رہبانیت نہیں لا رھبانیۃ فی الاسلام ''رہبانیۃ'' اور ''ترک دنیا'' کا بین فرق یہ ہے کہ رہبانیۃ میں فطری قوتوں کو معطل ونا کارہ کردیا جاتا ہے۔جیسے خصی ہوجانا یا کسی عضو کو

بے حس بنادینا وغیرہ۔اس کے برخلاف قوائے فطریہ کو جائز طریقوں سے استعمال کرنا۔دین وآخرت کو ترجیح دینا۔عبادت و ریاضت اور دین کی خدمت میں مشغول ومنہمک رہنا۔اصطلاح اسلام میں رہبانیۃ نہیں بلکہ زہد کہا جاتا ہے۔چنانچہ زہد کی تعریف امام غزالیؒ نے یہ بیان کی ہے:۔

الزھد عبارۃ عن رغبتہٖ عن الدنیا عدولاً الیٰ الأخرۃ او عن غیر اللہ عدو لا الیٰ اللہ وھی الدرجۃ العلیا. (احیاء العلوم)	آخرت کی طرف مائل ہوکر دنیا سے روگرداں ہونا زہد ہے یا غیر اللہ سے منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا زہد ہے اور یہ زہد کا بہت بلند درجہ ہے۔

زہد کے متعلق بہت فضائل احادیث میں بھی وارد ہیں:۔

اذا اراد للہ بعبدٍ خیر ازھدہ فی الدنیا و رغبۃ فی الأخرۃ . (احیاء العلوم)	جب اللہ کسی بندہ کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کو زہد فی الدنیا اور رغبت الی الآخرۃ کی توفیق عطا فرماتا ہے۔
افضل الناس مومن متلزھد (احیاء العلوم)	مومن زاہد سب لوگوں میں افضل ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ''زہد فی الدنیا'' عین اسلام ہے۔اور یہ مومن کا بلند مرتبہ ہے۔اولیائے کرام وصالحین عظام اسی مرتبہ پر فائز رہے ہیں۔اور اہل علم تسلیم کریں گے کہ ''زہد فی الدنیا'' اور ''ترک دنیا'' بالکل ہم معنی ہیں اس لئے ترک دنیا کو رہبانیۃ کہنا یا تعلیم اسلام کے مغائر قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

اسی لئے محققین صوفیہ کے مسلک میں زہد فی الدنیا وترک دنیا کو فرض و لازم گردانا گیا ہے۔اولیاء اللہ کی تالیفات و کتب سیر میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔اور اسی لئے ''ترک دنیا'' اور اس کے مفہومات اکابر علمائے ظاہر میں بھی متعارف رہے ہیں۔البتہ ان کے پاس مستحب کی حیثیت دیگئی ہے۔اس کا اصل سبب وہی ہے جو ہم آگے بیان کر چکے ہیں کہ ائمہ مجتہدین صرف عبادات ومعاملات کے مسائل کی کاوشوں میں منہمک رہے۔عشق ومحبت الٰہی کے لوازم سے تعلق رکھنے والے مسائل میں انھوں نے موشگافی نہیں کی۔حالانکہ ان ہی کے مسلمہ اصول کے لحاظ سے جس امر کی سزا دوزخ قرار دیگئی ہو اس کا ترک کرنا فرض ہے۔قرآن مجید کی صاف وصریح آیت ہے کہ:۔

ومن کان یرید الحیاۃ الدنیاو زینتھا نوف الیھم اعمالھم وھم فیھا لا یبخسون اولئک الذین لیس لھم فی الأخرۃ الا النار وحبط ما صنعوا فیھا و باطل ما کا یعملون (جزء ۱۲ رکوع ۲)	جو کوئی حیات دنیا وزینت دنیا کا مرید ہو ہم ان لوگوں کے اعمال دنیا ہی میں پورے کردیتے ہیں اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رہتے یہ سب ویسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش دوزخ کے سوائے کچھ نہیں اور انھوں نے جو کچھ (نیکیاں) اس دنیا میں کی ہیں وہ سب حبطہ ہوجائینگی اور جو اچھے کام کرتے ہیں باطل ہیں۔

اس آیت میں مَنْ کا لفظ عام ہے جس میں ہر مرید دنیا داخل ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔اور ایک آیت ہے:۔

فاما من طغٰی واثر الحیاة الدنیا فان الجحیم ھی الماوٰی واما من خاف مقام ربه و نھی النفس عن الھوٰی فان الجنة ھی الماوٰی	لیکن جوشخص حد سے گزر گیا اور حیات دنیا کے پیچھے ہوگیا تو بے شک اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور جوشخص اپنے رب کے (عتاب) کے موقع پر ڈرا اور اپنے نفس کو (فاسد) خواہش سے روکا تو بے شک اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

دنیا کی مذمت میں اور بہت آیات ہیں مذکورہ آیات سے دوزخ کی سزا کا حکم صاف ظاہر ہے اس لئے اس کا ترک فرض ہوگا۔

حضرت امامنا علیہ السلام کا عام دعوٰی بصیرۃ پر ہے۔تقرب خدا وکمالات روحانی کی تعلیم آپؑ کی بعثت کا مقصد ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے ذریعہ اس فرضیت کا علم عطا فرمایا۔ اور جس کی حجت میں آیات قرآنی بھی موجود ہیں۔ترک دنیا اور توکل کے مسائل اپنی اپنی جن خصوصیات کے حامل ہیں ان کو سمجھنا اور استدلال وتفہیم میں ان کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔اصول مہدویہ کے معترضین ایسی غلطی کی وجہ لغزش کھا جاتے ہیں۔کیونکہ ترک دنیا کا تعلق ترک حیات دنیا و متاع حیات دنیا سے ہے۔اور توکل کا تعلق اسباب تدبیر پر نظر نہ رکھنے سے ہے جسکی توضیح توکل کے بیان میں آئے گی۔

امامنا علیہ السلام نے ’’حیات دنیا‘‘ ومتاع حیات دنیا‘‘ کی یہ توضیح فرمائی کہ:۔

> وجود حیات دنیا کفراست یعنے زیستن بجان کہ آں راہستی وخودی گویند ہر چیزے را کہ در کتاب اللہ متاع حیات دنیا نام کردہ اند چوں حب زنان وفرزنداں واموال وحیوانات وزراعات وتجارت و عمارات وملبوسات وماکولات وجز آں ہر کہ

ایں اشیا را مرید ومحبؔ باشد وبدیں مشغول گردد واو کافر است۔(نقلیات میاں عبدالرشیدؒ روایت ۵۶ وانصافنامہ باب (۵) امامنا علیہ السلام نے حیات دنیا سے مراد ’’ہستی وخودی‘‘ اور ’’متاع حیات دنیا‘‘ سے مراد اموال وزنان وفرزندان وغیرہ کی محبت بیان فرمائی ہے۔ہم یہاں متاع حیات دنیا کی توضیح کریں گے۔اس کے بعد ’’حیات دنیا کی بحث کیجائیگی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

زین للناس حب اشھوات من النساء والنبین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة والخیل المسومة والانعام والحرث ذالک متاع الحیٰوة الدنیا واللہ عندہ حسن المآب. (جزء۳ رکوع ۱۰)	زینت دیئے گئے ہیں لوگ خواہشات کی محبت سے عورتوں اور بچوں سے متعلق اور سونے وچاندی کے جمع کردہ خزانوں اور نشان زدہ گھوڑوں اور چوپایوں اور کھیتیوں سے متعلق یہ سبب متاع حیات دنیا ہے۔اور اللہ تعالیٰ (جو معبود برحق ہے) سب نیکیاں اسی کی طرف پھیر جانے والی ہیں۔

اس آیت میں متاع حیات دنیا کا صاف بیان موجود ہے اور امامنا علیہ السلام نے بھی متاع حیات دنیا کی محبت ترک کرنے کا حکم دیا ہے اور اس میں اتنا اشتغال کہ خدا سے غفلت ہوجائے ناجائز قرار دیا ہے اور یہ اس حکم قرآنی کے ٹھیک

مطابق ہے جواللہ تعالیٰ فرمایا۔

یا ٰیھا الذین اٰمنو الا تلھکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذالک فاولئک ھم الخاسرون (سورہ منافقون)

اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں خدا کے ذکر سے غافل نہ کریں اور جو ایسا کریں گے وہ سب خاسرین ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ خدا سے غافل ہو کر اموال اور زن و فرزند وغیرہ متاع حیات دنیا میں منہمک و مشغول ہو جانا منع ہے۔ صاحب زن و فرزند ہونا منع نہیں ہے۔

حضرت میراں علیہ السلام را عرض کردند کہ زن و فرزندان مرا تفرقہ می دہند اگر رضائے خوندکار باشد ایشاں را علحدہ کنم۔ میراں علیہ السلام فرمودند ایشاں را دست گرفتہ در بہشت بروید از خود علحدہ نہ کنید خدائتعالیٰ شمارا اجر بسیاری دہد بواسطہ ایشاں صبر کنید ایں کار بزرگ است (نقلیات میاں سید عالمؒ)

(ترجمہ) حضرت مہدی علیہ السلام سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ بیوی بچے مجھ میں تفرقہ پیدا کررہے اگر اجازت ہو تو ان کو الگ کردیتا ہوں۔ امامنا علیہ السلام نے فرمایا'' ان کا ہاتھ تھامے ہوئے جنت میں لیجاؤ اور ان کو اپنے سے علحدہ مت کرو۔ خدائتعالیٰ تم کو بہت اجر دیگا ان کے بارے میں صبر اختیار کرو یہ بہت بڑا کام ہے۔

اسی لئے آپؑ کی تعلیمات پر جو کہ آیات قرآنی سے مطابقت رکھتی ہیں، رہبانیۃ کا شبہ نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ رہبانیۃ میں مناکحت وغیرہ طبعی خواہشوں کو ترک کیا جاتا ہے اور ان تعلیمات کا مقصد طبعی و ارادی خواہشوں کو فی سبیل اللہ محصور کردینا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

للفقراء الذین احصرو فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضرباً فی الارض یسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیمٰھم لا یسئلون الناس اسرالحافا (جزء۳ رکوع ۴)

ان فقراء کے لئے ہے جو اللہ کے راستے میں محصور ہیں۔ زمین (دنیا) میں (کمانے کے لئے) چل پھر نہیں سکتے ہیں۔ ان کے سوال نہ کرنے کے سبب نادان، ان کو غنی سمجھتا ہے۔ تو ان کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیگا۔ وہ فقراء کسی سے گڑگڑا کر سوال نہیں کرتے

یہ آیت اصحاب صفہ کی شان میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لوگ معذور و مریض تھے ممکن ہے ان میں چند معذور و مریض ہوں لیکن پوری جماعت معذوروں کی نہیں تھی کیونکہ ان کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کیجاتی ہے کہ:۔

وکانو تخرجون فی کل سریۃ بعثھا رسول اللہ صلعم (تفسیر کبیر کشاف معالم وغیرہ)

ہر سریہ میں شریک رہتے تھے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجتے تھے۔

اگر یہ معذور ہوتے تو'' سریہ'' و جہادؔ شریک ہونے کے قابل نہ رہتے۔'' احصار فی سبیل اللہ'' سے مراد اپنی قوتوں اور اپنے ارادوں و افعال کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند کرلینا ہے اور'' لا یستطیعون ضرباً فی الارض '' سے یہ مراد ہے کہ وہ جماعت،

کسب وتجارت وغیرہ معاملات معاش سے بے تعلق تھی "ضربا فی الارض" کے معنی چلنے پھرنے کمانے کجانے کے ہیں۔
امام رازی لکھتے ہیں کہ:۔

لان اشتغالهم بصلاح الدين و باصر الجهاد نميعهم من الاشتغال بالكسب والتجارة	صلاح دین وامر جہاد میں مشغول رہنے کی وجہ کسب وتجارت سے باز رہتے تھے۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

هولاء قوم كانوا مشتغلين بذكر الله و طاعته و عبوديته وكانت شدة استغراقهم فى تلك الطاعة احصرتهم عن الاشتغال بساير المهمات	وہ سب اللہ کے ذکر اور اس کی اطاعت وعبودیت میں اتی شدت سے مستغرق تھے کہ وہ لوگ (کمانے کجانے کے) تمام معاملات سے (بے تعلق ہوکر) اس اطاعت میں محصور ہوگئے تھے۔

اس سے ظاہر ہے کہ تبلیغِ دین اور وصال الیٰ المطلوب کے لئے متاع حیات دنیا کی محبت ترک کرنا لازم ہے۔ یہی وجہ ہے دعوے نبوت ورسالت کے بعد کے طویل عرصہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسب وتجارت میں مشغول ہونے کی سند کوئی نہیں بتلا سکتا۔ آپؐ نے دین کی خدمت اور عبادت وریاضت کے لئے اپنے کو وقف فرمالیا تھا دن رات اسی مصروفیت میں گزرتے تھے۔ اہل بیت کے فقر وفاقہ کی روایات کتب احادیث وسیر میں بکثرت موجود ہیں اگر وہ چاہتے تو کس قدر سہولتیں ان کو حاصل نہو سکتیں۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فقر اختیاری تھا۔ اضطراری نہ تھا۔ پس اصحاب صفہ و اولیاے کرام کا مسلک بھی یہی رہا ہے۔

اس کے یہ معنی نہیں کہ مومن کے لئے کسب کی اجازت ہی نہ تھی یا یہ کہ کسب ناجائز ہے آیات واحادیث میں مومن کے لئے کسب حالال کی اجازت ہے اور خود امامنا علیہ السلام نے بھی بلالحاظ مدارج قطعاً ناجائز یا حرام نہیں قرار دیا ہے۔ چنانچہ روایت (۱۸) ملاحظہ ہو کہ ایک عالم کے سوال کے جواب میں آپؐ نے فرمایا کہ:۔

''مومن را کسب حلال است مومن باید شد در قرآن مجید تامل باید کرد کہ مومن کرامی گویند''

یہی وجہ ہے کہ ابتدائے بعثت امامنا علیہ السلام سے آجتک جماعت مہدویہ میں فقراء وکاسبین کے دو طبقے پائے جاتے ہیں۔ البتہ انمیں درجات سلوک کا فرق ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں جتنی زیادتی ہوتی جائیگی اتنا ہی دنیا سے بے تعلقی بڑھتی جائیگی۔ یہانتک کہ احکام فرایض ولایت سب پر فرض ہیں۔

حاصل یہ کہ آیت مذکورہ میں اصحاب صفہ کی ایک خصوصیت یہ بیان کیگئی ہیکہ وہ کسب وتجارت میں مشغول نہو سکتے تھے۔ ''**يحسبهم الجاهل اغنياء من التعفف**'' سے یہ مراد ہے کہ ''حالت فقر'' کے باوجود غنا کی صفت سے متصف تھے۔ ان کا استغنا بھی اس پایا کا تھا کہ نادان لوگ ان کو ''غنی'' سمجھتے تھے ''تعفف'' کے معنی سوال سے بچنے کے ہیں۔ غیر اللہ کے سامنے اپنے فقر واحتیاج کو بحیثیت سوال واستمداد ظاہر نہ کرنا ان کی خصوصیت تھی۔

خود دار نہو فقر تو ہے قہر الٰہی ۔۔۔ ہو صاحبِ غیرت تو ہے تمہید امیری

۱؎ یہ اشارہ مبدء ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف ہے۔ (نوٹ) منع سوال پر توکل کے بیان میں مزید تصریح کیگئی ہے (ملاحظہ ہو ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۲)

(اقبالؔ)

خلفائے راشدین وغیرہ جو "امیرالمومنین" کے درجہ پر فائز رہے ہیں ان کی امارت کا حال بھی دیکھئے کیا تھا

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند در شہنشاہی فقیری کردہ اند
در امارت" فقر" را افزودہ اند مثل سلماں در مداین بودہ اند
حکمرانی بود و سامانے نداشت دست او جز تیغ و قرانے نداشت
(اقبالؔ)

غرض حضرت امامنا علیہ السلام نے بھی "سوال کو حرام" قرار دیا ہے جو فقرا کی خصوصیت "تعفف" کے عین مطابق ہے۔ آپؑ نے فرمایا "ہرچہ خواہی از خدا خواہ"۔ دست سوال دراز کرنا تو کجا؟ حالت سوال سے بھی آپؑ کے فقرا احتیاط کرتے تھے۔ "روایات در بیان توکل"۔ اور روایات در بیان احکام دائرہ میں اس کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ یہ تو فقر اختیاری کی گفتگو ہے لیکن حالت اضطرار میں جب کہ "حرام" کو حلال قرار دیا جاتا ہے اس وقت بھی امامنا علیہ السلام نے اتباع احکام واحصار فی سبیل اللہ کی حفاظت کے لئے مومن کے شعور کو بیدار رکھنے کی سعی فرمائی ہے۔ اس طرح کہ ایسی صورت میں کچھ کسب کرلے۔"

داراو سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ ہو جسکی فقیری میں بوے اسد اللہی ۱
(اقبالؔ)

روایت ہیکہ مہاجرین کی مجلس میں میراں سید محمد مہدی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی (فقیر) خدائتعالیٰ پر توکل نہ کرسکے اور ہلاک ہونے کی نوبت آئے تو کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا کہ "جائے اور ایک یا دو چیتل (ٹکے) کسب کرکے کھائے ۔۔۔الخ (انصاف نامہ باب (۵)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ "اگر ایک چیتل کسب کریگا تو (کہیں) دوسرے روز دو چیتل کسب کرنا چاہیگا ہشیار رہے اور حرص نہ کرے اور زیادہ طلب نہ کرے تو خدائتعالیٰ نہیں پوچھیگا۔ چنانچہ خدائتعالیٰ نے رخصت دی ہیکہ "جو شخص مضطر ہوا اور خلاف ورزی کرنے والا نہیں ہے اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہے تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے" (جزء ۲ رکوع ۵)۔ (انصاف نامہ باب ۵) اس کی تفصیل توکل کے بیان میں آئیگی۔

"**تعرفھم بسیماھم**" سے یہ مراد ہے کہ تم ان کی پیشانیوں کی نورانی علامات سے ان کو پہچان سکتے ہو گڑگڑاتے ہوئے سوال کرنے والوں کا، فقراء کی اس جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ "لایسالون الناس الحیافا" بظاہر علامات یہی ہیں کہ اُن کی عبادت وریاضت، رشد وہدایت، بودوباش۔ وضع ولباس میں احکام خدا وخاتمین کی تقلید پائی جاتی ہو فی الحقیقت فقیر کی اہم خصوصیت یہ ہیکہ اس میں نور یقین جلوہ گر ہوجائے اور اس حیثیت سے کسی فقیر کو پہچاننا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اسی لئے امام محی الدین ابن عربیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

انهم عرفاء فقراء اهل الله لا یعرفهم الا الله ومن هو منهم (تفسیر محی الدین ابن عربی نصف اول ۹۷ھ) وہ سب عارفین فقرائے اہل اللہ ہیں۔ ان کو اللہ ہی جانتا ہےاوروہ بھی جان سکتا ہے جوانہی فقراء میں سے ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان " والله غنی وانتم الفقراء " میں فقرا کا لفظ عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہونے کی حیثیت سے ہر فرد بشر اس آیت کے حکم میں داخل ہے۔ لیکن " للفقراء الذین احصروا فی سبیل الله الخ" میں فقراء کا جولفظ ہے وہ خاص ہے اس لئے محض محتاج ہونے کے معنوں میں ہر فرد بشر فقرا کی اس جماعت میں شمار نہیں ہوسکتا۔

اس مختصر توضیح سے ظاہر ہے کہ امامنا علیہ السلام نے ترک محبت متاع حیات دنیا کی جوتعلیم دی وہ قرآن وحدیث کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ روایت ۲۹ میں صاف وصریح بیان موجود ہے کہ۔" حضرت مہدی علیہ السلام ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنی ذات خدائےتعالیٰ کے حوالے کردو۔ نہ کسی شخص کے ساتھ مشغول رہو نہ کسی چیز کی خواہش رکھو بجز خدائےتعالیٰ کی ذات کے مخلوق سے ذرا بھی احتیاج نہ رکھو۔ اصحاب صفہ جوحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور جماعت تھی۔ انھیں صفات سے متصف تھی۔ (اس روایت میں آگے چلکر یہ آیت بھی بیان کیگئی ہے کہ:۔

كما قال الله تعالیٰ ومن احسن دنیا ممن اسلم وجهه الله وهو محن واتبع ملة ابراهیم حنیفا (جز ۵ رکوع ۱۵) جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اور از روے دین اس شخص سے کوئی اچھا بھی ہے جس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کردیا ہے؟ اور وہ بھی نیکی کرنے والا ہےاوراس نے ابراہیمؑ کے دین کی پیروی اختیار کی ہے۔

امامنا علیہ السلام نے ترک محبت متاع حیات دنیا کی ہی تعلیم پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ کہ یہ بھی کہ مومن آخرت کے ثواب پر بھی نظر نہ رکھے۔ آپؑ نے طالب دنیا کی مثال مونث سے اور طالب عقبٰی کی مثال نامرد سے اور طالب مولیٰ کی مثال مرد سے دی ہےاور ایک وقت آپؑ نے فرمایا:۔

ہر چہ خواہی از خدا خواہ اگر آب ونمک وہیزم خواہی از خدا خواہ ورخصت انیست عزیمت آنست کہ گفتہ اند

ہشت جنت گرد ہندت سر بسر تو مشورا ضی از انہا در گزر
عالی ہمت باش دل باحق بہ بند تو ہمئے قاف قربی رو بلند

ترجمہ:۔ جو کچھ چاہتے ہو خدا سے چاہو۔ پانی نمک۔ لکڑی بھی چاہتے ہو تو خدا ہی سے چاہو یہ رخصت ہے۔ عالیت تو وہی ہے جو بیان کرتے ہیں۔

اگر پوری آٹھ جنتیں بھی تجھکو دیدی جائیں تو ان سے خوش نہو جا بلکہ طالب حق میں اور آگے بڑھ جا بلند ہمت رہ اللہ سے دل کو وابستہ رکھ۔ جبتک تو قاف قربی کا ہما ہے بلند اڑتا چلا جا۔

دوزخ کا خوف یا بہشت کا شوق اگر ہو تو عبادات وریاضات کا تعلق پھر بھی ایک حیثیت سے غیر اللہ ہی سے متعبو پاتا

ہےاس لئے دیدار کے سوائے کسی اور صلہ کی تمنا مومن کے خوف وشوق کا مرکز نہ بنا چاہئیے کیونکہ حصول دیدار خدا ہی عین جنت ہے۔

واعظ کمال ترک سے ملتی ہے یا مراد　　دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑدے
سودا گردی نہیں یہ عبادت خدا کی ہے　　اے بے خبر جزا کی تمنا بھی چھوڑدے
(اقبالؔ)

مہدویت کا مرکز صرف خدائےتعالیٰ کی ذات ہےتعلیمات امامنا علیہ السلام میں بلحاظ دین غیر اللہ کو مرکزیت اختیار کرنے کی گنجایش ہی نہیں۔

گر بہ ''اللہ الصمد'' دل بستۂ　　از حد اسباب بیروں جستۂ
(اقبالؔ)

غرض ترک متاع حیات دنیا کے یہی معنی ہیں کہ اسکی محبت اور خدا سے غفلت نہو اور بس۔!!

''ترک دنیا'' کی پہلی مشق مہدی علیہ السلام کی توضیح کے لحاظ سے ''حیات دنیا'' ہے۔اس کے معنی آپؑ نے ترک ہستی وخودی بیان فرمائے ہیں۔گویا ترک دنیا کی ظاہرہ صورت''ترک محبت متاع حیات دنیا ہے''جس کا بیان ہو چکا۔ ترک دنیا کی باطنی صورت ترک ہستی وخودی ہے۔

نفی ہستی اک کرشمہ ہے دل آگاہ کا　　لا کے دریا میں نہاں موتی ہے الا اللــــہ کا
(اقبالؔ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ومن کان یرجو لقاء ربہٖ فلیعمل عملاً صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہٖ احد. (کھف)

جس کو اپنے پروردگار کے دیدار کی تمنا ہو اس پر واجب ہیکہ عمل صالح (ترک شرک وخودی) اور اسکی عبادت میں کسی کو شریک نہ جانے۔

غور کرنا چاہئیے کہ ''عمل صالح کو''لقاء رب'' کا''سبب'' قرار دیا گیا ہے۔پس یہاں عمل صالح سے وہی مراد ہوسکتی ہے جو سبب لقاء ثابت ہوسکے۔وجود توحید باری تعالیٰ کے اقرار وعلم کی ابتدا بھی ترکِ شرک سے ہوتی ہے اور اس کی انتہا بھی ترک شرک سے ہوتی ہے۔شرک جلی سے تو ابتدا ہی میں بچنا آسان ہے اور یہ مومن شرعی ہے لیکن شرک خفی سے بچنا آسان نہیں۔ مومن حقیقی وہ ہے جو معرفت توحید میں ترقی پاتے ہوئے شرک خفی سے بچتا جائے شرک خفی میں ''شرک اسباب'' بھی داخل ہے۔اسباب پر سے نظر اٹھا کر صرف مسبب سے وابستہ ہو جانا مومن حقیقی کی شان ہے۔اور ایسا ہی مومن اللہ کے لقاء کی امید کرسکتا ہے۔ترک شرک کا کمال یہ ہے کہ ''ترک خودی'' بھی ہو جائے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خاتم ولایت محمدیہ داعی الی البصیرۃ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے ذریعہ ''عمل صالح'' کے معنی ''ترک دنیا'' بیان فرمائے ہیں۔اور ترک دنیا کے معنی

ترک ہستی وخودی'' ہیں۔اور یہ انتہائے کمالِ ترکِ شرک ہے اور'' ترک شرک'' سبب ''لقائے رب'' ہے کیونکہ ''عمل صالح'' کی تفسیر میں اللہ نے'' ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا'' فرمایا ہے پس ثابت ہوا کہ'' ترک دنیا'' سبب لقائے رب ہے اسی لئے امامنا علیہ السلام نے بحکم خدا و بموجب آیت مذکورہ ہر مرد وعورت کے لئے فرض فرمایا ہے اور اس کیلئے صحبت صادقاں اور ذکر خفی کی تعلیم پر عمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر کسی مومن کو حیات طیبہ میسر نہیں آسکتی۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ و ھو مومن فلینحیینہ حیوٰۃ طیبۃ. (نحل) جس نے عمل صالح (ترک شرک وخودی) کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ۔ اور وہی مومن ہے پس ہم ضرور اس کو حیات طیبہ (شرک سے پاک زندگی) عطا کریں گے۔

اور حیات طیبہ یہی ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ: موتوا قبل ان تموتوا۔ تم مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ نیز فرمایا

الدنیا نفسک فاذا افنیھا فلا دنیا لک دنیا تیرا نفس (خودی) ہے جب تو نے اس کو فنا کردیا تو پھر تیرے لئے دنیا نہیں ہے۔

اضطراری موت وہ ہے جو امراض وحوادث کے ذریعہ وقت مقررہ پر آتی ہے اختیاری موت یہ ہیکہ اپنا ہر ارادہ اور ہر کام صرف اللہ ہی کے لئے ہو اور رضا و تسلیم کا مرتبہ حاصل کرلے۔ایسے ہی مومن کی نسبت قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے۔

ان صلوتی ونسکی و محیاتی و مماتی للہ رب العالمین .لا شریک لہ وبذالک اموت وانا اول المسلمین (درانعام) بے شک میری نماز،میری عبادتیں، میرا جینا۔میرا مرنا سب کچھ صرف اللہ کے لئے ہے جو تمام عالموں کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور میں پہلا مسلمان ہوں۔

حاصل کلام یہ کہ ترک خودی (جو انتہائے کمال ترک شرک ہے) کی وجہ'' اطلاقیت'' حاصل ہوگی۔اور خدا چاہے تو مشکوۃ ولایت محمدیہ کے ذریعہ دیدار نصیب ہوگا۔

اگرچہ بعض مفسرین نے ''عمل صالح'' سے نماز مراد لی ہے۔ان معنوں کے لحاظ سے بھی ''نماز'' معراج المومنین کا درجہ اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتی جبتک کہ کمال ترک شرک نصیب نہو۔چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم احسان کے تحت فرمایا ہے کہ:۔

ان تعبد اللہ کانک تراہ وان لم تکن تراہ فانہ یراک تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا کہ خدا کو دیکھ رہا ہے اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو یہ سمجھ لے کہ خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

چونکہ کمال ترک شرک ہی ترک خودی ہے اور اسی کو اصطلاح مہدویہ میں'' ترک دنیا'' کہتے ہیں اور یہی لقائے رب'' کا سبب ہے اس لئے فرض ہے۔

تیرا امام بے حضور تیری نماز بے سرور ایسی نماز سے گزر ایسے امام سے گزر

(اقبالؔ)

طریقہ مہدویہ کے لحاظ سے یہاں ایک اور نوعیت کی توضیح ضروری ہے جس طرح داخل اسلام ہونے اور ترک شرک جلی اختیار کرنے کیلئے صدق دل سے بطور اقرار باللسان کلمہ طیبہ کہنے کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح داخل طالبان خدا ہونے اور ترک خودی شرک خفی یعنے ترک دنیا کے لئے صدق دل سے اقرار باللسان کی ضرورت ہے۔ جس طرح شرائط اقرار باللسان کی تکمیل کے بغیر کوئی شخص تعلیمات اسلام پر عمل کر لینے سے حکماً تارک الدنیا نہیں کہلایا جاسکتا۔ اور قبول اسلام کے بعد قصور اعتقاد و عمل کی صورت میں احکام جس طرح عاید ہوا کرتے ہیں اسی طرح اقرار ''ترک دنیا'' کے بعد بھی قصور اعتقاد و عمل کی صورت میں احکام عاید ہوتے ہیں۔

مسئلہ ''ترک دنیا'' کی اس مختصر توضیح سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کس قدر اعلیٰ وارفع تعلیم ہے۔ اور یہ بھی محسوس کر سکتے ہیں کہ بعض مخالفین مثلاً مولف ''ہدیہ مہدویہ'' وغیرہ نے ''ترک دنیا'' کو رہبانیت اور مسلمات اہل سنت کے مغائر اور کسب کو حرام سمجھ لیا ہے وہ صحیح نہیں۔ مذکورہ الصدر توضیحی بحث کے بغیر بھی امامنا علیہ السلام کے صرف فرامین ہی ان الزامات کی تردید کے لئے بہت کافی ہیں۔ چنانچہ روایت (۶۲) ملاحظہ ہو کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ: کسب وتجارت کی شریعت میں اجازت ہے۔ لیکن اجازت کی خصوصیت یہ ہے کہ کاسب و تاجر کی نیت یہ رہے کہ عبادت کر سکتے اور احکام بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کے لئے اس میں قوت وتوانائی رہ سکے اور ڈرتا ہے کہ کہیں حرص وخیانت میں مبتلا نہو جائے اگر کسب وتجارت میں یہ لحاظ نہ رہے اور دل میں تفاخر وتکاثر پیدا ہو جاے یا صرف کھانے اور کمانے میں منہمک ہو جائے (یہ تو بڑی بات ہے) اگرچہ کسب نہ بھی کرے اور دن رات عبادت وتعلیم علم شریعت میں اور عزلت خلق میں مشغول بھی رہے لیکن اس کی نیت ایسے کاموں سے صرف دنیا ہی دنیا ہو تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا''۔

اور روجہت (۱۱۶) ملاحظہ ہو کہ ''حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو لوگ (فقرا) ہجرت کر کے خدا کی راہ میں آئے ہیں وہ امور معیشت میں سے جو کام بھی کرتے ہیں۔ پانی لانا' لکڑی پھوڑنا' کھانا پکانا' آگ جلانا اور کوئی چیز گردن پر رکھکر لانا اور بیویوں بچوں سے دل بہلائی کرنا سب کچھ از روے حکم کتاب اللہ تعالیٰ عمل صالح میں داخل ہے۔''

اس روایت سے ظاہر ہے کہ امور معیشت ضروریہ کو جبکہ وہ للہی اغراض پر مبنی ہوں ''عمل صالح'' میں داخل قرار دیا گیا ہے۔ اور ناظرین اس سے قبل کی بحث ملاحظہ کر چکے ہیں کہ عمل صالح سے مراد ''ترک دنیا'' قرار دیگئی ہے۔ اب مطلب صاف ہو گیا کہ یہ ایسی ''ترک دنیا'' ہے جس میں امور معیشت ضروریہ ترک نہیں ہوتے لیکن بفحواے آیت قرآن " ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم بان لھم الجنة " ۔ (بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین سے اُن کی جانیں جنت (دیدار) کے بدلے خرید لی ہیں) طالبان مولیٰ محصور فی سبیل اللہ ہو جاتے ہیں۔

ان ارفع واعلیٰ صاف وصریح بیانات کی روشنی میں مخالفین کے اعتراضات خود بخود درفع ہو رہے ہیں اور ثابت ہو رہا ہے کہ یہ اعتراضات محض اسرار دین سے نابلد رہنے کا نتیجہ ہیں۔

در مسلماناں مجوآں ذوق و شوق — آں یقیں آں رنگ و بوٗ آں ذوق و شوق
عالماں از علم قرآں بے نیاز — صوفیاں درندہ گرگ و مودراز
گرچہ اندر خانقاہاں ہائے دہوست — کوچہ انمردے کہ صہباد کد دست
ہم مسلماناں افرنگی مآب — چشمۂ کوثر بجویند از سراب
بے خبراز سردیں انداین ہمہ — اہل کیں اند اہل کیں انداں ہمہ
اہل دیں را باز داں از اہل کیں — ہمنشین حق بجو با اونشیں

(اقبالؔ)

حاصل یہ کہ امامنا علیہ السلام نے بحکم خداعشق ومحبت کی ایسی زندگی کی تعلیم دی ہے جسکی مثال انبیاءؑاور خاتم الانبیاءؐ کی زندگی اور خاص جلیل القدر صحابہؓ اور اصحابؓ صفہ واولیائے کرامؒ کی زندگی ہے ان تعلیمات پر اور آپؐ کے متبعین نے بدرجہ کمال عمل کر کے دکھلایا اور قیامت تک بقدر ہمت وتوفیق ایزدی آپؐ کے متبعین عمل کرتے پائے جائیں گے۔ **و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔**

آنکہ حیّی لا یموت '' آمد حق است — زیستن با حق حیات مطلق است

(اقبالؔ)

توضیح روایات دربیان ذکراللہ:

قرآن مجید میں ذکروفکر سے متعلق بہت سی آیات ہیں۔ جن آیات میں فکر کا بیان ہے اس سے مراداللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں فکر کرنا ہے لیکن بعض لوگوں مثلاً مولف دوقرآن وغیرہ) نے یہ استدلال کرنیکی کوشش کی کہ اس سے سائنس وغیرہ تحقیقاتی مسائل کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے۔ تاکہ انسان کی بہر جہت خدمت کیجا سکے۔ اس کے لئے سہولتیں فراہم کیجاسکیں اور ملکی معاشی ومدافعتی قوت حاصل ہوسکے۔ اور دارالاسلام کی قوت واستحکام کے لئے یہ امورضروری ہیں۔ دیگر اقوام نے ان ہی اصول پر عمل کیا جسکی وجہ ترقی پا رہے ہیں۔ ایجادات اور قوت حربی کا سہرا آج انھیں کے سرنظر آرہا ہے۔

یہ استدلال اگر چہ اپنے موقع وعمل کے لحاظ سے غلط نہیں۔ اور شریعت میں بھی ان امور کو دارالاسلام کے لوازکی حیثیت دیگئی ہے لیکن فکر وذکر سے متعلق جو آیات ہیں ان سب کا انحصار صرف اسی ایک مطلب سے اگر مخصوص کر دیا جائے تو البتہ یہ غلطی ہوگی۔!

تو معنی ''والنجم'' نہ سمجھا تو عجب کیا — ہے تیرا مدو جزر ابھی چاند کا محتاج

(اقبالؔ)

ہم نے اس سے پہلے بھی بیان کیا ہے کہ قرآن مجید علوم وآئین کا سمندر ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہیکہ

کل شیءٍ احصیناہ کتابًا ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین

ہم نے کتاب میں ہر چیز کا احصار کیا ہے کوئی رطب دیا بس ایسا نہیں جو کتاب میں نہو

اس لئے جس علم وفن پر استدلال مقصود ہواس میں قرآن مجید سے مدد حاصل کرنا حیرت وتعجب کی بات نہیں کئی ایسی تفاسیر موجود ہیں جن میں صرف ایک فن سے بحث کیگئی ہے مثلاً صرف ونحو۔معانی و بیان۔علم کلام حدیث وغیرہ اور اسی طرح سائینس کے تائیدی نقطۂ نظر سے بھی تفسیر کی جاسکتی ہے۔متقدمین کی تصانیف میں اس کی نظیریں موجود ہیں اور مصر کے علامہ طنطادی جوہری نے بھی یہ کام کیا ہے۔

اہل علم جانتے ہیں کہ جو موضوع بحث ہوگا اسی کے لوازم زیر بحث آئیں گے۔اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کرنے کا بیان جن آیتوں میں ہے اس سے انسانی خدمت اور ملک کا معاشی و مدافعتی استحکام اور اس کی ترقی کے لئے کوشش کی فکر جن لوگوں نے مراد لی وہ بجائے خود صحیح تو ہے لیکن یہ مقصد ثانی ہے مقصد اولین نہیں۔اسی لئے اصطلاح محققین کے لحاظ سے یہ ان علوم میں داخل ہے جو فرض کفایہ ہیں۔اور ظاہر ہے کہ فرض کفایہ اس شخص کیلئے ہے جس میں اس کو ادا کرنے کی اہلیت وصلاحیت ہو۔مثلاً ہر شخص سائینس کا عالم نہیں بن سکتا اور نہ یہ ہر شخص کے لئے بلا لحاظ اہلیت ضروری ہے۔

فی الحقیقت وہ آیات ان علوم کی طرف رہبری کرتی ہیں جو فرض عین ہیں۔ان علوم کی تفصیل علم سے متعلقہ روایات کی توضیح میں بیان کیجائیگی۔محققین کے اس نقطہ نظر کے لحاظ سے ان آیات کا مقصد اولین یہ ہے کہ کائنات میں غور وفکر اس لئے کیجائے کہ خدائتعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت کی معرفت حاصل ہو۔قرآنی آیات میں بھی سب سے پہلے یہی مقصد ظاہر ہوتا ہے اور بلا لحاظ خصوصیت عالم ہو یا جاہل۔مرد ہو یا عورت سب اس خطاب میں داخل ہیں۔بلکہ اکثر آیات میں کافروں کو بھی معرفتِ توحید کے لئے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے یہاں چند آیات درج کیجاتی ہیں۔

(۱) ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا . (بقرہ)

وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین میں کی ہر چیز تمہارے لئے پیدا کی ہے۔

(۲) ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانھا و غرابیب سود ومن الناس الدواب والانعام مختلف الوانہ کذالک انما یخشی اللہ من عبادہ العلمائوا (فاطر)

غور کرو کہ پہاڑوں میں سفید وسرخ وسیاہ رنگ کے پتھروں کی تہیں موجود ہیں۔نیز انسانوں۔چوپایوں اور مویشیوں کے مختلف رنگوں پر غور کرو۔بے شک اللہ سے اس کے بندوں میں سے صرف عالم ہی ڈرتے ہیں۔

(۳) ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف اللیل والنہار لأیات لاولی الالباب (آل عمران)

زمین وآسمان کی پیدایش میں اور دن و رات میں عقلمندوں کے لئے آیات (معجزات الٰہیہ) ہیں۔

(۴) ومن اٰیاتہٖ خلق السمٰوٰت والارض واختلاف السنتکم والوانکم (روم)
زمین و آسمان کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا فرق اللہ کی آیات میں سے ہے۔

(۵) قل سیروا فی الارض فانظروا کیف بدء الخلق (عنکبوت)
اے رسول تو حکم دے کہ لوگ زمین میں چل پھر کر دیکھیں کہ خدا نے کس طرح پیدائش ظہور میں لائی ہے

(۶) وفی خلقکم وما یبث من دابۃ اٰیات لقوم یوقنون (حاشیہ)
تمہاری پیدائش میں اور چوپایوں کی افزائش نسل میں اہل یقین کے لئے آیات ہیں۔

(۷) وکاین من اٰیۃ فی السمٰوٰت والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون (یوسف)
زمین و آسمان میں کتنی ہی ایسی آیات ہیں جس سے یہ غافل لوگ منہ پھیر کر گزر جاتے ہیں۔

(۸) اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوٰت و الارض وما خلق اللہ من شئی وان عسیٰ ان یکون قداقترب اجلھم (اعراف)
کیا یہ لوگ آسمان و زمین کی پیدائش پر اور ہر اس چیز پر جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے غور نہیں کرتے اور عجب نہیں کہ ان کی موت قریب آ گئی ہو۔

(۹) یولج اللیل فی النھار و یولج النھار فی اللیل وسخر الشمس والقمر کل یجری لا جل مسمی ذالکم اللہ ربکم لہ الملک والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطبیر (فاطر)
رات کو دن اور دن کو رات میں بدلتا ہے سورج و چاند کو مسخر کیا ہے جسکی وجہ ہر ایک (کرہ) ایک معین مدت تک سرگرم رفتار ہے۔ یہ اللہ تمہارا رب و تمہارا فرمانروا ہے اس کے بغیر تم جن معبودوں کو پوجتے ہو وہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قوت تخلیق کی طرف کئی مقامات پر کئی طریقوں سے انسان کو متوجہ کیا ہے اس کا مقصد اولین اس کی توحید اور اسکی قدرت کی معرفت ہے اور غیر اللہ کی پرستش سے بچا کر صرف ایک ذات وحدہ لا شریک لہ کو معبود حقیقی تسلیم کروانا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے جا بجا اپنی مخلوقات کی نسبت ''آیات'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے مضامین بھی آیات الٰہی ہیں۔ اور کائنات و موجودات بھی آیات الٰہی ہیں۔ جس طرح دنیا کا بڑے سے بڑا عالم قرآن کی ایک آیت بنانے سے عاجز ہے۔ اسی طرح بڑے سے بڑا سائنسدان ایک پتہ یا ایک ذرہ کی تخلیق کی قدرت نہیں رکھتا اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں سے فائدہ اٹھا کر ایجادات عمل میں لانا اور ہے تخلیق و پیدائش اور!! اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں پر آیت و دینیات کا لفظ استعمال فرمایا ہے جو صرف اسی کی قدرت اور اسی کی خلافت کیلئے مخصوص ہے۔ حاصل کلام یہ کہ کائنات میں غور و فکر کا مقصد اولین خدائے تعالیٰ کی معرفت ہے۔

؎ وہ قوم کہ فیضان سماوی سے ہو محروم
حد اس کے کمالات کی ہے برق و بخارات

؎ نہ تو زمین کیلئے ہے نہ آساں کیلئے
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کیلئے

(اقبالؒ)

اور ذکر سے متعلق جو آیتیں ہیں ان میں یہ تاویل کی ہے کہ اس سے ذکر اعمال الٰہی مراد ہے یعنی موجودات عالم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جو مظاہر ہیں ان میں غور وفکر کرنا اور ان کی خصوصیتیں بیان کرنا۔ آیات ذکر کو صرف اسی ایک معنی پر منحصر کر دینا غلطی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں ذکر اسم الٰہی کی صاف وصریح آیات موجود ہے۔ **واذکر اسم ربک** (تم اپنے رب کے نام کا ذکر کرو) اور ایک جگہ فرماتا ہے۔

قل ادعو اللہ او ادعو الرحمن ایا ما تدعوا الاسماء الحسنی (بنی اسرائیل) — کہہ دو خواہ اللہ کہکر پکارو یا رحمٰن کہکر جس نام سے چاہو پکارو اسکے نام اچھے ہیں۔

نیز فرماتا ہے۔

واللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوابھا و ذروالذین یلحدون فی اسمائہٖ (الاعراف) — اللہ کے اچھے نام ہیں۔ ان ناموں سے اسکو پکارو۔ اور جو لوگ اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو۔

حاصل یہ کہ قرآن مجید نہ صرف ذکر اسم ذات اور ذکر اسم صفات کی طرف بھی رہنمائی کرتا ہے۔

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام ‏ ‏ وہ جسکی شان میں آیا ہے علم الاسماء
مقام ذکر کمالات رومیؒ و عطارؒ ‏ ‏ مقام فکر مقالات بو علی سینا
مقام فکر ہے پیمایش زمان و مکان ‏ ‏ مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

امامنا حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد عشق ومحبت الٰہی کی تعلیم ہے اس لئے آپؑ کی تعلیمات کا موضوع طلبِ دیدار خدا ہے اور طلب کا ایک لازمہ ذکر وتوجہ بھی ہے اس لئے بحکم خدائتعالیٰ آپ نے ذکر ودوام فرض فرمایا۔ اور قرآن مجید کی آیات بھی اس فرضیت پر شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکرو اللہ قیاما و قعود او علی جنوبکم فان اطما ننتم فاقیموا الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً (سورہ نساء) — جب تم نماز پوری کر چکو تو اس کے بعد کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرو۔ پھر جب تم مطمئن ہو جاؤ تو نماز پڑھو کیونکہ نماز مومنوں پر بقیدہ وقت فرض ہے۔

بعض لوگوں نے ذکر سے مراد نماز بیان کی ہے۔ یہ مراد اپنے موقع ومحل کے لحاظ سے درست ہو تو سکتی ہے لیکن ہر جگہ یہی مراد لینا اور ذکر اللہ کے حکم سے اعراض کرنا صحیح نہیں۔ ملاحظہ ہو کہ اس آئیہ شریفہ میں نماز کا بیان علحدہ ہے اور ذکر اللہ کا بیان علحدہ۔ ’’**فاذا قضیتم الصلوٰۃ**‘‘ میں نماز کا بیان ہو چکا اس کے بعد ذکر اللہ کا بیان ہے جسمیں اس کی مداومت ومواظبت کا مفہوم لایا گیا ہے پھر اس کے بعد نماز موقتی ہونے کی خصوصیت کو واضح کیا گیا۔ اس سے صراحتہً ثابت ہو رہا ہے کہ نماز موقتی فرض ہے اور ذکر اللہ ہر حالت میں فرض ہے اور ایک جگہ فرماتا ہے:۔

ان فی خلق السمٰوٰت والارض واختلاف اللیل والنھار لاٰیات لاولی الباب الذین یذکرون اللہ قیاما و قعودا وعلی جنوبھم (آل عمران)

بے شک آسمان وزمین کے پیدا کرنے اور دن رات کے بدلنے میں ان عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

ہر انسان کی یہی تین حالتوں سے کوئی ایک ہوسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں اپنی یاد اور اپنی طرف توجہ رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔صاحب معالم التنزیل نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:۔

و قال سایر المفسیرین ارادقه المداومة علی الذکر فی العموم الاحوال لان الانسان قل ما یخلو من احدی ھذہ الحالات

تمام مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی مراد تمام حالت میں ذکر کی مداومت ہے کیونکہ انسان ان تینوں حالتوں میں سے بہت کم خالی رہتا ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ آیۃ ''لاتکن من الغافلین'' کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بیان کی ہے۔

عن ابن عباس انه قال فی قوله الذین یذکرون اللہ قیاماً و قعوداً و علی جنوبھم لو حصل لابن اٰدم حالة رابعة سوی ھذہ الاحوال لا مر اللہ بالذکر عندھا.والمراد عنه انه تعالیٰ امر بالذکر علی الدوام (تفسیر کبیر جلد۴)

ابن عباس سے مروی ہے کہ انھوں نے الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا اوعلی جنوبھم آیۂ شریفہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اگر انسان کو ان تین حالتوں کے سوائے چوتھی حالت حاصل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس حالت میں بھی ذکر کا ضرور حکم دیتا (امام رازیؒ کہتے ہیں کہ) اس سے ان کی یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ذکر دوام کا حکم دیا ہے۔

صاحب معالم التنزیل نے آیة فاذکرو اللہ قیاما و قعودا کے تحت حضرت عایشہ رضی اللہ سے یہ روایت درج کی ہے۔

قالت کان رسول اللہ یذکر اللہ علیٰ کل احیانہٖ

حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اوقات میں ذکر الٰہی کرتے تھے۔

غرض مفسرین ومحدثین واکابر اہل سنت واولیاء کرام کے اقوال وتوضیحات ذکر کے فضائل میں اتنے ہیں کہ جن کو جمع کیا جائے تو وہ خود ایک ضخیم کتاب ہوسکتی ہے۔

مسلم استی دل بہ اقلیمے مبند
گم مشواند در جہان چوں وچند
(اقبالؒ)

اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے:۔

فاذکرو اللہ ذکر ا کثیرا یا اولی الاباب (احزاب)

اے عقلمندو ! اللہ کا ذکر بہت زیادہ کرو۔

اس آیۂ شریفہ میں تاکید کے لئے ''اذکرواذکراً'' مفعول مطلق لایا گیا اور ''کثیراً'' کے لفظ سے مزید تاکید بڑھادیگئی ہے۔

تاکید کا یہ اہتمام اس بات کی بدیہی دلیل ہے کہ ذکر کا حکم فرض ہے۔نماز اور زکوٰۃ کے بارے میں صرف صیغہ امر کے ساتھ آیات وارد ہوئی ہیں مثلاً اقیمو الصلوۃ وا تو الزکوٰۃ۔اور اس حکم کی فرضیت کو جس اہتمام سے تسلیم کیا جات ہے محتاج بیان نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر ذکر نماز سے بھی افضل عبادت قرار دیا ہے۔فرماتا ہے:۔

اتل ما اوحی الیک الکتاب واقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر الله اکبر والله یعلم ما تصنعون (عنکبوت)	کتاب قرآن کی جو آیات وحی کیگئی ہیں ان کی تلاوت کرو اور نماز قائم کرو۔بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے اور البتہ اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے اور تم جو کروگے اللہ وہ سب جانتا ہے۔

جو لوگ ذکر سے نماز یا تلاوت قرآن مراد لیتے ہیں ان کی حقیقت بھی یہاں کھل جاتی ہیں کیونکہ اس آیت میں تلاوت قرآن نماز اور ذکر اللہ کو علحدہ علحدہ بیان فرمایا اور ذکر اللہ کو بہت بڑا قرار دیا گیا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ جو فرض نماز سے افضل ہو وہ بھی بالضرور فرض ہوگا۔قرآن مجید میں ذکر اللہ کا حکم بہت اہتمام کے ساتھ کئی طریقوں سے کئی موقعوں پر وارد ہوا ہے۔اس کے باوجود حضرت مہدی علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرض قرار دینا تاکید میں اور بھی اضافہ کا باعث ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ذکر کثیر کی تاکید و تفہیم اور اس کی فضیلت کے بیان پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ذکر قلیل کو منافقین کی صفات میں شامل کیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔

ان المنافقین یخادعون الله وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یرائون الناس ولا یذکرون الله الا قلیلا (نساء)	منافقین اللہ تعالیٰ سے چالبازی کرتے ہیں حالانکہ اللہ کو چالبازی کی سزا دیگا۔اور (یہ لوگ) جب نماز ادا کرتے ہیں تو اکسائے ہوئے لوگوں کو دکھانے کی خاطر ادا کرتے ہیں۔ اور اللہ کا ذکر کم کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی آیات ہیں جن میں ذکر سے غفلت کو موجب عذاب وعتاب قرار دیا گیا ہے۔

(۱) فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر الله اولئک فی ضلال مبین (زمر)	بدبختی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل ذکر اللہ سے غفلت کی وجہ سخت ہوگئے ہیں یہ سب لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔
(۲) ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطاناً فھو له قرین (زخرف)	جو شخص اللہ کے ذکر سے غافل ہوتا ہے تو ہم اس پر شیطان کو متعین کردیتے ہیں جو اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔
(۳) ومن اعرض عن ذکری فان له معیشۃ ضنکا و نحشرہ یوم القیامۃ اعمیٰ (طٰہٰ)	جو شخص میرے ذکر سے روگردانی کرتا ہے تو اس کی زندگی تنگی میں رہیگی اور ہم اس کو قیامت کے دن اندھا اٹھائیں گے۔
(۴) ومن یعرض عن ذکر ربہ یسا کمه عذاباً صعدا (جن)	جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے روگردانی کریگا وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کریگا۔

جب ذکر اللہ سے غفلت موجب عتاب وعذاب ہے تو اس کی فرضیت کو تسلیم کرنا اصول شرعیہ میں داخل اور ہر مومن و

متقی کے لئے اس پراعتقادوعمل لازم ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

(اقبالؔ)

حضرت مہدی علیہ السلام کی جماعت نے آپؑ کی تعلیم پر بدرجہ کمال عمل کیا اور آپؑ نے اس فقیر پر جو آٹھ پہر کا ذاکر ہو مومن کامل کا حکم سنایا۔ چونکہ آپؑ کی جماعت فرض ذکر کی بدرجہ اتم عامل تھی اس لئے آپؑ نے آیۂ شریفہ ''فاذکروااللہ ذکراً کثیراً یااولی الالباب'' میں ''الوالالباب'' کی اس خصوصیت کو اپنی جماعت سے مطابق قرار دیا۔

روایت نمبر (۲۰۲) ملاحظہ ہو کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔ ایک وقت سلطان النہار دوسرا وقت ''سلطان اللیل'' ہے جو شخص ان دونوں وقت کی حفاظت کر رہا ہو (گویا) اس سے دن و رات ضایع نہیں جا رہے ہیں ان دونوں وقت کو جو (فقیر) ضایع کردے وہ فقیر دین نہیں (روایت ۲۰۲) انصافنامہ وغیرہ کتب نقلیات میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ سلطان النہار کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک اور سلطان اللیل کا وقت عصر سے عشا تک ہے۔ ان اوقات میں ذکراللہ کے اثر سے دل میں توجہ قایم ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے دن اور رات کے بقیہ اوقات میں قلب پر غفلت غالب ہونے نہیں پاتی۔

امامنا علیہ السلام کے فرامین میں جس طرح منتہائے عالیت وعزیمت کا معیار پایا جاتا ہے اسی طرح رخصت سے تعلق رکھنے والے احکام بھی موجود ہیں۔ آپؑ نے آٹھ پہر (موجودہ وقت کے لحاظ سے ۲۴ گھنٹے جس میں عصر ومغرب کے درمیان بیان قرآن بھی شامل ہے) کے ذاکر کو مومن کامل فرمایا ہے یہ عالیت وعزیمت کا بلند مرتبہ ہے اور رخصت کی حد میں سلطان النہار وسلطان اللیل کی حفاظت کا حکم بھی موجود ہے۔ تاکہ آنے والے زمانے میں لوگ اپنی اپنی ہمت وصلاحیت کے مطابق دین مہدیؑ سے استفاضہ کرسکیں۔ اور احکام رخصت کی صدق دل سے تعمیل ہی ان کی ترقیوں کا زینہ بن جائے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ حضرت بندگیمیاں سید محمود خاتم المرشدینؒ نے ''رخصت'' کی حسدر رکھنے والے جتنے احکام اور جو کچھ مسائل آپؑ نے بیان فرمائے ان کا تعلق فرامین امامنا علیہ السلام ہی سے ہے اسکی مزید تفصیل کا محل نہیں۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے **لا الہ الا اللہ** کے چند مراتب بیان فرمائے ہیں ذکر **لا الٰہ الا اللہ** کی چار صورتیں ہیں۔ (ا) گفتنی یعنی صرف کہنے کی حد تک (۲) دانستنی یعنی صرف جاننے کی حد تک (۳) دیدنی یعنی دیکھنے کی حد تک (۴) شدنی یعنے **لا الٰہ الا اللہ** ہو جاتا ہے۔ دوسری کتب نقلیات میں ''دیدنی کے بجائے چشیدنی'' ہے۔ ان مراتب کی تفہیم کے لئے بطور تمثیل یہ بیان کیا جاتا ہیکہ درجہ گفتنی کی مثال ایسی ہے جیسے کہ پتھر پانی میں۔ یعنی جسدرجہ پانی کا اس میں اثر ہوسکتا ہے بس اتنا ہی اثر اس درجہ والے ذاکر میں ہوتا ہے۔ اور درجہ ''دانستن'' کی مثال ''سنگ در آتش'' ہے یعنی پتھر آگ میں جس نوعیت سے حرارت کا اثر قبول کرتا ہے۔ اتنا سا اثر ''دانستن'' کے درجہ والے میں ہوتا ہے۔ درجہ دیدن وچشیدن کی مثال ''آتش در شمع'' ہے روشن شمع کی طرح ذکر الٰہی سے ذاکر کا باطن روشن ومنور رہتا ہے۔ یا اس کی مثال ''نعل در آتش'' ہے۔ یعنی لوہا آگ کے اثر کو اس درجہ قبول کرتا ہے کہ اپنا وجود آگ کی شکل اختیار کرلے۔ یہ آگ میں آگ تو بن جاتا ہے

لیکن اس کی آہنیت سالم رہتی ہے۔ ''درجہ شدن'' کی مثال لکڑی اور آگ یا برف و پانی ہے۔ اس درجہ میں ذاکر '' تخلقو ابا خلاق اللہ '' کا مصداق ہوتا ہے۔ اور اطلاقیت اتنی حاصل ہوتی ہے کہ ''پس قیامت شو قیامت را بہ بین'' کے اصول پر فنافی اللہ و بقاباللہ سے مشرف ہوجاتا ہے۔

حاصل یہ کہ جس درجہ ذکر قائم ہوتا جاتا ہے اتنا ہی ذکر کی مداومت و مواظبت میں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ مرتبہ'' شدنی'' میں دوامیت' اطلاقیت' اور فنائیت درجہ کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

ذکر قائم از قیام ذاکر است — از دوام اوِدوام ذاکر است
(اقبالؔ)

روایت ۲۰۰ ملاحظہ ہو اما منا علیہ السلام نے فرمایا کہ **لا الہٰ الا اللہ** سے بندہ کے دل پر اس قدر اثر کرے جتنا مونگ کا دانہ گائے کے سینگ پر (مارا جائے تو) اثر کرسکتا ہے تو اس بندہ کا مقصد پورا ہوجائیگا۔'' اور روایت ۲۰۲ ملاحظہ ہو کہ اما منا علیہ السلام نے فرمایا کہ **لا الہٰ الا اللہ** سے مومن کے دل پر ایسا اثر ہونا چاہیئے جیسا کہ روئی سے بھرے ہوئے گھر میں ایک چنگاری کرسکتی ہے کہ جس سے ساری روئی جل جاتی ہے لیکن **لا الہٰ الا اللہ** کی تاثیر تو یہ ہے کہ غیر اللہ کی محبت پوری پوری سوختہ ہوجاتی ہے۔

اس فرمان سے ظاہر ہے کہ بنیادی امر محبت وعشق الٰہی ہے اس کے بغیر ذکر میں وہ اثر اور وہ رنگ نہیں قائم ہوسکتا۔ **من احب شیًا اکثر ذکرہ** (جسکو جس کسی چیز سے زیادہ محبت ہوگی اس کا ذکر زیادہ کریگا) اسی لئے ''عشق'' کو ''ام الکتاب'' اور ''آب حیات'' کہتے ہیں۔ جو تعلیمات قرآن کا حاصل اور بقاباللہ کا باعث ہوتا ہے۔

برخوراز قرآں اگر خواہی ثبات — در ضمیر ش دیدہ ام آب حیات
تا دوتیغ لا والا دا شتیم — ماسوی اللہ افشاں نگذاشتیم
(اقبالؔ)

مولف انصافنامہ حضرت میاں ولی جی رحمتہ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ:۔

مراقبہ را دو معنی یکے معنی آنکے مراقبہ محافظہ است مشتق من الرقابۃ وھوالحفظ یعنی دل را از خواطر غیر حق بذکر حق نگاہ داشتن وحق را برخود مطلع دیدن وایں مراقبہ مبتدیانست۔ دوم مراقبہ بمعنی مشاہدہ است مشتق من الرقوب و ھوالنظیر یعنی در مشاہدہ جمال وجلال ذات وصفات حق چناں مستغرق شد کہ ہیچ چیز یاد نیاید وایں مراقبہ منتھیانست پس اعمال جوارح باپریشانی خاطر ممکن ہست اما مراقبہ بغیر خلوت باطن اصلاممکن نیست پس اے عزیز طالب حق را باید کہ دائم در مراقبہ باشد وہر چہ معاملہ وخواب بیند پیش مرشد عرض کند بہ خودی خود مغرور نشود۔ (انصاف نامہ باب (۵)

ترجمہ: مراقبہ کے دو معنی ہیں ایک مراقبہ بمعنی محافظہ ہے جو ''رقابۃ'' سے مشتق ہے جس کے معنی حفاظت کے ہیں یعنی دل کو غیر حق کے خطروں سے بچا کر ذکر حق میں مشغول رکھنا اور حق کو اپنے پر آگاہ سمجھنا یہ مراقبہ مبتدیوں کا ہے دوسرا

[1] یہ رسالہ ۱۸۵۰ ہجری نقل کردہ ہمارے پاس محفوظ ہے اور ہم نے متعدد نسخوں سے اس کا مقابلہ بھی کیا ہے۔

مراقبہ بمعنی مشاہدہ ہے جو رقوب سے مشتق ہے جس کے معنی دیکھنے کے ہیں یعنی جمال وجلال ذات وصفات حق کے مشاہد میں ایسا مستغرق ہو کہ کوئی چیز یاد نہ آنے پائے اور یہ مراقبہ بہتیوں کا ہے۔ اعضاء کے افعال دل کی پریشانیوں میں بھی صادر ہونا ممکن ہے لیکن مراقبہ بغیر خلوت باطن کے بالکل ناممکن پس اے عزیز! طالب حق کے لئے لازم ہے کہ ہمیشہ مراقبہ میں رہے اور جو کچھ معاملہ وخواب دیکھے مرشد سے عرض کرے اپنی خودی میں مغرور نہوجائے۔

حضرت امامنا علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ ہر آنے والے مصدق کو خواہ عالم ہو یا امی مرد ہو یا عورت پاس انفاس اور ذکر خفی کی تلقین فرماتے تھے۔ اور یہ تمام اذکار مراتبی میں افضل ترین ہے۔ اسی لئے فقرائے مہدویہ میں اوراد وظائف اور تسبیح کے دانوں یا انگلیوں کی گنتی پر عمل نہیں رہا ہے۔ کیونکہ ذکر خفی کے ہوتے ہوئے اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ ملاحظہ ہو روایت ۲۰۱ میں یہ اشعار درج ہیں:۔

انفاس پاس دار اگر مسرد عارفی	ملکِ دو کون ملکِ تو گردو بہ یک نفس
ہریک نفس کہ می روداز عمر گوہر یست	کاں را خراج ملک دو عالم بود بہا
مپسند کا یں خزانہ دہی رائگاں بباد	انگہ روی بخاک تہی دست و بے نوا

(اقبالؔ)

یعنی اپنے سانسوں کی نگرانی کر اگر تو مرد عارف ہے۔ دونوں جہاں کی بادشاہت تیری ملک ایک سانس میں ہو جائیگی۔ عمر کی ہر ایک سانس جو نکل رہی ہے ایک موتی ہے جسکی قیمت دونوں جہاں کی بادشاہت ہے۔ اس خزانہ کو رایگاں کرنا تو پسند نہ کر۔ ایسا کرے گا تو خاک میں خالی ہاتھ اور بے نوا جائیگا۔

ذکر پاس انفاس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ مہدوی اپنی ناک کو آلۂ ذکر قرار دیتے ہیں حضرت بندگیمیاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک رسالہ[1] میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے:۔

"صفت ناسزا کہ نسبت یاران سید محمدی کنند خطائے محض است زیراچہ آنکہ میگویند کہ یاران سید محمد بینی را آلتِ ذکر ساختہ اند الخ ۔ یعنی متبعین سید محمد مہدی علیہ السلام پر جو الزام عاید کرتے ہیں کہ انھوں نے ناک کو آلۂ ذکر قرار دیا ہے۔" محض غلط ہے۔

اس کے بعد آپؓ نے کتاب اللہ وسنت رسول اللہ کی پیروی کو واضح کرتے ہوئے یہ آیت بیان کی ہے:۔

واذکر ربک تضرعاً و خیفۃ و دون الجھر من القول با الغلود الاصال و لا تکن من الغافلین (اعراف)	اور صبح شام ذکر کرو اپنے رب کا عاجزی وخوف کی حالت میں نہ کہ کھلی آواز میں اور غافلوں میں شامل نہو جاو۔

نیز یہ آیت بھی درج فرمائی ہے

اذ نادیٰ ربہ نداء خفیا (مریم) جب کہ اپنے رب کو پوشیدہ طور پر پکارا۔

اس کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

چوں مصطفیٰ علیہ السلام وپیغمبران دیگر مامور بذکر خفی باشند پس معلوم شدکہ ذکر خفی اولیٰ تر است از ہمہ اذکار وآلت ذکر قلب است وتا آں کہ یادحق دردل قرار نگیرد ذاکر از صفات غفلت بیرون نیاید وقرار نگیرد ذاکر از صفات غفلت بیرون نیاید وقراردادن یادحق رابغیر پاس داری نفس محال باشد وبغیر ذکر پاس انفاس دل ازخواطر ددواوھام پاک نشود زیراچہ منشاو مستقر قلب است ۔الخ

ترجمہ: جب محمد مصطفیٰ ﷺ اور دیگر پیغمبر ذکر خفی پر مامور ہیں تو معلوم ہوا کہ ذکر خفی تمام اذکار میں اولیٰ تر ہے۔ اور آلہٗ ذکر قلب ہے جبتک یادحق دل میں قرار نہ پائے ذاکر صفاتِ غفلت سے بچ نہیں سکتا۔اور بغیر پاس انفاس کے ذکر قائم ہونا محال ہے اور پاسداری سانس کے بغیر دل خطرات و اوہام سے پاک نہیں ہوسکتا اس لئے کہ سانس کا منشا اور مستقر قلب ہے۔ اس کے بعد آگے چلکر فرماتے ہیں کہ:۔

نفس مقید به بینی نیست بلکه او ر ادخل در جمیع اعضا است دھم ازیں جهت همه ردندگان راه حق وجویندگان ذات مطلق ذکر خفی رااولیٰ اتر داشته اند زیر ا که بے ذکر خفی و ذکر پاس انفاس وجود ذاکر از لوث دریا و عجب پاک نشود و ذکر دوام حاصل نیا یداز جهت آن که اگر ذکر حق را بر زبان آرد گا ھے باشد که ذاکر بحکایت و بخوردن و نجسپیدن مشغول شود و چوں مشغول بجزے شود از یاد حق باز ماند داز جمله غافلاں باشد و غفلت صفت مومن نیست الخ

سانس ناک میں مقید نہیں رہتی اس کا دخل تو تمام اعضائے جسمانیہ میں ہے اسی لئے سالکین راہ حق و طالبین ذات مطلق نے ذکر خفی کو اولیٰ تر قرار دیا کیونکہ ذکر خفی اور ذکر پاس انفاس کے بغیر ذاکر کا وجود لوث دریا وعجب سے پاک نہیں ہوسکتا۔اور ذکر دوام حاصل نہیں ہوسکتا اس کا سبب یہ ہیکہ اگر ذکر حق زبان سے کیا جائے تو چونکہ کبھی ذاکر مصروف گفتگو ہوگا کبھی کھانے سونے میں مشغول ہوگا۔اور جب کبھی دوسری مشغولیت ہوگی زبان کے ذریعہ یادحق سے باز رہیگا اور غافلین میں شمار ہوجائیگا حالانکہ غفلت مومن کی صفت نہیں ہے۔

اس کے بعد دوران بحث میں حدیث شریف ’’کل نفس یخرج بغیر ذکر اللہ فھو میت ۔(ہر سانس جو بغیر ذکر خدا کے نکلے مردہ ہے) پیش کر کے فرمائے ہیں کہ:۔

در قول رسول الله صلی الله علیه وسلم حکمت آنست که نفس را در آمد دردل و در جمیع اعضا است و چوں نفس با ذکرِ حق سرایت در جمیع اعضاء کنید و از فیض ذکر اثر حیات در جمیع اعضا پیدا آید تا درخت ایمان را دردل ذاکر برویاند . کما قال النبی صلی الله علیه وسلم لا اله الا الله ینبت الایمان کما ینبت الماء البقلة بداں اے عزیز چوں مقصود آں باشد که بواسطه پاس داری نفس یاد حق دردل قرار گیر دو نفس باذکر حق درون ودو بیرون آید خواه از دهن خواه از بینی و ایں هر دو راه نفس اند بواسطه گذر نفس بینی آله

ذکر نمی شود زیر اچه نفس مطلق است و یاران سید محمد را مقصود آنست که بواسطه پاسداری نفس یاد حق دردل قرار گیرد و بذکر خدا اطمینان قلب حاصل شود " کما قال سبحانه و تعالیٰ اتطمئن قلوبھم بذکر الله الا بذکر الله تطمئن القلوب (رعد)

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان میں حکمت یہ ہیکہ سانس کو چونکہ دل میں اور تمام اعضاء میں داخل ہے جب سانس ذکرِ حق کے ساتھ تمام اعضاء میں سرایت کریگی اور ذکر کے فیض سے حیات کا اثر تمام اعضا میں ہوگا تو ذاکر کے دل میں ایمان کا درخت اگائے گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لا الہ الا اللہ" ایمان (کا درخت) اس طرح اگاتا ہے جس طرح کہ پانی سبزی کو اگاتا ہے۔ اے عزیز تو جان لے مقصد یہی ہے کہ سانس کی پاسداری سے ذکر اللہ دل میں قرار پائے اور سانس ذکر اللہ کے ساتھ اندر جاتی اور باہر آتی ہے خواہ منہہ کے ذریعہ یا ناک کے ذریعہ۔ یہ دونوں سانس کے راستے ہیں۔ سانس محض اس راستہ سے گذرنے کی وجہ ناک ذکر کا آلہ نہیں قرار دیجاسکتی کیونکہ سانس تو بذات خود مطلق ہے۔ اور متبعین حضرت سید محمد مہدی علیہ السلام کا مقصد یہی ہیکہ سانس کی پاسداری کے ذریعہ ذکر اللہ کو قلب میں قائم کیا جائے اور ذکر خدا سے قلب ہی کو اطمینان نصیب ہوسکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ذکر اللہ سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں۔ ابر ہو کہ ذکر اللہ کے ذریعہ قلوب اطمینان حاصل کرتے ہیں۔

اور یہی حصول دیدار کا ذریعہ بھی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یا یتھا انفس المطمنة ارجعی الیٰ ربک راضیة مرضیة فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی (فجر) اے نفس مطمئۂ اپنے رب کیطرف راضی بہ رضا ہو اور میرے بندوں میں شامل ہوکر میری جنت (دیدار) میں داخل ہوجا۔

امامنا علیہ السلام نے ذکر میں اور لا الہٰ الا اللہ ہی کو مخصوص فرمایا ہے اور اسی کو انبیاو صحف سماویہ کا مقصد قرار دیا ہے اور ذکر خفی کی تعلیم کیوجہ سے بجز ذات باری تعالیٰ کے اور کوئی تعلق نہیں ہوسکتا۔ اس کے برخلاف دیگر اوراد وظائف میں غیر اللہ کا تعلق ہوسکتا ہے اور ریا دلوث بھی شامل رہ سکتا ہے۔ مثلاً حصول رزق ورفع تنگدستی کیلئے "یا قوی" اور کسی کی محبت قائم کرنے کیلئے "یا ودود" کا ورد کیا جاتا ہے۔ ایسے اوراد میں اگرچہ خدا کا نام ہے لیکن اوراد کا مقصد خدا نہیں اسئی لئے امامنا علیہ السلام نے صرف ذکر لا الہٰ الا اللہ کی پابندی فرض قرار دی ہے جسمیں غیر اللہ کی طلب شائبہ ہی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے صاف وصریح طور پر کئی مقامات پر واضح فرمایا ہے کہ ذکر الٰہی اور عبادات خالصاً لوجہ اللہ ہونا ضروری ہے کیونکہ جس مقصد و منشا کے تحت عمل کیا جائیگا معناً وہی مقصد و منشا اس کا معبود و مقصود قرار پائیگا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

ء فرئیت من اتخذ الٰھہ ھواہ   کیا تونے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی ہوس وخواہش کو اپنا معبود بنالیا   (جاشیہ وفرقان)

روایت ہے کہ ایک موقع پر کسی نے چار بڑی کتب سماویہ کے نزول کی ماہیت کی نسبت حضرت مہدی علیہ السلام سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ:۔منراداز توریت وزبور وانجیل وفرقان بیک کلمہ اندک **لا الٰــہ الا اللــہ** است یعنی توریت و زبور وانجیل وقرآن کے نزول کا مقصد ایک ہی چھوٹا سا کلمہ **لا الہٰ الا اللہ** ہے۔اااا (انصافنامہ) اس مختصر جواب سے یہ حقیقت عیاں ہورہی ہے کہ بعثت انبیاء ونزول کتب سماویہ کی علت غائی فی الاصل اقرار ومعفت توحید باری تعالیٰ ہے اس کے سوائے عبادات ومعاملات وغیرہ مسائل سے متعلق جو کچھ تعلیمات واحکام ہیں وہ لوازم ضروریہ ہیں۔اسی لئے اسلام کی ابتدا بھی کلمہ طیبہ سے ہوتی ہے اوراس کی انتہا بھی اس کلمہ طیبہ سے جسمیں پہلے الہٰ کی نفی کی تعلیم دیگئی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ مومن جب کبھی الا اللہ کی راہ میں جس کسی الہٰ کو حائل پائیگا اس الہٰ کو ترک کر کے الا اللہ کی قربت حاصل کرنے کی کوشش کریگا۔کیوں کہ اقرار ''باللہ'' پر نفی ''غیراللہ'' کو مقدم رکھا گیا ہے۔

بیان میں نکتہ توحید آتو سکتا ہے   ترے دماغ میں بتخانہ ہوتو کیا کہئے
وہ رمز شوق جو پوشیدہ لا الہٰ میں ہے   طریق شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہئے
(اقبالؔ)

غرض امامنا علیہ السلام کی تعلیمات میں خصوصیت کے ساتھ اس امر کی اہمیت پائی جاتی ہے کہ ذکر الٰہی اورعبادات میں خیال ''ماسوی اللہ'' کا شمہ برابر بھی دخل باعث خلل تصور کیا جائے۔

روایت ہے کہ بندگیمیاں سید سعداللہؒ ا وبندگیمیاں سید عبدالطیفؒ میں بہت محبت تھی اور ثانی الذکر نے اول الذکر سے علاقہ (بیعت) بھی کیا تھا۔نماز جماعت میں میاں سید سعداللہؒ اگر امام ہوتے تو میاں عبدالطیف حاضر ہوتے ورنہ دوسرے امام کی اقتدا میں نماز کم ادا کرتے تھے فقرائے دائرہ سے کسی نے ایک دن میاں سید سعداللہؒ سے عرض کیا کہ میاں عبدالطیف نماز جماعت میں کم آتے ہیں۔میاں سید سعداللہؒ نے مسکرا کر فرمایا آپ ہی پوچھئے تمام برادران دائرہ نے پوچھا کہ آپ نمام جماعت میں کیوں کم آیا کرتے ہیں۔فرمایا کہ جب امام حاضر نہیں ہوتا ہے تو میں تنہا پڑھ لیتا ہوں برادران دائرہ نے کہا امام تو ہرنماز میں حاضر رہتا ہے؟ پس میاں نے نماز مغرب کی جماعت میں شریک ہونے کے بعد ایک دورکعت ادا کر کے نیت توڑ کر علحدہ نماز ادا کی تمام بردران نے عرض کیا اس وقت امام حاضر ہونے کے باوجود آپ نے تنہا نماز کیوں پڑھی؟ میاں نے فرمایا کہ امام حاضر نہ تھا (بے حضور قلب تھا) تیلی کے گھر ایک جراف چراغ کا تیل لانے گیا تھا۔پھر میں کس کے پیچھے نماز پڑھتا!! اس کے بعد امام نے عرض کیا صحیح فرماتے ہیں کہ میرے دل کا خطرہ اسی جگہ سے متعلق تھا اس کے بعد تمام بردران دائرہ کا حسن اعتقاد زیادہ ہوگیا اور (اس درس عمل پر میاں عبدالطیفؒ) ممنون ہوے (اخبار اسرار باب۲ فصل ۹)

میاں عبدالطیفؒ کی اس باطنی کیفیت پر ان کے مرشد میاں سید سعداللہؒ آگاہ تھے کیوں کہ مسکرا کرانہیں سے پوچھنے کا حکم دینا اسی بات کی علامت ہے۔اور روایت کے انداز بیان سے ظاہر ہے کہ امام کے حضور قلب کے بغیر میاں عبدالطیفؒ کو نماز میں تسکین نہ ہوتی تھی اور ان کی اس خاص کیفیت کی وجہ ان کے مرشد نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ رکھا تھا اور دائرہ میں عام حیثیت سے جو نماز ادا ہورہی تھی وہ چونکہ از روے احکام شرعیہ پورے ارکان ظاہرہ کی حامل اور جواز کا فتویٰ رکھتی تھی اس لئے صاحب دائرہ میاں سید سعداللہؒ نے حضور قلب کی باطنی کیفیت اور اس کیفیت کے کشف اور اس کے اثر کو جو ہر صاحب کشف کا خصوصی ذاتی معاملہ ہے۔خصوصیات ہی کی حد میں رکھا اور عام ظاہرہ حیثیت میں جواز نماز کو متاثر کرنے والا کوئی حکم صادر نہیں فرمایا۔کیونکہ باطنی خصوصیت ہر فرد کے بس کی بات نہیں ۔ بردران دائرہ کا حسن اعتقاد زیادہ ہونا اور میاں عبدالطیف کے ممنون ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس درس عمل سے نماز کی باطنی خصوصیت' حضور قلب' ترک خیال ماسوی اللہ کی طرف توجہ انھیں قائم ہوگئی اور اس کشف وعمل کے اظہار کی علمت غائی بھی یہی تھی۔حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں۔احکام شریعت کے تحت جو شخص نماز ادا کرتا ہے ہر عالم شریعت اس کی نماز ادا ہونے کا فتویٰ دیگا جو **نحن نحكم بالظاهر** کے بالکل مطابق ہے۔لیکن ایک عارف باللہ سے بھی پوچھو وہ اگر کہدے کہ نماز ادا ہوگئی تو سمجھو کہ فی الحقیقت وہ نماز کیسی ہوگی!!

غرض واقعہ مذکور الصدر تبع تابعین سے ملحق زمانہ کا ہے۔اسی پر سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے اور آپؑ کی تعلیمات وفیض صحبت سے راست مستفیض ہورہے تھے ان کے ذکر ونماز کی باطنی خصوصیات کا کیا عالم ہوگا!!! جب کہ امامنا علیہ السلام نے یہ خوشخبری سنائی ہو کہ:۔

''یک نظر بندہ بہتر از عبادت ہزار سالہ''

اک شرع مسلمانی اک جذب مسلمانی	ہے جذب مسلمانی سر فلک الافلاک
اے رہرو فرزانہ بے جذب مسلمانی	نے شاخِ عمل پیدا' نے شاخ یقیں نمناک

(اقبال)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ذالكم ربكم لا اله الا هو خالق كل شئى فاعبدوه (انعام) یہی تمہارا رب ہے اس کے سوائے کوئی عبادت کے لائق وہی ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے پس تم اسی کی عبادت کرو۔

اور ایک جگہ فرماتا ہے:۔

الم تران الله سبح له من فی السموات والارض والطیر الصفت وکل قد علم صلاته و تسبیحه (نور)	کیا تم نہیں دیکھتے کہ زمین وآسمان میں کی ہر چیز اوراڑنے والے پرندے اس کی تسبیح پڑھتے ہیں۔ان میں کا ہر ایک اپنی نماز اوراپنے ذکر الٰہی سے واقف ہے۔

جب زمین وآسمان میں کی ہر چیز اپنے اپنے حدود میں ذکر وعبادت کی خصوصیت کی حامل ہے تو انسان کی عقل وتمیز کا اقتضا یہ ہونا چاہیئے کہ اس کی عبادت اوراس کے ذکر کوخود آپ ہی اپنے پر فرض قرار دے لے۔اس کے بجائے احکام فرض اور تاکید وتفہیم کے باوجود مائل بہ تاویلات ہونا ذکر اللہ کی آیتوں سے ذکر اعمال الٰہی وغیرہ معنوں کو مخصوص کر دینا منشاء تعلیمات الٰہیہ کے سراسر منافی ہے۔

گفت مرگ عقل؟ گفتم ترک فکر	گفت مرگ قلب؟ گفتم ترک ذکر
گفت تن؟ گفتم کہ زاد از گردِ رہ	گفت جاں؟ گفتم کہ رمز لا الہ
گفت آدم ؟ گفتم از اسرار اوست	گفت عالم! او خود رو بروست

(علامہ اقبال)

توضیح روایات دربیان توکل:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

انما المومنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبهم واذ تلیت علیهم اٰیاته زادتهم ایمانا وعلی ربهم یتوکلون الذین یقیمون الصلوٰة ومما رزقنٰهم ینفقون اولئک هم المومنون حقا لهم درجات عند ربهم و مغفرة ورزق کریم (انفال)

ترجمہ: بے شک ایمان والے وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیات ان مومنین کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ مومنین اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔وہ لوگ نماز قایم رکھتے ہیں اور ہم جو کچھ رزق ان کو عطا کریں خرچ کرتے ہیں۔یہی سب سچے مومنین ہیں۔جن کے لئے ان کے رب کے پاس مرتبے ہیں بخشش ہے اوررزق کریم ہے۔

توکل کو مومنین کی صفات میں شمار کیا ہے اور کمال ایمان کی توضیح کے لئے ’’ھم المومنون حقا‘‘ فرمایا ہے توکل کے بھی مدارج ہیں جن کا تعلق راست ایمان کے مدارج سے ہے جیسے جیسے معرفت توحید وایمان کے مراتب میں ترقی ہوتی جائیگی ویسے ہی نور یقین میں اضافہ ہوتا جائیگا۔اور یہی توکل کے مدارج کے ارتقا کی علت ہے اور ہر مومن کو اس کے درجہ ایمان کے مطابق توکل کا درجہ حاصل ہوگا۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ’’لھم درجات عند ربھم‘‘ فرمایا ہے نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین (العمران) — جب تو عزم کرلے تو اللہ پر توکل کر، کیونکہ اللہ متوکلوں کو پسند کرتا ہے۔

نیز فرمایا ہے: وعلی اللہ فتوکلو ان کنتم مومنین — اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومنین ہو

اور بہت سی آیات ہیں جن سے توکل کی اہمیت اور تاکید ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب توکل کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے تو پھر ہر مومن پر توکل فرض ہوجاتا ہے خواہ یہ کتنا ہی کم درجہ کا ہو۔ کیونکہ جن احکام پر حصول ایمان موقوف ہو ان احکام کی تعمیل بالضرور فرض ہوگی اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے بحکم خدائےتعالیٰ ہر مومن کیلئے توکل فرض فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ رزق کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے بارہا واضح فرمایا کہ وہی رازق حقیقی ہے چند آیات یہ ہیں۔

ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین (ذاریات) — بے شک اللہ ہی رازق ہے مضبوط و مستحکم قوت والا ہے۔

وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا (ھود) — دنیا میں کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ پر نہو۔

جس طرح اپنے خالق ہونے کی صفت کو اہمیت سے بیان فرمایا ہے اسی طرح اپنے رازق ہونے کا بھی قوی یقین مومنین کے قلوب میں پیدا کرنے کی اس نے کوشش کی اور یہی حقیقت بھی ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون — کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہو سحاب
کون لایا کھینچ کر پچھم سے باد سازگار — خاک یہ کسکی ہے؟ کس کا ہے یہ نور آفتاب
کس نے بھر دی موتیوں سے خوشہ گندم کی جیب — موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب
(اقبالؔ)

غرض اللہ تعالیٰ ہی رازق حقیقی ہے اسی کی ذات پر توکل فرض ہے جسکی تعمیل حسب قوت ایمان و نور یقین کیجاسکتی ہے اسباب و تدبیر اختیار کرکے اللہ پر توکل کرنا ابتدائی درجہ ہے۔ عشق و محبت اور ذکر و فکر میں ترقی سے توکل کے مدارج میں بھی ترقی ہوتی ہے حتیٰ کہ اسباب پر سے نظر اٹھکر صرف مسبب سے وابستہ ہوجاتی ہے۔ توکل کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ اپنے تمام ذاتی کاروبار کو خدا پر سونپ دے، راضی برضا اور بے اختیار ہوجائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ:۔

رب المشرق والمغرب لا الہ الا ھو فاتخذہ وکیلا (مزمل) — اللہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوائے کوئی الٰہ نہیں پس تو اسی کو وکیل بنالے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی روایات شاہد ہیں کہ آپؐ نے خدائےتعالیٰ کی عبادت و ریاضت اور تبلیغ دین کے لئے اپنے کو وقف فرمادیا تھا۔ تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ کسب معیشت سے متعلقہ امور میں آپؐ کے اوقات صرف نہ ہوتے تھے۔

آپؐ کے خاص صحابہؓ واصحابؓ صفہ نے بھی آپؐ کے اس اسوہ حسنہ کی پیروی کی ہے اور اولیاس صالحین کرام کا طریقہ بھی یہی رہا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی خدا کے حکم سے توکل کو فرض قرار دیا اور اس کے اعلیٰ مدارج تک رہبری فرمائی۔

جس فقر کی اصل ہے حجازی	ہمت ہو اگر تو ڈھونڈو ہ فقر
اللہ کی شان بے نیازی	اس فقر سے آدمی میں پیدا
بے سرمۂ بو علی و رازی	روشن اس سے خرد کی آنکھیں
اللہ سے مانگ یہ فقیری	مومن کی اسی میں ہے امیری

(اقبالؔ)

توکل کے باب میں حضرت مہدی علیہ السلام نے حلال اور حلال طیب کا جو نازک فرق دکھایا ہے وہ روایت (۳۷) میں ملاحظہ ہو کہ آپؐ نے فرمایا ''بندہ کو اختیار و کوشش سے شرع کے موافق جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ حلال ہے لیکن حلال طیب نہیں۔ حلال طیب تو وہ ہے کہ بے اختیار پہنچ جائے اور حلال پر محاسبہ ہے' حلال طیب پر محاسبہ نہیں ہے۔ **کما قال اللہ تعالیٰ:. کلما دخل علیها ذکریا المحراب وجد عندها رزقاً قال یا مریم انی لک هٰذاقالت هو من عند الله ان الله یرزق من یشاء بغیر حساب** ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب کبھی زکریاؑ مریمؑ کے پاس کوٹھری میں داخل ہوتے وہاں رزق موجود پاتے۔ انھوں نے کہا اے مریم! یہ (رزق) تمہارے لئے کس طرح پہونچتا ہے؟ (مریمؑ) نے جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے (آتا) ہے بیشک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے (جزء۳ رکوع ۱۲) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیز حلال ہو اس کا حساب ہوگا اور جو حرام ہو اس پر عذاب ہوگا۔ اور جو طیب ہو وہ بے حساب ہے۔ (یعنی اس کے بارے میں پوچھ نہ ہوگی) روایت ۳۷) اور روایت ۴۷ ملاحظہ ہو کہ (ایک دفعہ ایک شخص) خدائتعالیٰ (کے نام سے) کچھ بھیج دیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ حلال طیب ہے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ حلال ہے حلال طیب نہیں کیوں کہ دو تین روز قبل اس کی خبر پہنچی تھی کہ وہ (شخص) بھیجنا چاہتا ہے۔ الخ اور روایت (۱۴۶) میں یہ توضیحی فقرہ بیان ہوا ہے۔ کہ ''شرط توکل بر بغتۃً است'' یعنی دفعتہً بے شان وگمان اچانک جو پہنچ جائے حلال طیب ہے اور توکل کا اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔

آیات واحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلال چیزیں محض امتحان کے لئے پیدا کی ہیں چنانچہ فرماتا ہے۔

انا جعلنا ما علی الارض زینة لها لنبلوٰهم ایهم احسن عملاً وانا لجاعلون ما علیها صعیدا جرزا (کهف)

روئے زمین میں جو کچھ ہے اس کو ہم نے زینت کے لئے بنایا ہے تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو جانچیں کہ کون ان میں اچھا عمل کرنیوالا ہے۔ اور ہم اس کو (مٹا کہ چٹیل میدان بنادینے والے ہیں۔

اسی لئے حلال کو بے حساب نہیں سمجھا جاسکتا اس کی پوچھ برابر ہوگی۔

فان حلالها حساب و حرامها عذاب — دنیا کا حلال حصہ قابل حساب ہے اور حرام حصہ موجب عذاب ہے۔ (فردوس دیلمی حرف الف ماخوذ از کحل الجواہر)

روایت ہے کہ ''حضرت عمرؓ کو ایک روز تشنگی ہوئی تو آپؓ کے لئے شہد اور ٹھنڈا پانی پیش کیا گیا آپؓ نے اس کو ہاتھ میں رکھ لیا اور نہیں پیا۔ فرمایا کہ مجھ سے اس کے حساب کو دور کردو۔ دنیا خواہ تھوڑی ہو یا بہت اور حلال و حرام سب کچھ ملعون ہے سوائے اس کے جو تقویٰ اور پرہیز گاری میں مدد دے کیونکہ اس قدر دنیا مذموم نہیں اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ و پرہیز گاری اور تزکیۂ نفس کے لئے توکل کی منزل میں مومن کو قلب کی تسکین ضروری ہے۔

وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ — دہی نگاہ کے ناخوب دخوب سے محرم
(اقبالؔ)

روایت ۱۴۷ ملاحظہ ہو کہ حضرت بندگی میاں الہداد شاعر رضی اللہ عنہ نے ایک دن کچھ رقم حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ رقم اپنے پاس رکھو میاں الہدادؓ نے اسکو اپنے پاس امانۃً رکھا کچھ عرصہ بعد حضرت مہدی علیہ السلام نے اس رقم کو طلب فرمایا میاں الہدادؓ نے اسی وقت حاضر کردی اور حضرت مہدی علیہ السلام نے سویت کرادی میاں الہدادؓ نے کہا کہ میں فقراء کی جماعت میں مردار خوار ہوں۔

حضرت بندگی الہدادؓ کے پاس جو رقم تھی سویت کے وقت اس رقم سے ان کو بھی حصہ ملا۔ تو اس پر ان کو خیال گذرا کہ اس سے ان کے توکل و تزکیہ نفس میں خلل ہوا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ سویت سے قبل اس رقم کے حسب عادت سویت کئے جانے اور ان کو حصہ ملنے کا خیال گذرا ہو۔ اس لئے انتہائے احتیاط تقوی کی وجہ ان کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ '' میں فقراء کی جماعت میں مردار خوار ہوں''۔ انصافنامہ کی ایک روایت سے ایسے عمل کی تائید ہوتی ہے!۔

میاں فرید مہاجرؓ سے روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے حجرہ میں ہو اور (کسی کے) نعلین کی آواز سنکر اس کے دل میں خیال پیدا ہو کہ کوئی فتوح لا رہا ہے تو یہ توکل کے خلاف ہے (انصاف نامہ باب ۶)

اس لحاظ سے حضرت بندگی ملک الہدادؓ کا عمل تعلیمات امامنا علیہ السلام کے عین مطابق ہوجاتا ہے استاذی مولنا محمد سعادۃ اللہ خانصاحب نے لفظ ''مردار خوار'' کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا کہ ممکن ہے یہ سہو کتابت ہو فی الاصل ''مردار خدار'' ہوگا یعنے مجھے فقرا کی جماعت میں یہ امتیاز حاصل ہوا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے حساب و کتاب کی خدمت سے سرفراز کیا گیا ہوں۔ کیونکہ ''ارخ'' حساب و کتاب کو کہتے ہیں اور مردار خدار کے معنے حساب و کتاب رکھنے والا آدمی واللہ اعلم۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق — جو تجھے حاضر و موجود سے نے رار کرے
موت کے آئینے میں تجھکو دکھا کر رخ دوست — زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گر مادے — فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
(اقبالؔ)

غرض امامنا علیہ السلام نے حلال اور حلال طیب کا نکتہ جس انداز سے سمجھایا اور آپؑ اور آپؑ کے متبعین نے اس پر جس درجہ عمل کیا وہ ذیل کی روایات سے واضح ہے:۔ روایت ۱۴۸ ملاحظہ ہو کہ شیخ صدرالدین سندھی رضی اللہ عنہ آدھی رات کو حجرہ میں ہاتھ بڑھا کر روٹیاں رکھدیتے تھے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی کہ کس نے رکھا ہے یہ واقعہ دورات پیش آیا طالبان خدا نے حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں بحالت زاری فریاد کی کہ میرانجی رہزنی ہو رہی ہے حضرتؑ نے دریافت فرمایا کیا ہو رہا ہے؟ عرض کرنے لگے کہ دوراتوں سے یہ واقعہ پیش آرہا ہے کہ کوئی شخص حجرہ میں اپنا ہاتھ دراز کر کے روٹیاں رکھدیتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کون شخص ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ طالبانِ خدا کو ایذا مت دو! تاکہ دل غیراللہ کی طرف مائل نہونے پائے۔

فقروفاقہ کے باجود اس خفیہ امداد کا ضمیر پر شاق گزرنا اور زاری کی حالت میں شکایت کرنا اس بات کی بدیہی دلیل ہے کہ غیراللہ پر نظر نہ رکھنا، حلال طیب کی جو شرط ہے اس کی حفاظت کی طاقت بدرجہ تم ان میں موجود تھی۔ تعلیم توکل میں سوال سے بچنے کی بہت زیادہ اہمیت پائی جاتی ہے۔ ترک دنیا کی بحث میں "یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف" آیہ شریفہ کی توضیح کے تحت اس کا بیان کیا جاچکا کہ حالت اضطرار میں جب کہ حرام کو حلال قرار دیا جاسکتا ہے اس وقت بھی امامنا علیہ السلام نے مومن کے شعور کو بیدار رکھنے کی سعی فرمائی ہے چنانچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ:۔

باز فرمودند اگر متوکل باضطرار رسد بایں اشیاء مردار بخورد فاماً سوال نکند (شواہد الولایت باب ۳۳)	حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ متوکل اضطرار کی کیفیت میں ہو جائے تو مردار کھائے لیکن سوال نہ کرے۔

سفر خراسان کا اس چودھویں صدی ہجری کے سہولت بخش زمانہ میں جن لوگوں کو موقع و تجربہ حاصل ہوا ہو بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ ساڑھے چارسو سال قبل کے زمانہ میں کس قدر کٹھن سفر ہوگا اس پر مزید کیفیت یہ کے بے زادراحلہ سفر، کوئی ساز سامان نہیں، فقروفاقہ کی حالت میں ان خطرناک مقامات کا سفر تنہا نہیں، جماعت کثیر مع اہل وعیال ساتھ ہے۔ درخت کے پتوں پر اکثر گذارہ ہو رہا ہے لیکن سفر برابر جاری ہے۔ ہمراہیوں کی عالی ہمت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ حضرت میاں یوسف رضی اللہ عنہ جن کے پیر میں زخم آگئے تھے راستہ میں ایک مقام پر زخم صاف کرنے کیلئے بیٹھ گئے۔ قافلہ گزر رہا تھا جب حضرت امامنا علیہ السلام ان کے قریب سے گزرے تو سوال کیا کہ۔ میرانجی! "مہدی موعودؑ کی جماعت پر نہایت سخت و کٹھن وقت جو آنیوالا ہے وہ کب آئے گا"۔؟ آپؑ نے فرمایا وہ یہی وقت ہے اللہ کے فضل سے تمہارا ظرف بڑا ہے اس لئے تم کو معلوم نہیں ہو رہا ہے"۔

نیز ایک روایت یہ بھی ہے کہ سفر خراسان میں ایک مقام پر ایک اونچے ٹیلے پر آپ چڑھ گئے۔ پیچھے سے آپؑ کی جماعت جو چلی آرہی تھی اس کو ملاحظہ فرمانے لگے جن میں عورتیں بچے، ضعیف، مریض سب ہی شامل تھے آپؑ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔ اس وقت آپؑ نے بارگاہ رب العزت سے التجا کی کہ:۔

اے اللہ! تو حاضر وناظر ہے۔علیم وخبیر ہے۔ بندے کے اوران لوگوں کے حال سے بخوبی آگاہ ہے کہ اس بندہ نے ان لوگوں کی کوئی محبوب چیز اپنے قبضہ میں نہیں رکھ لی ہے۔اور نہ ان کوزر ودولت دلانے کا وعدہ کیا ہے کہ جسکی وجہ یہ لوگ اس قدر مشقت پر مجبور ہوے ہوں اگران کا مجھ پر کوئی حق ہے تو یہ کہ میں ان کو تیرے عشق ومحبت اور تیری معرفت کا راستہ دکھا سکتا ہوں۔اسی وقت فرمان ایزدی ہوا کہ ’’اے سید محمدؑ میں نے اس جماعت کے سب چھوٹے بڑوں کے گنا بخشد یئے ہیں۔تو ان کو ایمان کی بشارت دے‘‘۔پھر آپؑ نے سب کو اس فضل ایزدی پر آگاہ کیا اور ایمان کی بشارت عطا فرمائی۔

غرض دعوی موکد کے بعد کے طویل اور انتہا درجہ سخت آزمائش ایزدی کے زمانے میں بار ہا اضطرار کی صورت پیش آئی۔ کئی نفوس مطہرہ نے فاقہ سے جام شہادت نوش کیا۔لیکن اسوقت سوال کی اجازت دینے کا کوئی واقعہ کتب نقلیات میں نہیں پایا جاتا۔آپؑ نے صرف سوال ہی کو توکل کے منافی نہیں قرار دیا بلکہ صورت سوال سے بھی صریح طور پر منع نہیں پایا جاتا۔ آپ نے صرف سوال ہی کو توکل کے منافی نہیں قرار دیا بلکہ صورت سوال سے بھی صریح طور پر منع فرمایا ہے۔چنانچہ نقلیات کی فہرست میں بیان توکل کے تحت جو روایات ہیں۔ان میں اسی نکتہ کا پہلو شامل پایا جاتا ہے۔اور توکل کی حسب ذیل خصوصیات کا علم ہوتا ہے۔

۱۔ایک ہی شخص کی بار بار لائی ہوئی فتوح پر تعین کا حکم لگایا گیا۔اور لینے سے انکار کیا گیا ملاحظہ ہو روایت ۱۳۵

۲۔دائرے میں فتوح جو روانہ کیجاتی اس میں بعض فقرا کیلئے تعداد اگر مخصوص کر دیگئی ہو تو اس کو قبول نہ کیا گیا ملاحظہ ہو روایت ۱۴۹ ,۱۵۰ ,۱۵۱ ۔

۳۔اہل دائرہ سے کوئی شخص کسی دولت مند کے گھر جائے اور وہ اس کو کچھ دے یا اس کے ذریعہ دائرہ کے لئے کچھ بھجوائے تو اس پر فتوح کا حکم عاید نہیں کیا گیا اور صاحب دائرہ کو قبول نہ کرنے کا حکم دیا گیا ملاحظہ ہو روایت ۲ے ,۱۵۳

۴۔اگر کوئی دولتمند دائرے کیلئے فتوح یا عشر روانہ کرنے کی غرض سے دائرہ کے کسی فقیر کو لیجانے کی درخواست کرتا تو قبول نہ کیجاتی تھی اور فقرا کو جانے سے منع کیا جاتا تھا ملاحظہ ہو روایات ۱۵۲ تا ۱۵۶

۵۔اگر کوئی صرف رشتہ قرابت کیوجہ کچھ دیتا اس میں للّٰہی غرض شامل حال نہوتی تو قبول نہیں کیا جاتا تھا ملاحظہ ہو روایت ۱۵۷

۶۔کسی مہدوی تاجر سے اس نیت کیساتھ خریدنا کہ وہ رعایۃً کچھ زاید دیگا ممنوع تھا۔چنانچہ دائرے کے مہدویوں کے گھر سے بعض فقرا اسی نیت سے چھاچھ لائے تھے چھاچھ مع برتن پھینک دیگئی ملاحظہ ہو روایت ۶ے

ے۔فتوح کی توقع اور اس کا انتظار مانع توکل قرار دیا گیا۔ملاحظہ ہو روایت اے

۸۔جو اللہ دے اس کو خرچ کرے جمع رکھنے کی کوشش نہ کیجائے۔ملاحظہ ہو روایت ۱۳۶ جب کہ بی بی الہدادی رضی اللہ عنہا وفات پائیں تو ان کی دامنی سے سونے کا ایک تنکہ نکلا حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ گرم کرکے ان کی پیشانی پر داغ دو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کہا ہے۔جب یہ خبر مشہور ہوئی تو میاں سید سلام اللہ رضی اللہ عنہ جو کہ قبر کی تیاری

کررہے تھے سُن کر جلد آ گئے اور تسمیہ کہنے لگے کہ یہ تنکہ بی بی کا نہیں ہے بلکہ بی بی فاطمہ کا ہے فرمایا کہ جس کسی کا ہو اس کے حوالہ کردو۔الخ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

والـذین یکنزون الذھب والفضة ولا یفقونھا فی سبیـل الـله فبشرہم بعذاب الیم یوم یحمیٰ علیھا فی نـار جھنـم فتکویٰ بھا جباھھم و جنوبھم و ظھـورھم ھٰذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ماکنتم تکنزون (توبہ)

جولوگ سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور ان کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں عذاب الیم کی بشارت دو جبکہ یہ (مال) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائیگا اور اس سے اُن جمع کرنے والوں کے پہلو اور پیشانیوں اور پشت پر داغ دیئے جائیں گے (اور یہ کہا جائیگا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنی ذاتوں کے لئے جمع کر رکھا تھا پس تم نے جو خزانے جمع کئے تھے اس کا مزہ چکھو۔

اس باب میں احادیث بھی ہیں چنانچہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من ترک صفراء اوبیضاء کوی بھا وتوفی رجل فـوجدفـی میـزرہ دیـنـار فقال کیة و توفی اٰخر فـوجد فی میزرہ دینار ان متحال کیتان (تفسیر کبیر تحت آیت مذکور الصدر)

جو شخص سونا یا چاندی چھوڑ کر مرجائے اس کو داغ دیا جائے گا ایک شخص انتقال کرگیا اس کے ڈب میں ایک دینار پایا گیا آپؐ نے فرمایا ایک داغ ہے۔دوسرے کا انتقال ہوا اس کے ڈب میں دو دینار پائے گئے آپؐ نے فرمایا دو داغ ہیں۔

امامنا علیہ السلام نے توکل کے اعلیٰ ترین مرتبہ کی طرف رہبری فرمائی ہے جن مومنین کو لاہوتی مقام حاصل ہو وہ بغیر حلال طیب کے کسی اور طریقہ وتدبیر کی غذا کو اپنے پر حرام سمجھتے ہیں چنانچہ روایت ہے کہ ''امامنا علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص فاقہ پر صبر نہ کرسکے تو کیا کرے۔آپؐ نے فرمایا مرجائے پھر عرض کیا گیا اگر نہ کرسکے تو کیا کرے فرمایا مرجائے پھر عرض کیا گیا میرانجی! اگر بے چارہ صبر کرنے کی تاب وتواں نہ رکھتا ہو تو کیا کرے فرمایا۔مرجائے مرجائے مرجائے!! (روایت ۵۹)

یہ وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جس پر پہنچنے کے بعد مومن مرجانا ہی قبول کرتا ہے لیکن جیسا توکل کہ اس مقام کے مرتبہ کے لحاظ سے ہونا چاہئیے اس میں فرق آنے نہیں دیتا۔

اے طایرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
(اقبالؔ)

تعلیمات امامنا علیہ السلام میں جس طرح عالیت کے بلند ترین مراتب تک ارتقا کی رہنمائی کیگئی ہے اسی طرح رخصت کی حدر کھنے والے احکام بھی موجود ہیں چنانچہ روایت ہے کہ:۔

مہاجرین کی مجلس میں میراں سید محمد مہدی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی (فقیر) خدائتعالیٰ پر توکل نہ کرسکے اور ہلاک ہونے کی نوبت آئے تو کیا کرے؟ آپؑ نے فرمایا کہ ''جاے اور ایک یا دو چیتل (ٹکے) کسب کر کے کھاے الخ

اور روایت ۰ ے ملاحظہ ہو جو حضرت شاہ دلاور رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا:۔

''اگر خدائتعالیٰ تنگی کے وقت عرس کے لئے کچھ زیادہ بھیج دے تو اس سے اہل دائرے کے لئے دو تین وقت کا خرچ چلانا چاہیئے کیونکہ یہی مستحق فتوح ہیں'' الخ

آپؑ کے نواسے حضرت بندگیمیاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؒ سے منسوبہ احکام رخصت میں تیسرا حکم یہ ہے کہ:۔

''راسانیدۂ خدا دو وقت کردہ بخورید۔''

اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم جو آپؒ نے جاری فرمایا اس کی گنجایش احکام حضرت مہدی علیہ السلام میں موجود تھی اور آپؒ نے جو فرمایا حکم مہدیؑ کے تحت فرمایا ہے۔

روایت ۶۴ ملاحظہ ہو کہ حضرت سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ''اہل نفس فرمایش چاہتے ہیں ان سے فرمایش نہ کرنی چاہئے پھر فرمایا کہ دو بیل اور بنڈی اسی لئے رکھی گئی ہے کہ برادران دائرہ کو ضرورت کے وقت سوال کرنے کی نوبت نہ آنے پائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ احکام رخصت میں بھی سوال کو جائز قرار دینے کی کوئی رعایت موجود نہیں ہے اور ہوتی کیسے جبکہ خصوصاً دعوی موکد کے بعد حالت اضطرار میں بھی سوال کو جائز قرار دینے کی کوئی نظیر موجود نہیں۔غرض قرآن میں فقیر کی صفتِ '' تعفف'' کا جو بیان موجود ہے اس کی اتباع کو فقیر کے لئے لازم گردانا گیا ہے۔

گرچہ باشی مور و ہم بے بال و پر حاجتے پیش سلیمانے مبر

(اقبالؒ)

حضرت بندگی میاں سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؒ کے عمل سے توکل کی ایک اور صورت کا علم ہوتا ہے وہ یہ کہ فقرائے دائرہ کاسبین کے گھر نہیں جاتے تھے ان سے دعوت کی درخواست اس طرح کیجاتی تھی کہ وہ اپنی جگہ پر رہتے اور کھانا خدمت میں پہنچادیا جاتا۔فارغ ہونے کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ واپس کردیا جاتا تھا۔اگر ایسی خصوصیت کے بغیر مطلقاً اللہ کے نام سے پیش کیا جاتا تو اس صورت میں حسب صوابدید استعمال کیا جاتا یا سویت کیجاتی تھی۔

چنانچہ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوت کی درخواست کی تھی۔کھانا تیار کر کے آپؒ کے مکان پر روانہ کیا آپؒ اور آپؒ کے بھتیجے میاں سید عبدالحی دستر پر کھانے کے لئے بیٹھ گئے اور آپ کی دختر آجی بی بی پنکھا ہلانے بیٹھ گئیں۔بی بی پر غشی طاری ہوگئی۔حضرت نے ہوش میں لانے کی کوشش فرمائی حرم محترم نے عرض کیا کہ ایک لقمہ اس بچی کے حلق سے

کیوں نہیں اتار دیتے تین دن سے اس پر فاقہ ہے۔آپؓ نے فرمایا اگر اس کھانے کا لقمہ بچی کے حلق ا میں ہوتا تو حلق سے نکال لیتا۔اس کی عاقبت کی بھلائی چاہتا ہوں اس بچی کے فاقہ کی بدولت تمام اہل دائرہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔اور یہ بچی بھی اسی وقت کھاسکیگی۔اور جو کھانا کہ بچ گیا تھا واپس کروادیا۔(تاریخ سلیمانی گلشن ۶ چمن ۳)

اس کے بعد صاحب تاریخ سلیمانی نے لکھا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعوت کی درخواست صرف حضرت اور حضرت کے بھتیجے کی حد تک تھی پھر آپؓ وہ کھانا دوسروں کے لئے کیسے خرچ کرتے!!!اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سید محمودؓ کا عمل عالیت کی کیسی سخت صبر آزما منزل کا حامل تھا۔یہ امر بھی قابل غور ہے کہ حضرت سے کھایا کیسے گیا؟ جب کہ گھر والے اور دختر نیک پر فاقہ تھا! یہ اتباع احکام کی انتہائی مثال ہے کہ دعوت کا کھانا آپکے لئے جائز اور اتباع سنت میں داخل تھا' کھالیا۔لیکن محبت پدری کا جذبہ اتباع سنت میں حائل نہ آسکا۔اور یہ بات بھی ظاہر ہورہی ہے کہ آپؓ نے رخصت کے جو احکام نافذ فرمائے وہ آنے والے دور کے انسانوں کے لحاظ سے ہیں تا کہ ہر مومن اپنے درجات ایمان کی حد میں فرامین مہدیؑ سے استفاضہ کرسکے اور صدق دل سے اس کا یہی عمل اس کی ترقیوں کا ذریعہ بن جائے۔بتوفیق اللہ تعالیٰ دعونہ العمیم۔

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ ہرلحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور

(اقبالؒ)

بعض روایات سے کاسبین کے گھر پر دعوت میں جانے کا حکم بھی پایا جاتا ہے لیکن یہ رخصت کی حد میں ہے عالیت تو یہ ہے کہ نہ جائیں چنانچہ روایت ۱۲۴ ملاحظہ ہو کہ:۔حضرت میاں لاڑشہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ملک خراسان میں حضرت مہدی علیہ السلام جامع مسجد سے واپس تشریف لارہے تھے راستہ میں ایک خراسانی کا مکان تھا۔اس نے بار بار عرض کیا کہ مہربانی فرمایئے قدم سعادت گھر میں لے چلئے آپؑ نے ہر بار یہی جواب فرمایا کہ معاف کرو بہت کچھ منت سماجت کے بعد بعض صحابہؓ کو آپؑ نے اجازت دی کہ تم جاؤ۔یہ حضرات گئے۔حضرت میاں دلاور رضی اللہ عنہ نہیں گئے۔حضرت میاں سید سلام اللہ رضی اللہ عنہ پر بار خاطر ہوا اور کہنے لگے کہ آپؓ کیوں نہیں آئے حضرت مہدی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل سے آپؓ باز رہے ہیں۔حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے سر نکالکر فرمایا کہ جو لوگ گئے ہیں میری اجازت سے گئے اور جو لوگ نہیں گئے انھوں نے بہت اچھا کیا۔

حاصل یہ کہ تعلیمات حضرت مہدی علیہ السلام میں عالیت اور رخصت دونوں حدوں پر حاوی احکام موجود ہیں۔جو جس پر چاہے حسب استعداد وقوت عمل کرنے کی کوشش کرے لیکن عزیمت کو اولیت حاصل ہے۔روایت ہیکہ:

بعضی کساں پیش حضرت میراں علیه السلام عرض کردند که رخصت هم دین است؟ بعده حضرت میراں علیه السلام فرمودند که دین عزیمت است اگر از عزیمت باز ماند بافتد تا در رخصت ماند د اگر انه رخصت بافتد تا کجا در مانه. (انصافنامہ باب۵)

ترجمہ: بعض لوگوں نے حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا رخصت بھی دین میں داخل ہے؟ آپؑ

نے فرمایا دین تو عزیمت ہی ہے (جس پر عمل کی کوشش کرنی چاہئیے کیونکہ) اگر (کسی وقت) عزیمت پر عمل سے باز رہے اور اتر آے تو رخصت میں (قدم قایم) رہ سکے اگر (رخصت پر عمل کافی سمجھ لیا جائے اور (رخصت سے کسی وقت) اتر آئے تو (دین) میں ٹھکانہ کہاں باقی رہ سکے گا؟

آپؑ کے بے شمار متبعین نے عالیت کے احکام پر عمل کر کے اس دنیا میں مثال قائم کردی جس کی وجہ فقر و توکل زہد و تقویٰ کو مہدویوں کے شعار کی حیثیت سے جو شہرت ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس روایت سے ہوسکتا ہیکہ ''ایک شخص فتح خاں (رئیس وعہدہ دار وقت) کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں حضرت میاں سید محمودؓ (فرزند حضرت مہدی علیہ السلام) کے دائرے میں آیا ہوں۔ (اور اپنے کو دائرہ کا فقیر ظاہر کرنے لگا) فتح خاں نے ملازمین کو حکم دیا کہ اس کو مارو اور خود بھی مارنے کے لئے دوڑے۔ ملازمین نے عرض کیا کہ یہ (دائرہ کا) فقیر ہے۔ فتح خاں نے کہا کہ دائرہ کے فقرا تو مجھے کتے کے برابر بھی شمار نہیں کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پھر کوئی شخص دائرہ کے پاک لوگوں کے نام سے اس طرح جھوٹ نہ کہنے پائے۔ اس دائرہ کے فقرا میرے در پر ہرگز آنے والے نہیں ہیں مجھے یقین ہے میں نے بارہا حاضری کا شرف حاصل کیا ہے اور دائرہ کے فقرا (کے حالات بچشم خود) دیکھے ہیں (روایت ۱۳۰) بلکہ فقرا کے لئے بھائی بیٹے وغیرہ قریبی قرابتداروں کی کمائی سے استفادہ بھی منافی توکل قرار دیا گیا ہے ملاحظہ ہو روایت ۱۵۷ اور بعض روایات میں کاسبین کو بھی سخت تنبیہ کیگئی ہے کہ فقرا کی خدمت اس طریقہ پر نہ کریں کہ ان کے توکل میں فرق پڑ جائے ورنہ ایسی خدمت بجائے فائدہ کے دونوں کے لئے باعث نقصان ہے۔ چنانچہ روایت ۱۲۶ میں یہی بیان موجود ہے جس کا آخری جملہ یہ ہے:۔

هر کـه بـخانه شما بیا ید او ایں معامله مکنید تا اور ا ایں عادت نه شود جو فقیر تمہارے گھر آئے تم اس کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار نہ کرو کہ اس میں ویسی عادت قائم ہو جائے۔

روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے ایک دفعہ روٹی ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا کہ بندہ اور خدا کے درمیان یہی پردہ ہے'' (شواہدالولایت باب ۳۶)

اہل فیض اور اہل ذوق اس فرمان کی اہمیت جان سکتے ہیں کیونکہ یہ فرمان بہت سارے اسرار کا حامل ہے تدبیر شخص، تدبیر منزل، سیاست مدن وغیرہ دنیا کے تمام کاروبار میں روٹی ہی کی حکومت پائی جاتی ہے۔ جھوٹ چوری، مکر وریا قتل و جنگ وجدل تمام قبائح کا تعلق بھی اسی سے پایا جاتا ہے۔ اگر روٹی کی ضرورت نہ ہوتی تو پھر دنیا میں کوئی حاکم ہوتا نہ محکوم غاصب ہوتا نہ مغصوب۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بعثت انبیاء ونزول صحائف الہیہ کو ضروری قرار دیا تا کہ ان کے ذریعہ انسان کی رہبری کیجائے کہ تم صرف روٹی کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو۔ تمہاری عقل وتمیز اور تمہاری قوت اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت عظمیٰ ہے جس کی وجہ تم اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل کر سکتے ہو اس نعمت کا صحیح استعمال یہ ہیکہ تم پابند احکام ہو جاؤ اور روٹی بھی احکام الہیہ کے تحت حاصل کرو

مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند　　　تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
(اقبالؔ)

اگر صرف روٹی کو اپنا مقصد قرار دے لوگے اور تعلیمات الہیہ کو نظر انداز کر دوگے تو یہ عقل وتمیز اور قوت اختیار کا غلط استعمال ہوگا جو کفران نعمت ہے اور روٹی ہی تمہارا الہ قرار پائیگا اور یہ حیوانیت سے بھی گرا ہوا مقام ہے کیونکہ حیوان اگرچہ صرف رزق ہی کی تلاش میں سرگراں نظر آتے ہیں لیکن اللہ کی تسبیح وتذکیر سے غافل نہیں۔

کل قد علم صلواتة و تسبیحه. (نور)　　(زمین وآسمان میں کا) ہر ایک اپنی نماز اور اپنے طریقہ ذکر الٰہی سے واقف ہے۔

ہر تخلیق و ایجاد کا ایک مقصد ہوتا ہے مثلاً ریل کے انجن کی ایجاد پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا مقصد صرف ایندھن نہیں۔ کیوں کہ ایندھن تو حصولِ مقصد کا معاون ہے نفس مقصد نہیں اگر انجن کی مصروفیت صرف کوئلہ پانی فراہم کرنے کی حد تک محدود رہ جائے تو یہ ضرورتِ ایجاد کے صریح مغائر بلکہ یقیناً باعث خسارہ ہوگا۔

اسی طرح انسان اپنے ایندھن یعنی رزق کو صرف بقائے صحت وتوانائی کا معاون سمجھے اور صحت وتوانائی کا مقصد حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائی قرار دے کیوں کہ جس طرح حقوق اللہ ادا کرنا عبادت ہے۔ اسی طرح حقوق العباد ادا کرنا بھی عبادت ہے۔

عبادت بجز خدمت خلق نیست　(سعدیؒ)

اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا:۔ ''کسب وتجارت کی اجازت تو ہے لیکن اجازت کی خصوصیت یہ ہے کہ کاسب وتاجر کی نیت یہ رہے کہ عبادت کر سکے۔ اور احکام بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کے لئے اس میں قوت وتوانائی رہ سکے۔ اور ڈرتا رہے کہ کہیں حرص وخیانت میں مبتلا نہو جائے الخ (روایت ۶۲)

کائنات جو اللہ کے موجودات ہیں مثلاً زمین' سمندر' پانی' ہوا' ابر' بجلی' چاند وسورج وغیرہ ان کے اعمال وخصوصیات اور ان کے باہمی ارتباط پر غور وخوص کیا جائے تو اس کا ایک مقصد انسان کے لئے رزق کی فراہمی بھی پایا جاتا ہے۔ اور یہ جدید ترقی یافتہ تحقیقات کا مسلمہ مسئلہ ہے اس کی توضیح کی ضرورت نہیں۔

ابر و بادومہ و خورشید و فلک درکار اند　　تاتو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرمانبردار　　شرط انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری
(سعدیؒ)

یعنی ابر وہوا چاند وسورج اور آسمان سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں تا کہ تجھکو ایک روٹی میسر آئے اور تو منعم حقیقی سے غافل رہ کر نہ کھائے اور یہ سب جبکہ تیرے ہی لئے سرگشتہ اور فرمانبردار ہیں۔ اور تو فرمانبردار نہو تو یہ شرط انصاف کے خلاف ہے''۔

مقام غور ہے کہ انسان اپنی جدو جہد کو حصول رزق کا سبب سمجھتا ہے۔ حالانکہ یہ امر صرف ان اسباب و وسائل کی حد تک محدود ہے۔ جو اس کے اختیار میں ہیں اس سے آگے بجز توکل کے چارہ نہیں ہوتا۔ مثلاً زمین جوتنا، تخم بونا۔ کسان کے اختیار میں ہے اور وہ اس حد تک کوشش بھی کر لیتا ہے لیکن ہوا، پانی اور موسم کی موافقت وغیرہ امور اس کے اختیار سے باہر ہیں اس لئے قدرت ہی کی امداد کا بھروسہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے جب یہ حقیقت ہے تو بعض مومنین کے قلوب، قدرت سے اس درجہ وابستہ ہو جانا اور اس درجہ نور یقین ان میں جلوہ گر ہو جانا کہ اپنے حدود اختیار میں بھی قدرت پر بھروسہ فرض قرار دے سکیں کوئی حیرت و تعجب کی بات نہیں اور فضیلت کی خصوصیت بھی یہی ہے کہ حدود اختیار ہی میں جذبۂ عشق و محبت کارفرما ہو جائے ورنہ مجبوری و معذوری کی حالت میں قدرت کی طرف توجہ کرنا تو ہر مجبور و غرض مند آدمی کا لازمہ ہے!!

حاصل کلام یہ کہ روٹی کا مقصد بقائے صحت و توانائی ہے اور صحت و توانائی کا مقصد ذکر عبادت الٰہی ہے تاکہ باطن کھل جائے اور انوار و تجلیات کے ظہور سے مشرف ہو سکے۔

ہر کہ نور حق خورد قرآں شود   ہر کاہ وجو خورد قرباں شود

(اقبالؔ)

بلکہ توکل کا اس سے بھی بلند ترین مفہوم وہ ہے جو ذیل کی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

بندگی میراں علیہ السلام فرمودند کہ توکل بزمان است ، آں توکل نیست کہ نا فی را خدائتعالیٰ وعدہ کردہ است ، وما من دابۃ الا علی اللہ رزقھا الآیۃ ایں وعدہ خدا است ، اگر بوعدہ ایمان داری مومن ہستی و گرنہ کافر ہستی انصافنامہ باب۶	حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ توکل وہ نہیں ہے جو رزق کے لئے کیا جائے کیونکہ رزق کے متعلق تو خدائتعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ کوئی جاندار زمین و آسمان میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا پر نہ ہو۔ یہ وعدہ خدا کا ہے اگر اس وعدہ پر تو ایمان رکھے گا تو مومن ہے ورنہ کافر۔
فرمودند کہ توکل آنست کہ برذات خدائتعالیٰ توکل کنی و شب و روز دریں طلب باشی کہ کدام وقت خدائے را بیابم (انصافنامہ باب۶)	اور فرمایا کہ توکل تو وہ ہے کہ خدا کی ذات کیلئے (خدا پر) بھروسہ کرے اور رات دن اسی طلب میں رہے کہ کس وقت خدا کو پاؤں گا۔

اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ رزق کی نسبت سے خدا پر بھروسہ کرنا بھی ایک گونہ غیر اللہ کی وابستگی کا حکم رکھتا ہے اس لئے اپنی فکر و توجہ اس جانب سے بھی بے نیاز ہو کر صرف طلب مولیٰ میں محو و مستغرق ہو جانا چاہیئے۔

بر مقام خود رسیدن زندگی است   ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

مرد مومن در نسازد با صفات   مصطفیٰ راضی نہ شد الّا بذات

(اقبالؔ)

اللہ کی ذات سے وابستگی قائم رکھنے کے لئے امامنا علیہ السلام نے فتوح دینے والے اور لینے والے دونوں پر اللہ کا نام اور اس

کا خیال لازم قرار دیا ہے اسی لئے جبتک اللہ کے نام سے کوئی چیز پیش نہو قبول نہ کیجاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھوا علم بالمھتدین فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بآیتہٖ مومنین وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ (انعام)

ولا تاکلوا ما لم یذکر اسم اللہ علیہ وانہ نفسق (انعام)

بیشک تیرا رب وہ ہے جو اس شخص کو خوب جانتا ہے جو کہ اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیتا ہے اور اللہ ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت کے راستے پر چلنے والے ہیں جس چیز پر اللہ کا نام یاد کیا گیا ہو وہ چیز کھاؤ اگر تم اللہ کی نشانیوں پر ایمان لائے ہو۔اور تمہارے لئے کیا ہے کہ وہ چیز نہ کھائیں جس پر اللہ کا نام یاد کیا گیا ہو۔اور وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام یاد نہ کیا گیا ہو اور بیشک وہ فسق ہے۔

اس آیت کو مفسرین وفقہائے اگرچہ ذبیحہ سے مخصوص کر دیا ہے یعنی جس حلال جانور کو ذبح کیا جائے اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے ورنہ اس کو کھانا نہیں چاہیئے۔یہ تفسیر غلط نہیں ہے ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن آیت میں جو مفہوم عام ہے اس کو مقید کرنا المطلق یجری علی اطلاقہٖ کے مغائر سمجھتے ہیں کیونکہ آیت شریفہ میں مِمّا آیا ہے۔جس کے معنیٰ ’’جو چیز ہیں اور یہ لفظ عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔اس لحاظ سے ہر وہ چیز کھانے سے احتراز آیت کے حکم میں داخل ہوگا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور اسی لئے ہر مومن کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور کہتا ہے۔اور چونکہ حلال جانور بھی کھانے کے لئے ہی ذبح کرتے ہیں اس لئے ذبح کے وقت بھی اللہ کا نام لیا جانا ضروری ہے۔اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جو لوگ بت وغیرہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی جانور ذبح ہوسکتا ہے تو صرف خالق برتر ہی کیلئے اور اسی کے حکم کے تحت ذبح ہوسکتا ہے۔قاعدہ ہیکہ عام میں خاص شامل رہ سکتا ہے لیکن خاص میں عام شامل نہیں رہ سکتا۔اس لئے جو حکم عام ہو اس کو عام ہی رکھنا چاہیئے اس طرح کہ اگر کوئی خاص حکم داخل کرنا ہو تو داخل کیا جاسکے۔حاصل یہ کہ مذہب مہدویہ کی رو سے فتوح دینے والے اللہ کے نام سے دیتے ہیں اور جبتک اللہ کا نام نہ لیا جائے لینے والے قبول نہیں کرتے۔اس کی وجہ حسن کو اہل ظاہر و اہل باطن دونوں جان سکتے ہیں۔کیوں کہ یہ اصول توکل کے لئے ضروری ہے تا کہ رازق وکفیل حقیقی پر سے طرفین کی نظر نہ اٹھنے پائے اور دینے والے میں تفاخر یا کبر وغرور اور لینے والے میں غیر اللہ سے عجز ونیاز کا جذبہ نہ پیدا ہونے پائے۔

بندہ حق بے ناز از ہر مقام نے غلام اور انہ اوکس را غلام
رسم و راہ و دین و آئینش زحق زشت و خوب و تلخ و نو شینش زحق
(اقبالؔ)

غرض توکل کے بیان میں حصول رزق کے متعلق ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کا بیان ہو چکا اور یہ ہر ایک کے

معیار ایمان اور قوت صبر وتوجہ الیٰ اللہ پر منحصر ہے۔ **واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم ۔**

توضیح روایات دربیان صحبت صادقان:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یاایھا الذین اٰمنو اتقواللہ و کونو مع الصادقین اے مومنو! تم خدا سے ڈرو اور صادقین کیساتھ ہوجاؤ۔

(توبہ)

بعض مفسرین نے صحابہ ومہاجرین کی صحبت مراد لی ہے حالانکہ آیت شریفہ کے الفاظ کا مفہوم عام ہے جس پر قیامت تک عمل ہوتا رہیگا اور ہونا بھی چاہئیے ورنہ ''کونو'' کا مفہوم استمراریت باقی نہ رہ سکیگا اسی لئے صاحب تفسیر کشاف نے لکھا ہے کہ:۔

ھو الذی صدقوا فی دین اللہ نیة وقولا وعملا. یہ وہی لوگ ہیں جو صادق ہیں اللہ کے دین میں اور نیت میں اور قول وفعل میں۔ (تفسیر کشاف)

جن لوگوں کو خلیفۃ اللہ کی صحبت کا شرف حاصل ہوا ان کی صحبت صادق ذات خلیفۃ اللہ سے متعلق تھی اور جن کو صحابہ و مہاجرین کی صحبت کا موقع ملا ان کے لئے یہی حضرات صادقین کا حکم رکھتے تھے اسی طرح تابعین وتبع تابعین پر اور ان کے بعد قیامت تک صالحین وراشدین پر صادقین کا حکم مطابق ہوا اور ہوتا رہیگا۔ اس کے علاوہ آیت شریفہ کے حکم ''اتقو اللہ'' پر غور کرنا چاہئیے اس کے معنی ہیں ''اللہ سے ڈرو'' شوق کا تعلق منفعت سے اور خوف کا تعلق مضرت سے ہوا کرتا ہے۔ شوق اور خوف یہ دو ایسے جذبے ہیں جن میں ضبط نفس اور رہبر کی پیروی ضروری ہوتی ہے۔ ورنہ حدود سے متجاوز ہوجانے کا امکان رہتا ہے جس کی وجہہ صراط مستقیم پر قائم نہیں رہ سکتا مثلاً نماز فجر کے جو فضائل بیان ہوئے ہیں ان سے اگر کسی شخص کا جذبۂ شوق یا خوف اس درجہ متاثر ہو کہ اس کو بجائے دو رکعت کے چار رکعت نماز فجر ادا کرنے کیجانب مائل کردے تو ظاہر ہے کہ اس کا یہ عمل گمراہی کا باعث ہوجائے گا خصوصاً تقویٰ کا تعلق افعال قلوب سے ہے اس لئے ارباب باطن کی صحبت اس کے لئے ضروری ہے۔ تاکہ نظریات وتصورات وعقاید واعمال میں حدود اللہ سے تجاوز یا قصور نہ ہونے پائے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ''اتقو اللہ'' کا حکم دینے کے بعد ہی'' **کونو ا مع الصادقین**'' فرمایا ہے۔ پس جس طرح تقویٰ ہر مومن پر فرض ولازم ہے اسی طرح صحبتِ صادقاں بھی فرض ولازم ہے اور اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے بحکم خدائتعالیٰ صحبت صادقاں فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یا یھا الذین اٰمنو ان تطیعو ا فریقا من الذین اوتوا الکتاب یردوکم بعد ایمانکم کافرین اے لوگو جو ایمان لاچکے ہو اگر تم اہل کتاب سے کسی فریق کی اتباع اختیار کروگے تو وہ تمہارے ایمان کے باوجود تم کو کفر کی حالت کی طرف پھیر دیں گے۔ (جزء۴ رکوع۱)

اس سے ظاہر ہے کہ بری صحبت کا اثر مومن کے ایمان کو بھی متاثر کرسکتا ہے اسی لئے کہا جاتا ہیکہ

؎ صحبت طالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا صالح کند
؎ دیں نہ گردو پختہ بے آداب عشق	دیں بگیراز صحبت ارباب عشق
	(اقبالؒ)

اور حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ:۔

با جماعتے موافقت کنید کہ ذکر خدا دراہ خدا آساں شود. ایسی جماعت سے موافقت کرو کہ ذکرِ خدا سے راہ خدا آسان ہوجائے۔

خیر القرون یعنی صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے بعد یہ جماعت فقرائے کرام کی ہے جن کو سلسلۂ صحبت فیض تربیت دست بدست اور سینہ بسینہ حاصل رہتا ہے اُن کی صحبت و تربیت میں رہ کر آداب عشق اور اعمال تقویٰ پر بآسانی کار بند ہوسکتے ہیں۔ اسی لئے مذہب مہدویہ میں بیعت و صحبت کی بہت اہمیت و ضرورت بیان کیگئی ہے۔ صاحب شواہد الولایت نے مرشد کی صحبت میں رہنے والوں کے لئے گیارہ آداب صحبت بیان کئے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ خواہ معمولی کام ہو یا اہم کام ہر حالت میں پیش دستی نہ کرنی چاہیئے۔

۲۔ بلند و تیز آواز سے بات نہ کیجائے۔ جیسے کہ اشتعال جذبات میں کیجاتی ہے۔

۳۔ سخن نرم نہ زیادہ آہستہ نہ زیادہ زوردار یعنی نہایت منکسرانہ و ملتجیانہ گفتگو کیجائے۔

۴۔ حجرہ یا قیام گاہ کے باہر ایسی آواز نہ کرے اور اس طرح نہ پکارے کہ آداب کے خلاف ہو۔

۵۔ حکم نہ کریں کہ فلاں کام کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

۶۔ بار بار سوالات نہ کرے۔

۷۔ ایمان کی محبت بڑھائے۔

۸۔ ایمان و احکام ایمان سے رغبت قائم کرے۔

۹۔ کفر سے اور

۱۰۔ برے کاموں سے اور

۱۱۔ نافرمانی سے احتراز کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسی ہی ہدایات فرمائی ہیں۔

یا یھا الذین اٰمنو ا لا تقدمو ا بین یدی اللہ و رسولہٖ و اتقوا اللہ ط ان اللہ سمیع علیم. (الحجرات) اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسولؐ (کی اجازت) سے پہلے تم سبقت نہ کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔

يايها الذين امنوا لا ترفعو ا اصواتكم فوق صوت النبی ولا تجهر و اله بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحيط اعمالكم وانتم لا تشعرون (الحجرات)

اے ایمان والوتم اپنی آواز کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرواور نہ ان سے ایسے کھل کر بات کیا کروجیسے کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں (ورنہ) تمہارے اعمال حبطہ ہوجائیں گےاورتم نہیں جانتے ہو۔

ان الذين سينا دونک وراء الحجرات اكثرهم لا يعقلون (الحجرات)

جولوگ تجھکو (نبی صلعم کو) حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے۔

واعلمو ا ان فيكم رسول الله لو يطيعكم فی كثير من الامر لعنتم ولكن الله حبب اليكم الايمان و زينة فی قلوبكم و كره اليكم الكفر و الفسوق والعصيان اولئک هم الراشدون ه فضلاً من الله و نعمة والله عليم حكيم. (الحجرات)

جان لو! تم میں اللہ کے رسول موجود ہیں۔ بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانیں تو تم کو بڑی مضرت ہوگی اورلیکن اللہ نے تم کوایمان کی محبت دی ہے۔ اورتمہارے دلوں میں اسکی رغبت پیدا کردی ہے۔اورتم کو کفر بدکاریوں اور نا فرمانیوں سے نفرت دیدی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے فضل اوراس کی نعمت سے بھلائی پانے والے ہیں۔اوراللہ جاننے والاحکمت والا ہے۔

توضیح روایات دربیان ہجرت:

آیات واحادیث میں ہجرت کی جوتوضیحات ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دین کی حفاظت کی خاطر ملک کفار یعنی دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف چلے جانے سے یہ حکم مخصوص نہیں ہے بلکہ جہاں کہیں احکام دین پر عمل ۔اوردین کی حفاظت اوراس کا اظہار متعذر ہوتو اس صورت میں بھی اپنے وطن کو چھوڑ دینا ہجرت کے حکم میں داخل ہے چنانچہ حدیث شریف ہے۔

من فر بدينه من ارض الیٰ ارض وان كان شبرااستوجب له الجنة و كان رفيق ابيه ابراهيم و نبيه محمد (تفسير بيضادی)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر کسی سرزمین سے دوسرے حصہٗ زمین کی طرف راہ اختیار کی اگرچہ کی ایک بالشت ہی (فاصلہ) ہووہ جنت کا مستحق ہوگا اوراپنے باپ ابراہیمؑ اوراپنے نبی محمدؐ کا رفیق رہیگا۔ (کیونکہ ان دونوں نے بھی ہجرت کی تھی)

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی — رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی
ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی — دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے (اقبالؔ)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں عمومیت کا مفہوم رکھنے والی آیات بھی ہیں مثلاً:۔

ان الذین اٰمنو ا ھاجرو ا واخرجو من دیارھم واوذو فی سبیلی الآیة — بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میرے (یعنی اللہ کے) راستہ میں ستائے گئے۔

للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا من دیارھم و اموالھم آلایة — ان فقرائے مہاجرین کیلئے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے اموال سے محروم کئے گئے۔

ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ مومنین پر قیامت تک ایسی صورتیں پیش آتی رہیں گی اور ہجرت واخراج کا حکم عاید ہوتا رہیگا اور یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ ازخود وطن چھوڑ دینے کو ''ہجرت'' کہتے ہیں اور جبراً نکالے جانے کو ''اخراج''۔

لیکن مولف ہدیہ مہدویہ نے ہجرت کے حکم کو صرف دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف جانے سے مخصوص کر دیا ہے۔ اور تعلیماتِ امامنا علیہ السلام میں ہجرت کی جو اہمیت پائی جاتی ہے اس پر بھی بہت سے اعتراض کئے ہیں۔اس کے تفصیلی جوابات ''سبل السویٰ'' اور ''کحل الجواہر جلد اول مطبوعہ'' میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔اصل یہ ہیکہ جب تعصب کو دین سے تعلق نہیں ہوتا ہے تو فکر ونظر پر نفسانی جذبات چھا جاتے ہیں جسکی وجہ حقایق تک رسائی ناممکن ہو جاتی ہے۔

تاریخ اسلام کا جاننے والا ہر شخص تسلیم کریگا کہ سب سے پہلے بعض صحابہؓ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ملک حبش کیطرف ہجرت کی تھی حالانکہ اس وقت وہ دارالاسلام نہ تھا۔اور خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف جس وقت ہجرت فرمائی وہ دارالاسلام نہ تھا۔اسی طرح ابتداء اسلام سے آجتک جن لوگوں نے جن دینی اسباب کی بنا پر ہجرت کی کیا اس پر ہجرت کا اطلاق صحیح نہوگا؟ حالانکہ کتب احادیث وسیر وتواریخ میں ہجرت کا اطلاق پایا جاتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حدیث شریف میں ''لاھجرۃ بعد الفتح'' آیا ہے یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں ہے اس لئے ہجرت کا حکم منقطع ہو چکا۔تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ حکم ہجرت بمدینہ منورہ سے مخصوص ہے اور فی الواقع فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کے اسباب باقی نہیں رہے تھے۔چنانچہ تفسیر لباب التاویل میں لکھا ہے کہ:۔

قال الحسن الھجرة غیر منقطعة و یجاب من ھٰذا بان المراد منه الھجرة المخصوصة من مکة الی المدینة فاما من کان من المومنین فی بلدیخاف علی اظھار دینه من کثرة الکفار وجب علیه ان یھاجر الٰی بلدلا یخاف فیه علی اظھار دینه. — حسن نے کہا کہ ہجرت غیر منقطع ہے اور اس (لا ھجرۃ بعد الفتح) کا جواب یہ ہیکہ اس (ممانعت) سے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنا مخصوص ہے۔لیکن ہر وہ مومن جو کسی ایسے شہر میں ہو جہاں کثرت کفار کی وجہ اظہار دین خوفناک ہو تو اس کے لئے ایسے شہر کی طرف ہجرت کر جانا واجب ہے جہاں اظہار دین کی صورت میں خوف نہو۔

ممانعت ہجرت کا حکم فتح مکہ کے بعد ہجرت بمدینہ منورہ سے مخصوص ہونے اور عام مومنین کے لئے دینی اسباب و اغراض کے تحت ہجرت کا حکم باقی رہنے کے ثبوت میں کتب تفاسیر وشروح احادیث وتصنیفات اکابر علمائے اہل سنت کے اتنے کثیر اقوال ہیں کہ جن کو درج کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔

قصہ گویانِ حق زما پوشیدہ اند — معنی ہجرت غلط فہمیدہ اند
ہجرت آئین حیات مسلم است — ایں زاسباب ثبات مسلم است
(اقبالؔ)

اولیائے کرام کے حالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تزکیۂ نفس یا صحبت کاملین سے استفادہ یا اشاعت دین کی غرض سے اپنے وطن کو چھوڑ کر نکل جانا بھی ہجرت میں داخل ہے۔ جب کہ تعلیم اسلام میں ہجرت کی عمومیت اور اس کی اہمیت موجود ہے تو حضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات میں اس کی اہمیت کا پایا جانا' قابل اعتراض کیسے ہوسکتا ہے؟ حق تو یہ ہے کہ اگر ہجرت کی تعلیم اور اسکی اہمیت نہ پائی جاتی تو یقیناً دعوی مہدیت کی صداقت متاثر ہوجاتی!!!

صاحب تفسیر مدارک نے آیۂ شریفہ فالذین ھاجروا آلایۃ کے تحت لکھا ہے کہ:۔

کانہ قال فالذین عملوا ھذہ الاعمال السنیۃ الفائقۃ وھی المھاجرۃ عن اوطانھم فارین الی اللہ بدینھم الیٰ حیث یامنون علیہ فالھجرۃ کائنۃ فی اٰخر الزمان کما کانت فی اول الاسلام.

گویا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے یہ بلند و برتر اعمال کئے ہیں اور وہ مہاجرت ہے اپنے وطنوں سے یعنی اللہ کیلئے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر ایسے مقام کو بھاگ جانا ہے جہاں ان کو امن حاصل ہو پس آخری زمانے میں ہجرت اسی طرح ہونے والی ہے جس طرح کہ ابتداء اسلام میں ہوئی ہے۔

یہاں آخر زمانہ سے زمانہ مہدی موعودؑ مراد ہے۔ اور جبکہ خود حضرت امامنا علیہ السلام ہجرت فرمارہے ہوں تو ایسی صورت میں آپؑ کی تصدیق سے مشرف ہونے والوں میں جو لوگ آپؑ کی صحبت سے مستفیض ہونے کیلئے آپؑ کے ساتھ ہوگئے ہوں ان کا درجہ ان مصدقین پر فائق ہونا لازم ہے جو اپنے اپنے گھروں میں بلا عذر دینی بیٹھے رہے ہوں۔ روایت ۱۱۱ ملاحظہ ہو کہ:

''حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص صبح میں ہجرت کر کے دائرہ میں آچکا ہو وہ اس شخص کا مرشد ہے جو شام میں آیا ہو کیونکہ سابق' مسبوق کا امام ہوتا ہے۔''

اور روایت ۹۵ ملاحظہ ہو جو حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کی طرف منسوب ہے کہ آپؓ نے اپنے رسالۂ عقیدہ شریفہ میں بیان فرمایا ہے جسے حضرت بندگیمیاں عبدالرشیدؒ نے بھی درج کیا ہے:۔

''میاں سید خوندمیرؓ نے فرمایا اور رسالۂ عقیدہ میں لکھا ہے کہ جس نے مہدیؑ کو قبول کیا اور آپؑ کی صحبت سے باز رہا

اس کی نسبت حضرت مہدی علیہ السلام نے اس آیت " **لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر الایة** (جزء۵ رکوع ۱۰)

(یعنی مومنین سے جو غیر اولی الضرر قاعدین ہیں وہ برابر نہیں ہیں مومنین اولی الضرر کے) کی رو سے منافقی کا حکم بیان فرمایا ہے اس آیت کا حاصل معنی یہ ہے کہ "مجاہدین" اولی الضرر پر ایک مرتبہ کی فضیلت رکھتے ہیں اور غیر اولی الضرر پر کئی مراتب کی فضیلت رکھتے ہیں۔ پس ان لوگوں کو درجات کے بجائے خسارات ہوں گے اور مغفرت کے بجائے عذاب ہوگا اور قاعدین غیر اولی الضرر کا جو حکم ہے ظاہر ہے۔"

اس روایت میں جس آیت پر سے استدلال کیا گیا اس کے متعلق مولف ہدیہ مہدویہ نے اعتراض کیا ہے کہ اس سے مہدیؑ اور ان کے صحابیؓ سید خوندمیرؓ کی قرآن فہمی معلوم ہوتی ہے کیوں کہ اس آیت میں جہاد سے متعلق ذکر ہے (ملخص بہ ہدیہ مہدویہ)

قرآن فہمی تو بہت بڑی بات ہے خود مولف ہدیہ اس روایت کی عبارت فہمی سے قاصر نظر آرہے ہیں کیونکہ اس میں آیہ شریفہ کے بعد ہی یہ الفاظ ہیں!!

حاصل معنی آنست کہ مجاہداں براولی الضرر بیک مرتبہ فاضل اند الخ یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مجاہدین اولی الضرر پر ایک مرتبہ سے فاضل ہیں الخ (روایت ۱۱۱)

اس سے ظاہر ہے کہ آیۂ شریفہ مجاہدین سے متعلق ہونا خود روایت میں توضیحاً مذکور ہے۔ البتہ اس روایت میں جو نکتہ بنائے استدلال ہے اس کو "مولف ہدیہ" کا ذہن اخذ نہ کرسکا معترضانہ جذبات کے تلاطم میں غرق رہا ہے۔

علمائے اسلام پر یہ امر مخفی نہیں کہ جہاد بالسیف کو جہاد اصغر اور جہاد بالنفس والشیطان کو جہاد اکبر تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس کا ثبوت خود اسی آیۂ مذکور الصدر کے مضمون میں موجود ہے۔ چنانچہ صاحب تفسیر بیضاوی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ:۔

وقیل المجاهدون الاولون من جاهدالکفار والآخرون من جاهد نفسه و علیه قوله صلعم رجعنا من الجهاد الاصغر الیٰ جهاد الاکبر.	اور کہا گیا ہے کہ (آیۂ مذکورہ میں) پہلے مجاہدین کفار سے جہاد کرنے والے ہیں اور دوسرے مجاہدین وہ ہیں جو اپنے نفس سے جہاد کرتے ہیں اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان دلیل ہے کہ (آپؐ نے فرمایا) ہم نے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا ہے۔

جہاد اکبر میں ہجرت بھی داخل ہے جب کہ اغراض واسباب دینیہ کے تحت ترک وطن ضروری ہو تو اس کو چھوڑ دینا' جہاد اکبر کے لوازم خارج ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وطن کی محبت "الہ" بن کر حائل ہوتی محسوس ہو تو عشق ومحبت الہیہ اور اقرار لا الہ

الا اللہ کا لازمہ ہے کہ اس ''الہٰ'' کو ترک کر دیا جائے۔ اسی لئے اس روایت میں آیۂ مذکورہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

جنگ مومن چسیت ؟ہجرت سوے دوست ترک عالم اختیار کوے دوست
(اقبالؔ)

جہاد اکبر میں ہجرت کا جو پہلو شامل ہے اور ہجرت میں (ترک ماسوی اللہ) میں ظاہری و باطنی خصوصیات جو موجود ہوسکتی ہیں، حضرت مہدی علیہ السلام کی تعلیمات میں وہ سب امور داخل ہیں۔ چونکہ آیۂ شریفہ لا یستوی القاعدون الخ کے پورے مضمون میں جہاد اکبر کی خصوصیت بھی موجود ہے جس کو مفسرین نے بھی تسلیم کیا ہے اسی نکتہ کی بناء پر روایت مذکور الصدر میں اس آیت سے استدلال کیا گیا جو بالکل صحیح ہے۔ اس نازک تفہیم کو قرآن فہمی کے خلاف کہنا خود معترض کے مقام علم کا مظہر ہے۔

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر
(بھرتری ہری)

آیت زیر بحث کے بعد یہ آیت بیان ہوتی ہے:۔

ان الذین توفیھم الملئکة ظالمی انفسھم قالو افیما کنتم قالو کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض الله واسعة فتھاجروافیھا فاولئک ماوٰیھم جھنم و ساء ت مصیرا (نساء)

ملائکہ نے جن لوگوں کو (اس حالت میں) جانیں قبض کیں کہ وہ (کافروں میں پڑے رہکر) اپنی ذاتوں پر ظلم کر رہے ہیں انھیں (ملائک نے) کہا تم کس حالت میں تھے وہ کہیں گے ہم بے بس (مجبور و کمزور) تھے (ملائکہ) کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں کسی طرف ہجرت کر جاتے یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔

یہ آیت منافقین کے بارے میں ہے جس میں ترک ہجرت کی سزا دوزخ قرار دیگئی ہے۔ اس نے ہجرت اختیار کرنا ازروئے اصول، فرض ہوا۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے ہجرت کو بحکم خدا فرض فرمایا ہے۔ جسمیں ظاہری و باطنی دونوں خصوصیات شامل ہیں۔ اگر ترک مقام کے اسباب لاحق ہوں تو ترک مقام کیا جائے ورنہ ترکِ دنیا جو ترک شرک خفی و ترک خودی ہے یہ بھی سفر باطنی کا حکم رکھتی ہے جو ایک حیثیت سے باطنی ہجرت میں داخل ہے۔ اسی طرح مرشد کی صحبت سے مستفیض ہونے کے لئے گھر چھوڑ کر مرشد کی خدمت میں جا کر رہجانا بھی ہجرت میں داخل ہے۔ حضرت بندگی سید محمود سیدنجی خاتم المرشدینؒ نے جو فرمایا:۔ ''ہر جا کہ امن و آرام بیابید دائرہ بستہ بمانید''۔ (یعنی جہاں کہ اتباع دین میں امن و آرام پاؤ وہاں دائرہ بندی کر کے سکونت اختیار کرو۔) حضرت کا یہ حکم، احکام رخصت میں داخل ہے۔

امامنا علیہ السلام کی تعلیمات میں ہجرت ظاہری کے احکام کے سوائے ہجرت باطن کی تعلیم بھی پائی جاتی ہے اور یہ جہاد

اکبر کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔روایت ۲۶۸ ملاحظہ ہو کہ:۔اس میں سفر باطنی کا جو ذکر ہے اس سے باطنی ہجرت سے مراد ہے جو ترک خودی اور ترک ماسوی اللہ سے متعلق ہے اس کے بغیر اطلاقیت حاصل نہیں ہو سکتی جو دیدار الٰہی کی ضروری شرط ہے۔

قرآن مجید میں ’’لن ترانی‘‘ کا جو واقعہ ہے وہ بھی اس بات کا شاہد ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ’’لن ترانی‘‘ (تو مجھے دیکھ نہ سکیگا) جواب جو ملا اس کی یہی وجہ ہے کہ آپ ؑ کا سوال دوئی و غیریت کی خصوصیات کا حامل تھا کہ ’’ربی ارنی انظر الیک‘‘ (اے میرے رب) تو مجھے نظر آ تا کہ میں تجھکو دیکھ لوں) اس سوال میں اصول تنزیہ باری تعالیٰ سے مغائر وہی امور موجود ہیں جن کی بنأ پر معتزلہ وغیرہ نے دیدار الٰہی کے جواز سے انکار کیا اور اسئی لئے اللہ تعالیٰ نے اس سوال کو رد فرمادیا کیونکہ دیدار الٰہی کو ان شرائط رویت سے کوئی نسبت ہی نہیں جو مادی اجسام سے تعلق رکھتے ہوں طلب دیدار خدا کی توضیح میں ہم نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے ملاحظہ ہو صفحہ (۶۸ تا صفحہ ۸۱)

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی اس سوال میں ذاتی طور پر غلطی سرزد نہیں ہوئی بلکہ اس سوال سے مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے وجود و توحید اور اس کی تنزیہی شان سے واقف کرنا مقصود تھا۔اور بتلانا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے لئے وہ اطلاقیت اور وہ نظر عطا ہونے کی ضرورت ہے جس سے اس کا دیدار ممکن ہے اس کے بغیر صرف ان محدود نظروں سے محدود حیثیت میں اس کو دیکھنا محال اسی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ستارے ٔ چاند و سورج کے زوال پذیر ہونے پر تمثیلی استدلال کے طور پر خدائے تعالیٰ کی خصوصیات سمجھائی تھیں ورنہ فی الحقیقت چاند و سورج کو خدا تصور کر لینا شان نبوت و خلافت کے سراسر منافی ہے۔اور جیسا کہ ہم نے آیت شریفہ ’’ **افمن کان علی بینة من ربه** ‘‘ کے تحت بتلادیا ہے کہ بغیر ولایت کے نبوت حاصل نہیں ہو سکتی اس سے معلوم ہوا کہ ہر نبیؑ و رسولؐ کو فیض ولایت حاصل رہتا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ معرفتِ وجود و توحید کے مقام میں اس کا مرتبہ بحیثیت معصول عن الخطا بہت بلند ہوتا ہے جس کا مرتبۂ معرفت اس قدر ارفع و اعلیٰ ہو وہ غیر اللہ کو ’’الہٰ‘‘ کسی لمحہ بھی قرار نہیں دے سکتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سوال اور اس کا جواب اور اس کے بعد کے واقعات یہ سب اللہ تعالیٰ کی تنزیہی شان کی طرف رہبری کرتے ہیں اس کے برخلاف نعوذ باللہ حضرات کے ذاتی نقص و عدم صلاحیت دیدار یا آپؑ کے سوال میں آپؑ کی ذاتی غلطی یا اس سوال و جواب سے نفس مسئلہ دیدار الٰہی کی نفی پر استدلال کرنا اصول اسلام انبیاء علیہ السلام کے بالکل مغائر ہے۔

غرض سفر باطنی یا ہجرت باطنی کا منتہا فنا و دیدار سے مشرف ہونا ہے۔

توضیح روایات (۱۰۶,۱۰۷) :

حضرت بندگیمیاں نظامؒ نے ایک بار ایسے فقیر کا ترکہ جو دائرے میں رہنے والے تھے ان کے ایسے ورثاء کو دیا جو بیرون دائرہ رہتے تھے میاں سید خوندمیرؓ نے یہ سنکر فرمایا کہ اچھا نہ ہوا کیوں کہ یہ تو

دائرے کے فقیروں کا حق ہے قاعدین' میراث اس وقت لے سکتے ہیں جبکہ ہجرت کر کے دائرے میں آجائیں الخ (روایت ۱۰۷) بمقام ناگور میاں نعمتؓ (صحابی مہدی علیہ السلام) کے دائرہ میں ایک فقیر کا انتقال ہو گیا پچاس فیروزی انھوں نے ترکہ چھوڑا مقام وہولحیہ میں ان کے ورثا موجود تھے لیکن میاں نعمتؓ نے حکم دیا کہ فقرائے دائرہ پر تقسیم کر دیا جائے اور آپؓ نے یہ آیت شریفہ سنائی۔ ان الذین اٰمنو ا و ھاجروا وجاھدوا الایۃ (روایت ۱۰۶)

ان روایات پر سے بعضے لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مہدویوں کے پاس آیات مواریث کے مطابق متروکہ ورثائے شرعی پر تقسیم نہیں کیا جاتا۔ یہ خیال محدود معلومات کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ مذہب مہدویہ میں حسب دعوے اتباع کتاب اللہ وسنت رسول اللہ متروکہ کی تقسیم میں بھی احکام شریعت کی پوری پوری پابندی کی جاتی ہے۔

مذکورالصدر واقعات صرف فقرائے مہاجرین سے مخصوص ہیں اور اس عمل کی سند قرآن مجید میں صاف وصریح طور پر موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ان الذین اٰمنو ا و ھاجروا وجاھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ وفاٰووا وانصروا اولئک	جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اپنے اور اپنی جانوں سے فی سبیل اللہ جہاد کیا اور جن لوگوں نے پناہ دی اور انکی مدد کی وہی آپس میں ایک دوسرے
بعضھم اولیاء بعض ط والذین اٰمنوا ولم یھاجروا مالکم من ولایتھم من شئی حتی یھاجروا ط (	کے ولی ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت نہیں کی تو تم کو ان کی ولایت کا کچھ حصہ نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں۔

اس آیت کے تحت تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے کہ:۔

قال ابن عباس فی المیراث کانوا یتوارثون بالھجدۃ فکان المھاجرون والانصار یتوارثون دون اقربائھم و ذوی ارحامھم و کان من اٰمن ولم یھاجر لا یرث من قرھیہ المھاجر	ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ حکم میراث کے متعلق ہے مہاجرین وانصار ہجرت کے لحاظ سے باہم وارث ہوتے اور ان کے قرابتدار وذی رحم وارث نہیں ہوتے تھے اور جو شخص ایمان لایا اور اس نے ہجرت نہ کی ہو تو وہ اپنے مہاجر قرابتدار کا وارث نہوتا تھا۔

آئیۃ شریفہ اور اس کی تفسیر سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''ہجرت'' کو مومنین کی صفات میں شمار کیا ہے اور مہاجرین کو باہم وارث میراث بتلایا ہے اور جو لوگ ایمان لائے لیکن انھوں نے ہجرت نہیں کی تو ان کو مہاجر قرابتدار کے ترکہ سے محروم قرار دیا ہے۔

جو علما ہجرت کے حکم کو صرف ہجرت بمدینہ منورہ سے مخصوص سمجھتے ہیں وہ اس آیت کا حکم بھی اسی وقت سے متعلق قرار

دیتے ہیں اوراس آیت کودوسری آیۂ شریفہ الولوالارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ سے منسوخ ہونے پراستدلال کرتے ہیں۔ہم نے اس سے قبل " لا ھجرة بعد الفتح " حدیث شریف کے تحت واضح کردیا ہے کہ یہ حکم فتح مکہ سے مدینہ منورہ کوہجرت نہ کرنے سے متعلق ہے لیکن ہجرت کا عام حکم جودار بالحرب سے دارالاسلام کو یا جہاں احکام دین کی تعمیل اوراظہاردین خوفناک ہووہاں سے پرامن مقام کو منتقل ہوجانے سے متعلق ہے قیامت تک باقی رہیگا۔

میراث مہاجرین کی آیت کو اگر بعض لوگ منسوخ سمجھتے ہوں تو یہ ان کا اپنا ذاتی معاملہ ہے اس لئے ہم یہاں ناسخ و منسوخ کے اختلافی نکتہ نظر کی تفصیل وتنقید کوموجب طوالت سمجھتے ہوے صرف مہدویوں کا نظریہ پیش کردینے پر اکتفا کرتے ہیں۔اس باب میں مہدویوں کا اعتقاد وحسب فرمان مہدی موعودعلیہ السلام یہی ہے کہ قرآن مجید محکم اورناسخ ادیانِ ماضیہ ہے۔اس کا کوئی جز من کل الوجوہ۔منسوخ نہیں ہوسکتا اس لئے ہمارے پاس قرآن مجید کا ہرحکم اپنے موقع ومورد کی خصوصیات کے لحاظ سے جب کبھی ضرورت ہو قیامت تک ممکن العمل تسلیم کیا جاتا ہے۔اسی لئے میراث مہاجرین سے متعلقہ آیۂ مذکورۃ الصدر پرعمل کی نظیر روایات زیربحث میں پائی جارہی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مہاجر کا ترکہ مہاجرین میں جوتقسیم کیا گیا یہ آیۂ شریفہ کے حکم اولئک بعضطم اولیاء بعض کے مطابق ہے اور غیرمہاجرین کو جونہیں دیا گیا وہ اسی آیت کے حکم ما لکم من ولایتھم من شئی کے تحت عمل ہوا۔

اوراسی اصول کی بناء پرصاحب دائرہ کی میراث کا متولی اس کا جانشین ہی قراردیا جاتا ہے بمصداق فرمان حضرت مہدی علیہ السلام کا ''میراث سوختگان بہ سوختگاں می رسد''

غرض روایت ۱۰۶،۱۰۷ میں تقسیم میراث مہاجرین کا جوواقعہ ہے ان فقرائے مہاجرین سے مخصوص ہے جنھوں نے اپنے گھر وقرابتدار ومعاملات دنیاوی سے منقطع ہوکرفقرائے دائرہ سے اپنی زندگی وابستہ کرلی تھی۔اور یہ واقعہ احکام قرانی سے مطابقت بھی رکھتا ہے لیکن اس سے یہ الزام عاید کرنا قطعاً غلط ہیکہ مہدوی احکام مواریث کے پابندنہیں ہوتے۔

احکام اسلام میں میراث مہاجرین کی جوآیت ہے اس کے سوائے صدقہ۔ہبہ۔وقف وغیرہ اور بھی صورتیں ہیں جنمیں شرعی ورثاء کوترکہ کا مستحق نہیں قراردیا جاتا۔مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باغ فدک کا مشہورواقعہ ہے کہ آپؐ کے وصال کے بعدآپؐ کی دختر حضرت بی بی فاطمہؓ اوردیگرورثہ کودینے سے حضرت ابوبکرصدیقؓ نے اس بناء پرانکارکردیا کہ آنحضرتؐ نے فرمادیا تھا کہ ''ما ترکناہ صدقۃ'' (ہم نے جوکچھ ترکہ چھوڑا ہے وہ سب صدقہ ہے)اس مسئلہ میں شیعہ اوراہل سنت کا سخت اختلاف ہے۔اہل سنت اس عمل کوبحثیت ''صدقہ'' ہونے کے درست قراردیتے ہیں۔اوراس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ورثہ شرعی کوحضرت ابوبکرصدیقؓ نے محروم کردیا اوراحکام قرآنی کے خلاف عمل کیا یا یہ کہ آپؐ احکام مواریث کے نعوذ باللہ قائل وپابند یہ تھے۔

مسئلہ زیربحث کی بھی یہی صورت ہے تارک الدنیا فقرائے مہاجرین جوکچھ چھوڑ جاتے تھے بحثیت ذاتی مِلک کے

نہیں بلکہ ان کی ذات ان کا مال واسباب سب کچھ اللہ فی اللہ ہوتا تھا اس نے ان کے متروکہ کے بارے میں حسب سند کتاب اللہ وسنت رسول اللہ عمل کیا گیا۔اس خاص صورت کے سوائے عام مہدویوں کے لئے ترکہ کی تقسیم میں ان سب احکام کی پابندی لازم ہوتی ہے جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں اور جنکی تفصیلات فقہ کے متخرجہ مسائل میں پائی جاتی ہیں۔ اوراس بارے میں حسب احکام شریعت جوفتویٰ ہوتا ہے وہی معمولی اور واجب التعمیل ہوتا اوراسی لحاظ سے ترکہ کی تقسیم عمل میں آتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ ہجرت سے متعلق ہم نے جن مسائل کو واضح کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ خواہ ہجرت ظاہری ہو یا باطنی ہرصورت میں کتاب وسنت کے خلاف کوئی حیثیت مذہب مہدویہ میں موجود نہیں ہے۔

توضیح روایات دربیان علم خواندن :

سعدی بشوے لوح دل از نقش غیراد | علمے کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

(حضرت سعدیؒ)

ایسی روایات جنمیں یہ مذکور ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے علم پڑھنے سے منع فرمادیا ہے انکا مطلب واضح ہوجانا ضروری ہے تا کہ ان روایات کی نوعیت معین ہوجائے اور معلوم ہو کہ فی الحقیقت حضرتؑ نے مطلقاً تحصیل علم سے منع فرمایا ہے یا نہیں منع علم سے متعلق جوروایات زیرنظر کتاب میں موجود ہیں ان کے نشانات شار یہ ہیں ۱۵۸ ,۱۵۹ ,۱۶۶ , ۱۶۷ , ۱۶۸ , ۱۶۹ , ۱۷۲ اس کے علاوہ نقلیات کی دوسری کتابوں میں بھی اسی مضمون کے مماثل روایات پائی جاتی ہیں وہ تمام روایات جنمیں منع علم کا مضمون پایا جارہا ہوان کی تحقیق اسی اصول پر کیجانی چاہئیے جوخود حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اگر آں نقل موافق کلام حق تعالیٰ است آں نقل درست واز من است الخ''، یا ممکن ہوتو آپؑ ہی کے دوسرے فرامین کی مدد سے تطبیق کیجائے قرآن مجید میں علماء کی شان میں یہ آیات ہیں:۔

۱. یرفع اللہ الذین اٰمنو امنکم والذین اوتو العلم درجات واللہ بما تعملون خبیرہ ط (مجادلہ)	تم میں سے جولوگ ایمان لائے ہیں (اور ایمان والوں میں) جو لوگ علم دیئے گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے درجہ بلند کردیگا اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ ان سب کی خبر جاننے والا ہے۔
۲. بل ھواٰیات بینات فی صدور الذی اوتو العلم (عنکبوت)	بلکہ وہ آیات (قرآن) روشن ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جوصاحب علم ہیں۔
۳. قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین اوتوالعلم (عنکبوت)	کیا وہ جوعلم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جوعلم نہیں رکھتے دونوں برابر ہوجائیں گے؟
۴. انما یخشی اللہ من عبادہٖ العلمٰؤا (فاطر)	بیشک اللہ کے بندوں میں اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو (اللہ کو) جاننے والے ہیں۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''علم'' اور ''عالم'' کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔اور دین سے علما کو متعلق کر کے دکھایا گیا ہے۔اسی طرح اس باب میں احادیث بھی موجود ہیں۔مثلاً

۱۔ **العلم فریضه علی کل مسلم و مسلمة** علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

۲۔ **انا مدینة العلم وعلی بابها.** میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کے دروزہ ہیں۔

۳۔ **فضل العالم علی العابد کفضل القمر لیلة البدر علی سایر الکواکب (ابو داؤد. ترمذی. ابن ماجه)** عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسی کہ تمام ستاروں پر چودھویں رات کے چاندکی۔

۴۔ **فضل العالم علی العابد کفضلی علی ادنی رجل من اصحابی** (ترمذی نے ابویمامہ سے روایت کی اور جس نے صحیح کہا ہے) عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسی کہ مجھکو میرے ادنیٰ درجہ کے کسی صحابی پر ہے۔

۵۔ **العلما ورثة الانبیاء** علماً انبیا کے وارث ہیں۔

مذکورہ آیات واحادیث کے مضمون سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ''منع علم'' کی روایات جو حضرت مہدی علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں آیات واحادیث کے موافق نہیں ہیں۔حالانکہ ضرورت علم سے متعلق روایات بھی موجود ہیں مثلاً روایات ۲۱، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۹، ۲۷۸، ۲۳۶ ہم یہاں اس مسئلہ پر بغرض تطبیق تحقیقی نظر ڈالتے ہیں۔

''علم'' کے معنی ہیں صرف ''جاننا'' لکھنا پڑھنا حصولِ علم کے ذرایع ہیں لیکن نفس علم نہیں ہیں جس طرح انسان سونگھ کر بو کے ذریعہ اشیا کا علم حاصل کرلیتا ہے اسی طرح چکھ کر ذایقہ کے ذریعہ اور سنکر آوازوں پر سے بھی معلوم کرلیتا ہے کہ فلاں فلاں ہے۔سب سے زیادہ تفصیلی علم بصارت سے تعلق رکھتا ہے اور حواس ظاہریہ و باطنیہ حصول علم کے جیسے معاون و مددگار ہیں ویسے ہی لکھنا پڑھنا بھی ضروری ذرایع ہیں۔

صناع 'صنعت گری میں حسب موقع ومحل بلحاظ ضروریات جس طرح مختلف النوع ومختلف الوضع آلات کا استعمال کرتا ہے۔اسی طرح ایک انسان دوسرے انسان کے مافی الضمیر کو سمجھنے کے لئے بھی آلات کے طور پر حواس ظاہریہ و باطنیہ کے ذریعہ سمجھتا اور سمجھاتا ہے۔اس کے علاوہ خاص خاص آوازیں اور خاص خاص لکیریں بھی اس نے وضع کرلی ہیں۔جن کے ذریعہ وہ اپنے دل کے احساسات وتجربات ومشاہدات کو بآسانی ظاہر کرسکتا ہے ان آوازوں اور لکیروں کو الفاظ وزبان کہتے ہیں۔دنیا کے مختلف حصوں کے بسنے والے باشندوں نے اپنے اپنے طور پر جیسے جیسے الفاظ ولکیر وضع کر لیے ہیں ان آوازوں اور لکیروں کو الفاظ وزبان کہتے ہیں۔اوران میں وہی مستعمل اور اظہار مافی الضمیر کا ذریعہ قرار پاگئے۔اسی کا نتیجہ ہے جو آج دنیا میں کئی قسم کی زبانیں پائی جارہی ہیں۔

جب تک کوئی انسان کسی زبان کے استعمال کے طریقوں سے واقف نہو اس زبان میں اپنا مطلب نہیں ادا کرسکتا۔اور نہ دوسرے کا مطلب خود جان سکتا ہے۔ایک مجبور محض بنکر رہ جاتا ہے۔اس لئے دنیا کے ہر حصہ میں بلالحاظ خصوصیت زبان''

الفاظ'' کے علم و استعمال کو'' جزولانیفک'' کی حیثیت دیدی گئی۔ گفتگو تقریر و تحریر ضروریات زندگی کے اہم لوازم قرار پاچکے۔

اس کے باوجود ایسی نظیریں بھی موجود ہیں کہ ایک شخص تحریر سے بالکل واقف نہو۔ لیکن کتابی معلومات میں بہت کچھ مہارت رکھتا ہے۔ یہ مہارت اس کو کیسے حاصل ہوگئی جب علم دین لکھنا پڑھنا نہیں جانتا! ماننا پڑیگا کہ اس نے ایسے آدمیوں کی صحبت اختیار کی ہوگی جو کتابی علوم سے واقف تھے۔ ان کے معلومات سنتے سنتے یہ بھی ایک عالم کی طرح اظہار معلومات میں اسی حدتک حصہ لینے کے قابل ہوگیا جس حدتک کہ وہ جان چکا۔

فرض عین
فرض کفایہ

ہم نے جو کہا کہ '' لکھنا پڑھنا نفس علم نہیں ہیں اس کا یہی مطلب ہے۔ کیوں کہ اس کے بغیر بھی انسان معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ کئی علما ایسے گزرے ہیں اور بعض سرحدی وافغانی علما کو خود ہم نے بھی دیکھا ہے جو منطق۔ فقہ۔ وغیرہ علوم کے ایک فنی جیّد عالم ہونے کے باوجود لکھ نہ سکتے تھے۔ کیوں کہ انھوں نے لکھنے کی کوشش ہی نہ کی۔ اسی طرح دائرے کے امی مہدوی، بمصداق فرمان حضرت مہدی علیہ السلام غیر مہدوی عالم پر غالب جو آجاتے تھے اس کی بھی یہی وجہ تھی۔ کیوں کہ دائرہ بندی کے فیوض و برکات انھیں حاصل تھے۔ گویا ان کی یہ شیرازہ بندی تھی۔ روزانہ بیان قرآن سے رموز وحقایق عموماً سنا کرتے تھے جس کی وجہ ان کے قلوب، نور ایمان سے متجلی ہوتے اور ان کے دماغوں میں بیان قرآن کے نقوش ثبت ہوا کرتے تھے۔ تواریخ اغیار میں بھی اس کا ثبوت موجود ہے چنانچہ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے۔

علوم مکاشفہ
علوم معاملہ
علوم شرعیہ
علوم غیر شرعیہ

جمعے را ازیں سلسلہ ملازمت کردہ ام و اخلاق رضیہ و اوصاف مرضیہ ایشاں را در فقر و فنا بمرتبۂ عالی دیدہ و بیان قرآن و اشارات و وقایق و معارف لطائف بے کسب علوم رسمی چناں شنیدہ ام کہ اگر خواہند مجملے ازا نہادر قید کتابت آر تذکرۂ اولیائے دیگر باید نوشت (نجات الرشید قلمی تصوف فارسی نمبر ۱۵۶۴) کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن)

اس سلسلہ (یعنی سلسلہ مہدویہ) کے بہت سے لوگوں کیخدمت میں رہا ہوں اُن کے پسندیدہ اخلاق اور پسندیدہ اوصاف کو فقر و فنا میں مرتبۂ عالی پر پایا اگرچہ انھوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا لیکن قرآن کا بیان اور اشارات و حقائق کی باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات میں نے اس قدر سنے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید تحریر میں لانا چاہیں تو ایک اور تذکرۃ الاولیا لکھنا ہوگا۔

حاصل کلام یہ کہ علم کے معنی ہیں صرف جاننا خواہ لکھنے پڑھنے کے ذریعہ جانے یا جاننے والوں کی صحبت میں رہکر بغیر لکھے پڑھے جانے لیکن لکھنا پڑھنا علم کے اہم اور ضروری ذرایع ہیں۔

نفس علم کی اس مختصر توضیح کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں کس علم کے جاننے والوں کی خصوصیت وفضیلت بیان ہوئی ہے قرآن مجید علوم وآئین کا سمندر ہے جس میں قیامت تک ہونے والی انسانی دنیا کے لئے ہر دور میں پیش آنے والی ضروریات کو پورا کرنے والے مسائل بیان کردیئے گئے ہیں جس کی گواہی ''اتممت علیکم نعمتی و رضیت

لکم الاسلام دینا‘‘ ۔ (میں نے تم پر نعمت پوری کردی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے) کے الفاظ دے رہے ہیں اُن سارے علوم و آئین قرآنیہ کو کلی حیثیت سے بہ یک لفظ ’’علم دین‘‘ کہا جا سکتا ہے اسلامی نقطہ نظر سے اسی علم کی اہمیت ہے اسی علم کے جاننے والوں کو فضیلت ہے صوفیہ و محققین نے ’’علم دین‘‘ کی تقسیم اس طرح کی ہے۔

ا۔ ’’علم مکاشفہ‘‘ سے مراد قرآن مجید کا وہ علم ہے جس کے ذریعہ طالب حق مطلوب کو پہنچ سکتا ہے اور وہ یقین ہے جو اس نور کی وجہ قائم ہوتا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ بندہ کے دل میں ڈالدیتا ہے جس کی وجہ وجود باری تعالیٰ کا عرفان و ایقان علم الیقین ’’عین الیقین‘‘ سے بڑھکر ’’حق الیقین‘‘ کی منزل کو پہنچ جائے۔ غرض فنا و بقا کے لاہوتی منازل تک پہنچنے کے لئے جس علم کی ضرورت ہوتی ہے اس کو علم مکاشفہ کہتے ہیں۔

۲۔ ’’علوم معاملہ‘‘ سے مراد قرآن مجید کا وہ علم ہے جس کے ذریعہ مومن اپنے قلوب پر نظر رکھتا ہے کہ ترک ترک ماسوی اللہ‘‘ کی کس حد تک پابندی ہو رہی ہے۔ جھوٹ‘ غیبت‘ ناجائز امور کی رغبت کس طرح دل میں جگہ نہ پاسکیگی۔ اوامر و نواہی کی پابندی سے متعلق اپنے افعال پر نظر رکھنا تو اور بات ہے یہاں مومن‘ اپنے قلبی ارادوں پر بھی کامل ضبط و قابو پانے کی کوشش کرتا ہے ایسے ہی امور کی تحصیل کو ’علوم معاملہ‘‘ کہتے ہیں اور یہ علوم مکاشفہ کے اہم معاون ہیں۔

۳۔ ’’علوم شرعیہ‘‘ سے مراد قرآن مجید کے وہ علوم ہیں جو عقاید و عبادات و معاملات سے تعلق رکھتے ہیں۔ تفسیر۔ اصول تفسیر۔ حدیث۔ اصول حدیث۔ فقہ۔ اصول فقہ۔ وغیرہ نیز صرف و نحو۔ معانی و بیان وغیرہ ادبی علوم کو بھی علوم شرعیہ میں شمار کیا گیا ہے کیوں کہ یہ خادم علوم شرعیہ ہیں۔ ان علوم سے واقفیت کے بغیر عامۃ الناس کا قرآن مجید کے عربی اعلیٰ انداز کلام کو سمجھنا مشکل ہے۔ نماز‘ روزہ‘ حج‘ زکوٰۃ کی شروط و لوازم اور پیش آنیوالے مختلف مسائل اور بیع و شرا‘ نکاح و طلاق و کالت وغیرہ معاملات جو تدبیر منزل اور عام اجتماعی معاشرتی اقتصادی امور اور سیاست مدن سے متعلقہ تمام مسائل کا علم انھیں مذکورہ علوم شرعیہ کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔

۴۔ ’’علوم غیر شرعیہ‘‘ ایسے علوم ہیں جنکا راست استنباط قرآن مجید سے تو نہیں ہوتا لیکن وہ علوم تدبیر شخص‘ تدبیر منزل‘ منزل اور اجتماعی معاشرتی و اقتصادی امور کے اور سیاست مدینہ کے اہم ممد و معاون ہوتے ہیں۔ جیسے سائینس‘ فلسفۂ ریاضی‘ صنعت و حرفت وغیرہ جن کا جاننا معاشرتی نقطۂ نظر سے ضروری ہو‘ ایسے علوم کو بھی ’’علم دین‘‘ سے متعلق رکھا گیا ہے۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

العلم علمان علم الابدان . علم الادیان علم دو ہیں۔ابدان کا علم۔ادیان کا علم

اس کے علاوہ علوم غیر شرعیہ میں بعض ایسے ہیں جو محض مضرت سے تعلق رکھتے ہیں جیسے کہ جادو کا علم یا اور اسی قبیل کے مضرت رساں علوم کو "علم دین" سے قطعاً تعلق نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت پر ایمان اعتقاد کے بعد اس کی طلب پیدا ہونا فطری لازمہ ہے جس کی توضیح طلب دیدار خدا کی بحث میں کیگئی ہے۔اس بحث میں جن امور کو واضح کیا گیا ہے اس سے مترشح ہو کہ جو وجود و توحید باری تعالیٰ کا علم و ایقان "اصل" ہے اور اس "اصل" کی نسبت کے لحاظ سے اس کی نازل کی ہوی شریعت پر ایمان کیسے لایا جاسکیگا۔ چنانچہ تعلیم اسلام میں اقرار توحید کو مقدم رکھا گیا ہے جو پہلا کلمہ طیبہ کے نام سے مشہور ہے اور فی الحقیقت نبوت و شریعت کی ضرورت اقرار و معرفت توحید ہی کے لئے ہے۔

پس علم توحید کا ایقان جس درجہ ترقی پائیگا اتنا ہی تعلیم شریعت سے استفادہ میں کمال حاصل ہوگا جو نوعیت چراغ اور اسی کی روشنی کی ہے وہی نوعیت علوم مکاشفہ و علوم شرعیہ کی ہے۔توحید پر ایمان و اعتقاد ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہے اس کے طفیل علوم شرعیہ سے خود مستفید ہونا اور دوسروں کو فائدہ پہنچانا ہر ایک کی قوت ایمان اور صلاحیت افادہ پر منحصر ہے۔ یہاں شریعت و طریقت میں تفریق ہونے کے گمان کا کوئی موقع نہیں ہے ہم نے فرایض ولایت کے بیان کے تحت اس امر کی توضیح کردی ہے ملاحظہ ہو صفحہ (۶۷)

اس کے علاوہ "علوم مکاشفہ" و علوم شرعیہ" پر صوفیہ و محققین نے ایک اور نوعیت سے بھی بحث کی ہے مثلاً علوم شرعیہ و غیر شرعیہ کا علم عقل سے تعلق رکھتا ہے اور امور مکاشفہ کا علم "عشق" سے تعلق رکھتا ہے۔اس لحاظ سے جس طرح عشق اور علم میں فرق ہے اسی طرح علوم مکاشفہ و علوم شرعیہ میں بھی فرق ہے۔

عشق کا پہلا لازمہ ایقان تام ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بغیر کسی ریب و تذبذب کے مقلدانہ شان جلوہ گر ہو جاتی ہے۔گویا عشق کا لازمہ تقلید ہے یا عشق کے لئے تقلید لازم! اسی لئے محققین کرام نے تقلید کو عشق کا دوسرا نام قرار دیا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کو دیکھو کہ انھوں نے آنحضرت صلعم کی تقلید میں کس قدر بلیغ احتیاط برتی ہے۔آپ نے خربوزہ اس بنا پر کھانے سے احتراز کیا تھا کہ انھیں معلوم نہ تھا کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پھل کس طرح تناول فرمایا ہے۔

عشق! ازاسماے تقلید ہم ہست   عشق صہباے خیزداز کیفیتہا

کرد خربوزہ خوردن از اجتناب   فرد تقلید در بسطامؒ کامل

گزیں ہجرت حق سوے کن خود ترکِ   دلنشیں حراے اندر کے ان

(اقبال)

چونکہ تقلیدِ احکام شرعیہ کے لئے عشق بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور عشق کا ارتقا علوم مکاشفہ و معاملہ ہی سے ہوسکتا ہے اس لئے صوفیہ و محققین نے ان علوم کو فرض عین قرار دیا۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق عشق نہو تو شرع و دین بتکدہ تصورات

(اقبال)

جو حضرات' خلیفۃ اللہ کی صحبت میں تھے ان کو بڑی سہولت یہ حاصل تھی کہ خلیفۃ اللہ کی ذات سے اپنی اپنی استعداد و صلاحیت کے موافق استفادہ کر سکتے تھے۔اس کے عمل کو دیکھکر اپنا عمل درست کر لیتے ۔اور جن مسائل میں شبہات ہوتے رفع کر لیتے تھے اس طرح بلحاظ تقلید وعلم وعمل' دین کے بلند مراتب پر فائز ہو جاتے تھے۔حتی کہ ان کی نماز معراج المومنین کی حیثیت رکھتی تھی۔

روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام جب خراسان میں تھے۔ایک عالم' خدمت فیض درجت میں حاضر ہوااور عرض کیا کہ آپ کے ساتھی نماز کے احکام نہیں جانتے ہیں۔آپؑ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔ یہ لوگ داڑھیاں لمبی کر چکےاور اتنا نہیں جانتے۔ان سے کہو کہ ایک دوسرے سے سیکھیں۔ پھر چند دن بعد ایک دفعہ اسی عالم نے عرض کیا کہ آپؑ کے ساتھی نماز پڑہنا نہیں جانتے ہیں۔آپؑ نے فرمایا کہ ایسی نماز (جیسی کہ یہ ادا کرتے ہیں) تم ادا تو کرلو(روایت ۱۶۳)انصافنامہ باب دہم میں یہ روایت میاں ملک جیو بن برخوردار سے مروی ہے۔

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ایک یہ کہ حضرتؑ نے شرعی علوم سیکھنے کی ضرورت ظاہر فرمائی اور حکم دیا کہ جو نہ جانتے ہوں ان سے کہو کہ سکھیں ۔ دوسری یہ کہ آپ کی فیض مآب تعلیم و تربیت کے طفیل آپؑ کے متبعین کی عبادات صرف پابند رسمیات ہی نہ تھیں بلکہ معناً اعلیٰ مراتب کے حامل تھیں۔اس لئے اس خراسانی عالم کو حکم دیا کہ تم بھی ایسی ہی نماز ادا کریں جیسی کہ یہ میری صحبت میں رہنے کی وجہ سے ادا کر رہی ہیں۔

استادنا خانِ علامہ نے یہاں اس واقعہ کے ذکر کی ضرورت ظاہر فرمائی کہ ۱۲۴۱ء میں جبکہ کانفرنس مہدویانِ ہند بمقام چن پٹن بصدارت مولوی محمد بہادر خانصاحب (بہادر یار جنگ المشہو ر بہ قائد ملت مرحوم) منعقد ہوئی تھی ایک اجلاس میں یہ فقیر تقریر کر رہا تھا۔اثنائے تقریر میں صدر موصوف نے خواہش ظاہر کی کہ " حضرت امامنا علیہ السلام کی نسبت "ممانعت تحصیل علم" کے احکام جو مشہور ہیں اور جن پر بعض مخالفین نے اعتراض بھی کئے ہیں اس کی حقیقت واضح کی جائے"! احقر نے اس وقت ان خیالات کا اظہار کیا:۔

مہدی موعود خلیفۃ اللہ آفتاب ولایتِ محمدیہ کے فیضان سے جو لوگ مستفید ہو رہے تھے گویا وہ دین اسلام کے اصل مقاصد' عرفان کے منازل طے کر رہے تھے۔عشق کی لَو انمیں پیدا ہو جاتی تھی جو علوم مکاشفہ و معاملہ کی اصل ہے۔اور ذکر خفی کی تلقین سے نور یقین ان میں جلوہ گر ہو جاتا تھا۔طریق عبادات' اہتمامی مسائل اور عام معاملات کے ضروری احکام وقتاً فوقتاً حسب موقع وضرورت معلوم ہوتے جاتے تھے۔اس کی تحصیل کیلئے خاص طور پر منہمک ہو جانے کی ضرورت نہوتی تھی ۔خواہ احکام ظواہر کی تحقیق ہو یا مسائل باطن کی تصحیح' حضرت مہدی موعودؑ کی ذات قدسی صفات سے استفادہ لازم تھا کیوں کہ یہ ایک اہم اور قطعی ذریعہ موجود تھا۔

جس طرح دن میں جبکہ آفتاب عالم تاب ضیا بار ہو گھی اور تیل کے چراغ یا برقی قمقمے روشن کرنا ابلہی کا موجب ہوجاتا ہے اسی طرح آفتاب ولایت محمد یہؑ کے ہوتے ہوئے مفسرین ومحدیثین وفقہا کی تصانیف وتالیفات کی طرف رجوع ہونا غیر ضروری بے محل لا حاصل تھا اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے بتلائے ہوئے مشاغل کو چھوڑ کر من مانے مضامین وکتب کا مطالعہ کرنے سے باز رکھا ہے جن روایات میں کتاب کے مطالعہ اور تحصیل علم کی ممانعت پائی جاتی ہے اس کی علت غائی یہی ہے کیونکہ ام الکتاب (قرآن) کا حاصل جو عشق الٰہی ہے اسی سے اپنے متبعین کو بہرہ منداور احوال و مقامات کے اعلیٰ مدارج سے مستفیض کرنا مقصود تھا۔

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ '' قرآن عشق نامہ است'' (نقلیات میاں سید عالمؒ) اسی لیئے عشق کو ام الکتاب بھی کہتے ہیں جب کہ تعلیم عشق ام الکتاب ہے اور عشق علوم مکاشفہ کے لئے لازم ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے متبعین کو عشق ہی کی تعلیم دی اور اسی کے ارتقا میں منہمک ومشغول رکھا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ حضرتؑ نے علم دین میں جوشق محققین اکابر اہل سنت کے پاس فرض عین مسلم ہے۔اسی کی تعلیم وتربیت بحکم خداتعالیٰ نہایت اہتمام سے فرمائی جس کے ذریعہ فنافی اللہ بقاباللہ کا درجہ حاصل ہوسکتا ہے اماماً نے اسی دولت کے خزانے لُٹانے اور اپنے صحابہ کرامؓ کو اسی میں منہمک رکھا اور یہی آپؑ کے شایان شان تھا اس اہم مقصد کے حصول میں جو کام بھی حائل آسکتا ہو اس مصروفیت سے منع فرمادیا کرتے تھے۔

اس حقیقت کی موجودگی میں یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپؑ نے تحصیل علم سے مطلقاً منع فرمادیا ہے!!! پس ماننا پڑیگا کہ علم دین کے اہم حصے کی تکمیل سے جو فرض عین تسلیم کیا جاتا ہے مستفیض فرمایا جس کے لئے اس سے بہتر قطعی وواجب الایقان و معصوم عن الخطا والنسیان ہستی سے استفادہ کا موقع حاصل ہونا محال تھا۔

علم نے مجھ سے کہا عشق ہے دیوانہ پن
عشق نے مجھ سے کہا علم ہے تخمین و ظن
بندۂ تخمین و ظنِ کرم کتابی نہ بن
عشق سراپا حضور علم سراپا حجاب

عشق کی گرمی سے ہے معرکۂ کائنات
علم مقام صفات ' عشق تماشاے ذات
عشق سکون و صفات عشق حیات و ممات
علم ہے پیدا سوال ' عشق ہے پنہاں جواب

عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقرودیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں
عشق مکان و مکیں ! عشق زمان و زمیں

عشق سراپا یقیں' اور یقیں فتح باب
شرح محبت میں ہے عشرت منزل حرام
شورش طوفاں حلال' لذتِ ساحل حرام
عشق پہ بجلی حلال' عشق پہ حاصل حرام
علم ہے ابن الکتاب' عشق ہے اُمّ الکتاب (اقبال)

اس کے علاوہ مستندروایات سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے علوم شرعیہ کی تحصیل سے بھی منع نہیں فرمایا ہے چنانچہ روایت ہے کہ!

علمانے سوال کیا کہ آپؑ علم پڑھنے سے منع کرتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہے جو کچھ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع نہ فرمایا ہو بندہ کیسے منع کریگا بندہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حکم سے ذکر دوام کو فرض کہتا ہے جو کچھ مانع ذکر ہو وہ ممنوع ہے۔(روایت ۲۲)

دین اسلام کا فلسفۂ اخلاق' فلسفہ تصوف اتنا ارفع واعلیٰ اور مکمل ہے کہ جس کی ہر بات میں خوبی ہی خوبی ہے علوم شرعیہ کی تحصیل کے بھی آداب ہیں۔عز وجاہ۔کبرد غرور۔مجادلہ ومکابرہ۔فتنہ وفساد سے بچنے کی ضرورت رہتی ہے نفس امارہ کے غلبہ و تسلط سے بچکر صرف دین ہی دین مقصود رہنالازم ہے۔ورنہ یہی دین جوعلوم شرعیہ سے متعلق ہے''حجاب اکبر'' بن جاتا ہے اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا:۔''کسے کہ بسیار خواند۔بسیار خوارشدہ غلبۂ طلب دنیا گردوگرنہ درعجب افتداء انچہ بندہ گوید براں عمل دارید تابینا گردید(روایت ۱۷۳)اور(حاشیہ شریف)یعنی جو شخص بہت پڑھ لیتا ہے۔طلب دنیا کے غلبہ کی وجہ(دینی حیثیت میں) بہت خوار ہوجاتا ہے۔اگر یہ نہیں تو عجب(غرور) پیدا ہوجاتا ہے اس لئے بندہ جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل کروتا کہ دیدار الٰہی سے مشرف ہوسکو''۔

اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سادہ لوح امّی' قبولیت دین میں اُن پڑھے لکھے آدمیوں پر سبقت لیجاتے ہیں جو کج فطرت اور ضدی وہٹ دھرمی واقع ہوں۔کیوں کہ جن لوگوں کا میلان طبعی نفس پرستی کی طرف ہوان کو علم بھی آجائے اور علم سے اصلاح کے بجائے اپنے خواہشات نفسانی کا اتباع کرنے میں علم سے مدد لینے لگیں تو لازماً''من ہم چیزے ہستم'' کا تخیل ان کے قوائے نفسانیہ پر طاری رہیگا جس کی وجہ اپنے مسلمات اور اپنے غور کردہ خیالات کے خلاف کوئی بات سننے اور اپنی اصلاح کی طرف مائل ہونے کی ان سے بہت کم توقع کیجا سکتی ہے۔اسی لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا فرمان نقل کیا گیا ہے کہ:۔

میں اللہ کے حکم سے مردہ کو زندہ کر دینے میں عاجز نہیں ہوں لیکن عالمِ احمق کی تفہیم سے عاجز ہوں روایت ۱۶۳۔

علم اگر کج فطرت وبد گوہر است پیش چشم ما حجاب اکبر است
(اقبال)

حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے صحابی بندگیمیاں شاہ نعمتؓ سے فرمایا کہ ''اگر شما پیش ازیں علم خوانده بودئے مرا قبول نہ کردیتے یہ روایت انصافنامہ میں بھی درج ہے۔ مولف ہدیہ مہدویہ نے اس روایت سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ امامنا علیہ السلام پر بے علم جاہل لوگ ہی ایمان لایا کرتے تھے۔ حالانکہ حضرت سید خوندمیر رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات کی تالیفات جو عربی و فارسی زبان میں ثبوت مہدیت پر لکھی گئی ہیں مولف مذکور کے زیر نظر تھیں۔ اور قاضی منتجب الدین جونیریؒ وغیرہ جلیل القدر علما کی ایک طویل فہرست سے ناواقف نہ تھے کیوں کہ ان سب کا ذکر ان کتابوں میں موجود تھا جن پر سے انھوں نے اعتراضات وضع کئے ہیں اسکے علاوہ تواریخ اغیار میں بھی اس کے تذکرے موجود تھے۔ یہ سب تفصیلات' مولفہ ہدیہ کے پیش نظر تھیں کیا ان حقائق کی موجودگی میں ان کا مذکورالصدر بیان ان ہی کے میلان بڑی طبعی کا آئینہ دار نہیں ہے''۔

اس کے قطع نظر منع علم' کے بارے میں جن کتابوں کی روایات پر سے انھوں نے اعتراض کئے ہیں ان میں یہ روایات بھی موجود ہیں۔ مثلاً روایت ہے کہ:۔

> ''اگر کوئی حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کرتا کہ اجازت ہوتو علم ظاہری کی تحصیل چھوڑ دوں اگر واعظ ہوتا تو عرض کرتا کہ وعظ چھوڑ دوں اگر کاسب ہوتا تو عرض کرتا کہ کسب چھوڑ دوں تا کہ ذکر قائم ہو ہر ایک کو جواب فرماتے کہ کیوں چھوڑتے ہو ذکر کی کوشش کرو (روایت ۱۶۸)

نیز روایت ہے کہ:۔

> حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص علم نہ پڑھا ہو بیان قرآن کرے تو وہ بے دیانت ہے مگر سماع کے طریقہ پر جو کچھ سنا ہو نقل کی طرح بیان کردے (تو مضائقہ نہیں روایت ۱۳۶)

نیز ایک روایت آگے مذکور ہو چکی کہ منع علم سے متعلق علما کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:۔

> ''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو منع نہ فرمایا ہو بندہ کیسے منع کریگا'' (روایت ۲۲)

مقام غور ہے کہ یہ روایات انھیں کتابوں میں موجود ہیں جو مولف ہدیہ مہدویہ کے زیر نظر تھیں ان روایات کو چھپا رکھکر محض اپنے منشاء نیت کی تکمیل کی غرض سے صرف محتاج تشریح و تطبیق روایات کو پیش کر کے مخالف مفہوم عاید کردینے کی ایسی کوشش کو بے دیانتی اور عصبیت جاہلیہ کے سوائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ انھیں کتابوں میں ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے جن صحابہؓ کو پہلے مطالعہ سے منع فرمایا تھا۔ بعد میں خود اجازت مرحمت فرمائی ہے چنانچہ حضرت میاں عبدالفتح سے روایت ہیکہ:۔

> شہر نہر والہ میں بندگیمیاں نظامؓ کے ہاتھ میں ''کتاب میزان'' دیکھکر حضرتؑ نے پوچھا کیا پڑھ رہے ہو؟ عرض کیا کتاب ہے حضرتؑ نے ان کے ہاتھ سے کتاب لے لی اور چلے گئے چند دن بعد ناگور میں بھی میاں مذکور کے ہاتھ میں کتاب دیکھکر منع فرمایا۔ اس کے بعد انھوں نے علم پڑھنے

کی ہوس پوری طرح منقطع کردی ایک عرصہ بعد خراسان میں حضرت مہدی علیہ السلام نے میاں نظامؓ سے فرمایا کہ کچھ علم حدیث پڑھو جب کوئی قابل ہوجائے تو اس کے لئے پڑھنا باعث نقصان نہیں۔(انصافنامہ باب ۱۰)

نیز روایت ہے کہ:۔

میاں شاہ نظام رضی اللہ عنہ قیلولہ کے وقت ہاتھ میں حدیث کی کتاب رکھے ہوئے تھے۔اتفاقاً حضرت مہدی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ میاں نظامؓ! کیا مطالعہ کررہے ہو؟ عرض کیا کہ حدیث (کی کتاب) ہے آپؑ نے فرمایا حدیث کی کتاب رکھدو ذکر میں مشغول رہو ایک عرصہ گزرنے کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام' میاں نظامؓ کے حجرہ میں تشریف لائے اور فرمایا وہ حدیث (کی کتاب) کہاں جس کا تم مطالعہ کررہے تھے؟ میاں نظامؓ نے عرض کیا کہیں رکھکر بھول گیا ہوں۔فرمایا ڈھونڈلاؤ آپؓ نے وہ کتاب تلاش کرکے پیش کردی حضرتؑ نے فرمایا کہ حدیث کی اس کتاب کا مطالعہ کرو اسمیں بھی مقصود خدا ہے (روایت ۱۶۱)

نیز روایت ہے کہ:۔

ایک روز حضرت میراں سید محمود رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں کتاب رکھے ہوے تھے حضرت مہدی علیہ السلام نے پوچھا کونسی کتاب ہے؟ آپؓ نے عرض کیا ''تمہید'' ہے فرمایا ذکر کی کوشش کروتا کہ کیفیت پیدا ہو اور اس کو سمجھنے کی قوت حاصل ہو (روایت ۱۶۶)

ان روایات سے ظاہر ہے کہ امامنا علیہ السلام نے کتاب کے مطالعہ سے یا علم حاصل کرنے سے بعض وقت منع جو فرمایا اس کا ایک مقصد نور ایمان کی قوت بڑھانا بھی تھا۔کیونکہ قرآن سمجھنے کے لئے نور ایمان حاصل رہنا ایک بنیادی امر ہے اسی لئے آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ ''قرآن سمجھنے کے لئے نور ایمان کافی ہے''۔(روایت ۱۶۵) کیوں کہ اس کے بغیر اعتقاد و جازم اور یقین واثق اور مطالب کا انکشاف حاصل ہونا دشوار ہے۔

اک دانش نورانی اک دانش برہانی   ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی
(اقبال)

اب یہ بات بخوبی ظاہر ہوچکی کہ جو لوگ حضرتؑ کی صحبت میں تھے ان کا مقصد علم لدنی کی تحصیل تھا۔اس لئے حضرتؑ کے بتلائے ہوئے مشاغل میں ان کا انہاک ضروری تھا ہر ایک کی صلاحیت کے لحاظ سے جو امور اس کے انہاک و محویت میں خلل انداز ہونے والے ہوں ان امور سے آپؑ کا منع فرمانا حصول مقصد کے اقتضا کے عین مطابق تھا خواہ وہ تلاوت قرآن و حدیث و تفسیر ہی کیوں نہ ہو۔آج بھی جو مومن اس جانب مائل ہوں ان پر اپنے مرشدِ طریقت کی ہدایات کی پابندی

عاشقانہ اور والہانہ جذبات کے ساتھ لازم ہوتی ہے۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا:۔

''اگر کوئی شخص ایک ہزار سال عبادت کرے اور وہ عبادت مشغول شدہ بھی ہو تو وہ بندہ کی ایک نظر کے اثر کے برابر نہیں ہے''۔(روایت ۱۰۹)

کیونکہ آپ کی نظر کیمیا اثر سے مقصود عبادت یعنی معبود حقیقی کا عرفان حاصل ہو جاتا تھا!!!

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کیلئے لذتِ شوق بھی ہے نعمت دیدار بھی ہے

(اقبال)

توضیح روایات در بیان فضائل صحابہؓ :

روایت ۲۷۲ ملاحظہ ہو کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ ''میرے بعد ایسے لوگ بھی رہیں گے جن سے اقامت دین ہوگی۔'' نیز اپنے صحابہؓ کو ''اصحابؓ صفہ'' کی صفات سے متصف ہونے کی بشارت عطا فرمائی ہے (ملاحظہ ہو روایت ۶۹) اسی لئے سوانح صحابہ مہدی موعودؑ میں رضا و تسلیم۔ صبر و توکل اور فنا و نیستی کی اعلیٰ مثالیں پائی جاتی ہیں۔ اخلاق و آداب صحابہؓ کے بیان میں جو روایات اس کتاب کی حد تک درج ہیں انکے مطالعہ سے واضح ہو سکتا ہے کہ اپنے معاصرین وفقرائے دائرہ و معتقدین و اغیار کے ساتھ ان کے اخلاق و آداب کیا تھے۔ روایت ۲۴۸ ملاحظہ ہو کہ:۔'' بعض مہاجرین نے حضرت بندگیمیراں سید محمود رضی اللہ عنہ سے کہدیا کہ میاں سید خوندمیرؓ اپنے کو تمام صحابہ پر فضیلت دیتے ہیں'' حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ملی تو آپؓ نے فرمایا'' بندہ گا ہو خود را بر یاراں فضل نداده است کہ حضرت میراں علیہ السلام دائم نیستی و فنا فرمودہ اند فضل دادن صفت ہستی است یعنی بندہ نے صحابہ پر کبھی اپنا فضل نہیں جتلایا ہے کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام نے ہمیشہ نیستی اور فنا کی تعلیم فرمائی ہے فضل جتلانا تو ہستی کی صفت ہے''۔ انصافنامہ باب (۱۷) میں بھی یہ روایت بیان ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جب صحابۂ مہدی موعودؑ کے اعمال کی بنیاد نیستی و فنا پر تھی تو ان کے اخلاص و اخلاق و آداب کے مراتب محتاج بیان نہیں ہیں۔

توضیح روایت ۲۴۹ :

اس روایت کا خلاصہ یہاں درج کیا جارہا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کو دو جوانوں میاں سید محمودؓ اور میاں سید خوندمیرؓ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلومات ہو رہے تھے لیکن حضرت نے ابھی ظاہر نہیں فرمائے تھے۔ ادھر حضرت سید خوندمیرؓ کو بھی اس وقت جب کہ وہ اور حضرت سید محمودؓ نماز عصر کی جماعت میں بازو باز و تھے معلوم ہوا کہ ''فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم''۔ (ترجمہ ان لوگوں کو جو بات کہی گئی تھی اس کے بجائے انھوں نے جو بات بدل دی ظلم کیا) حضرت سید محمودؓ سے آہستہ اس علم کا ذکر کیا تو انھوں نے امنا وصدقنا کہا''

اس روایت میں جو آیت آئی ہے یہ سورہ بقر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپؑ کی قوم کے واقعات کے سلسلہ میں

بیان ہوئی ہے۔ان لوگوں کوہدایت کیگئی تھی کہ حِطّہ کہیں **قولو احطة نغفر لكم خطٰيكم سنزيد المحسنين** ۔یعنی حطّہ کہو تا کہ تمہاری خطاٰ میں ہم بخشدیں اور تمہاری نیکیاں زیادہ کریں''۔مگر انھوں نے حطّہ کے بجائے حطاً حمقاً'' (سرخ گیہوں) کہا۔''توبہ'' کے بجائے انھوں نے کھانے کی چیز طلب کی۔گویا بتلائی ہوئی بات کوانھوں نے بدل دیا۔

حضرت سیدخوندمیرؓ کو اس آیت کی طرف' غیب سے توجہ دلانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؓ کو یہ معلوم کرایا گیا کہ سیدین کی فضیلتیں وخصوصیتیں حضرت مہدی علیہ السلام ظاہر فرمادیں گے ان کو جو فضائل وخصائص معلوم کرائے جائیں انمیں کوئی تبدیلی نہیں کریں گے اسی لئے حضرت سید محمودؓ نے'' آمنا وصدقنا'' کہا یعنے بیشک حضرت مہدی علیہ السلام بغیر کسی تبدیلی کے فرمائیں گے۔چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت مہدی علیہ السلام نے اس وقت تمام صحابہؓ کو بشارت سے سرفراز فرمایا اور تمام صحابہ میں دو جوان میاں سید محمودؓ ومیاں سیدخوندمیرؓ کی خصوصیت کو فرشتوں میں جبرئیلؑ ومیکائیلؑ کی خصوصیت سے تشبیہ دی۔

توضیح روایت ۲۵۳ :

حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ بھائی سید محمودؓ کی سیر نبوت ہے اور سیدخوندمیرؓ کو میر ولایت ہے۔صرف اس روایت کی بنا پر سیر نبوت کو''کل'' اور سیر ولایت کو جز کہنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اگر سیر نبوت سے' سیر نبوت مع ولایت اور سیر ولایت سے صرف ''ولایت'' مراد ہوتی تو البتہ اس وقت یہ کہنا درست ہوتا لیکن یہاں سیر نبوت سے سیر ذات مصطفیٰؑ اور سیر ولایت سے سیر ذات مہدیؑ مراد ہے چنانچہ یہ توضیح خود روایت سے ثابت ہے کہ:

> ایک روز حضرت مہدی علیہ السلام حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کی فضیلت بیان فرمارہے تھے اس اثنا میں آپؑ نے فرمایا کہ حضرت رب العزت کا فرمان ہورہا ہے کہ اے سید محمدؑ جہاں ولایت ختم ہوگی وہاں بہت سارے قائم مقام انبیا ہوں گے بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سیر حاصل ہوگی میاں سیدخوندمیرؓ نے سوال کیا' کسی کو سیر مصطفیٰؑ وسیر مہدیؑ بھی حاصل ہوگی؟ آپؑ نے فرمایا ہاں! میراں سید محمودؓ کو سیر مصطفیٰؑ اور تم کو بندے کی ذات میں سیر ہے'' (ملاحظہ ہو روایت ۲۵۸)

سیدین کے مرتبہ کے تعین کے لئے بھی یہ ایک محکم اور واضح روایت ہے اس توضیحی روایت کی روشنی میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر سیر نبوت کو''کل'' اور سیر ولایت کو''جُز کہنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اگر سیر نبوت سے سیر نبوت مع ولایت اور سیر ولایت سے صرف ''ولایت'' مراد ہوتی تو البتہ اُس وقت یہ کہنا درست ہوتا لیکن یہاں سیر نبوت سے سیر ذات مصطفیٰؑ اور سیر ولایت سے سیر ذات مہدیؑ مراد ہے چنانچہ یہ توضیح خود روایت سے ثابت ہے کہ:۔

سیدین کے مرتبہ کے تعین کے لئے بھی یہ ایک محکم اور واضح روایت ہے اس توضیحی روایت کی روشنی میں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر سیر نبوت کو کل اور سیر ولایت کو''جز'' کہا جائے تو اس سے تسویت خاتمین علیہما السلام کا متفق علیہ عقیدہ متاثر ہوجائیگا اور

کوئی مہدوی اس بات کو تسلیم نہیں کرسکتا۔ حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ نے رسالہ ''بعض الآیات'' میں تحریر فرمایا ہے کہ:۔

المهدی یکون موصوفا بجمیع صفات رسول الله صلی الله علیه وسلم صورة و معنا و یکون مظهر الاسماء الا لهٰیة کلها کمان کان رسول الله صلی الله علیه وسلم	مہدی علیہ السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات ظاہر یہ و باطنیہ سے متصف ہوں گے اور تمام اسماے الہیہ کے اسی طرح مظہر ہوں گے جس طرح کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آیات و احادیث میں حضرت مہدی علیہ السلام کی جو خصوصیات اور آپؑ کے جو مراتب بیان ہوے ہیں حضرت بندگیمیاںؓ نے ان کو چند ہی جملوں میں بیان کردیا ہے۔ غرض ہمارے پاس تسویت خاتمین علیہما السلام جس طرح متفق علیہ ہے اسی طرح تسویت سیدینؓ بھی نا قابل انکار ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن میں بعض صحابہؓ کو بعض انبیاء کی سیر حاصل ہونے کی بشارت دیگئی ہے۔ مثلاً روایت ۲۶۰ ملاحظہ ہو کہ ''ایک روز حضرت مہدی علیہ السلام نے دو صحابہؓ کو علی الیقین فرمایا کہ تم کو سیر ابراہیم علیہ السلام حاصل ہے اگر تمہاری حیات ہوتی تو اور ترقی کرجاتے لیکن حیات نہیں ہے۔ ان دونوں میں سے ایک صاحب تیسرے دن اور دوسرے صاحب نویں دن رحلت کرگئے''۔ یہ روایت انصافنامہ میں بھی ہے ایک کا نام میاں مخدومؓ ایک کا نام میاں عزیز اللہؓ مذکور ہے۔

قرآن مجید اور احادیث شریفہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی خصوصیات بیان ہوئی ہیں بلکہ آپ کے متبعین کے فضائل و مراتب کے بارے میں بھی اشارات و بیانات موجود ہیں۔ مثلاً حدیث شریف ہے کہ:۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی لا عرف قوما هم بمنزلتی فقال الاصحاب کیف یکون یا رسول الله انت خاتم النبین ولا نبی بعدک فقال یسوا من الانبیاء ولکن یغبطهم الانبیاء بقربهم و مقعدهم من الله وهم المتحابون فی الله (تفسیر کبیر جلد ثانی)	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل میں ہے۔ اصحابؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایسا کیوں کر ہوسکیگا جب کہ آپؐ خاتم النبین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہوگا۔ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ انبیاء تو نہیں ہیں لیکن اللہ سے ان کے قرب اور مقام قرب کی وجہ انبیاء ان سے رشک کریں گے اور وہ سب اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہوں گے۔

حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے اس حدیث شریف کو اپنے رسالہ ''مکتوب ملتانی'' میں درج کیا ہے مولف ہدیہ مہدویہ نے اس پر بہت طعن و طنز کیا اور الزام عاید کیا ہے کہ اس کا حدیث ہونا بے اصل ہے۔ بلکہ حدیث وضع کرنے کا جرم قرار دیا ہے۔ اور مضمون حدیث کے بارے میں بھی بہت کچھ من مانے الزامات عاید کئے ہیں کہ مہدوی اپنے مہدیؑ کے صحابہؓ کی نسبت حضرت رسول اللہ صلعم کے برابر ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس لحاظ سے ان کے مہدی، حضرت رسول اللہ صلعم سے افضل ٹھیرتے ہیں (ملخص از ہدیہ مہدویہ)

نعوذبالله من شرور الخناس۔ ایسے اعتقاد بد کو مہدویوں کی طرف منسوب کرنا آفتاب پر خاک اڑانے کے

مصداق ہے۔حالانکہ فی الحقیقت حضرت سید خوند میرؓ نے ایسی حدیث شریف درج فرمائی ہے جو صدیوں پہلے اکابر اہل سنت کی کتابوں میں موجود تھی ۔اس لحاظ سے آپؓ پر وضع حدیث کا الزام عاید کرنے کی جو کوشش کیگئی خود بخود باطل ہوجاتی ہے۔اور پھر امام فخر الدین رازیؒ کے جیسے محقق زماں نے اپنی مہتم بالشان کتاب کلام اللہ کی تفسیر میں درج کیا ہے! پس صحت حدیث سے تعلق رکھنے والے تمام اعتراضات اصولاً ان اکابر اہل سنت پر عاید ہوجائیں گے جن جن حضرات نے اس حدیث کو پیش کیا۔!!اس کے قطع نظر ''مکتوب ملتانی'' علمائے ملتان کے پاس بطور تبلیغ روانہ کیا گیا ہے۔ایسی صورت میں ایک بے اصل روایت کواستعمال کرنا بعید از قیاس بھی ہو۔

بہرحال یہ تو ثابت ہے کہ حضرت سید خوند میرؓ نے جو حدیث پیش کی وہ اکابر اہل سنت نے بھی پیش کی ہے۔اسی طرح مضمون حدیث پر سے جو الزامات عاید کئے گئے وہ بھی خود بخود باطل ہوجاتے ہیں کیونکہ مضمون حدیث کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔اوراسی نوعیت کی ایک اور حدیث بھی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ '' علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل '' یعنی میری امت کے علما انبیائے نبی اسرائیل کے جیسے ہیں۔مقام غور ہے کہ کیا اس حدیث کی وجہ سے علمائے امتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیا ہوسکتے ہیں یا مرتبہ میں انبیاے نبی اسرائیل کے برابر قرار دیئے جاسکتے ہیں؟

اس کے علاوہ معیار صحت احادیث میں جہاں راویوں کی ثقاہت وصداقت دیکھی جاتی ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ دیکھنا بھی لازم ہے کہ روایت' قرآن مجید کے مطابق بھی ہو یا نہیں؟ اس لحاظ سے غور بھی کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث قرآن مجید کی اس آیۂ شریفہ کی تفسیر واقع ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

یا یھا الذین اٰمنو من یرتد منکم من دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ . اذلۃ علی المومنین .اعزۃ علی الکافرین . یجاھدون فی سبیل اللہ لا یخافون لومۃ لایم .ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

(جزء۶ ۔ رکوع ۱۲)

اے ایمان والو!تم میں سے جب دین سے مرتد ہونے لگو گے تو اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائیگا جس کے لوگوں سے اللہ محبت رکھتا ہے اور وہ لوگ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔اور وہ مومنین کے مقابلہ میں نرم اور کافرین کے مقابلہ میں غالب رہیں گے اور اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ وسعت دینے والا علیم ہے۔

بعض مفسرین نے قوم سے حضرت ابوبکرؓ اور بعض نے حضرت علیؓ اور بعض نے انصار رضی اللہ عنہم مراد لی ہے اس پر دلیل یہ بیان کیجاتی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد بعض لوگ مرتد ہونے لگے تو ان حضرات نے ارتداد کے فتنہ کو فرد کیا ہے۔لیکن تاریخ اسلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان لوگوں پر مرتد کا لفظ فی الحقیقت صادق نہیں آسکتا۔کیونکہ وہ پہلے سے منافق تھے خصوصاً فتح مکہ کے بعد جب دشمنوں اور منافقوں کی قوتیں پوری طرح پامال ہوگئیں تو بعض نے امن وجاں بخشی حاصل کرنے کیلئے بظاہر اسلام قبول کرلیا۔یہی لوگ ہیں جنھوں نے آنحضرتؐ کے وصال کے بعد موقع پاکر فتنہ برپا کرنے لگے تھے جس پر صحابہ کرامؓ

کی منظّم طاقت نے قابو پالیا۔ارتداد کا اطلاق اس وقت ہونا چاہیئے جب کہ کوئی دل سے ایمان لایا ہو اور بعد میں پھر جائے۔ لیکن جو لوگ مصلحت کے تحت بظاہر اسلام قبول کئے ہوں اور ان کے قلوب' بدستور کافر و بدباطن ہوں۔ وہ سب منافق کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ منافق ہی تھے۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے زمانہ میں جن لوگوں نے آپؐ کے فیض صحبت سے استفادہ کیا ہو اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی جیسی مقدس ہستیاں موجود ہوں تو یہ کیسے ممکن سمجھا جاسکتا ہے کہ کوئی شخص دل سے ایمان لایا ہو اور آفتاب اسلام کے زمانہ کمال ہی میں اس کے انوار و برکات سے محروم ہو جائے۔ البتہ بعض زاویوں نے ان منافقین کے لئے مرتد'' وارتداد'' کا جو لفظ استعمال کیا ہے وہ مجاز کی صورت ہے۔

جن مفسرین نے قوم سے ''صحابہؓ '' مراد لی وہ دو وجہ سے صحیح نہیں ہوسکتی۔ایک تو اس وقت کے فتنہ برپا کرنے والوں پر ''ارتداد'' کا اطلاق بالکلیہ صادق نہیں آتا دوسرے یہ کہ آیۂ کریمہ میں ''من یرتد'' ''فسوف یاتی'' یہ دونوں حال و مستقبل کے معنی دے رہے ہیں۔اگر حال کے معنی لئے جائیں تو چونکہ نزولِ آیت کے وقت خود رسالتماٰب صلی اللہ علیہ وسلم ہاور صحابۂ کرام مذکور الصدر موجود تھے۔اسی لئے ان کے ہوتے ہوئے کسی اور قوم کی ضرورت کا ذکر بے محل اور بے ضرورت بات ہوگی۔اگر مستقبل کے معنی لئے جائیں اور قوم سے آنحضرتؐ کے صحابہؓ مراد لی جائے تو یہ بھی خلاف واقعہ ہو جاتا ہے' کیونکہ آیت کے الفاظ سے آنے والی قوم کی پیشنگوئی ظاہر ہو رہی ہے۔اور صحابہ کرامؓ مذکور الصدر آنحضرتؐ کی لائی ہوئی قوم سے ہیں جو نزول آیت کے وقت بذات خود موجود تھے۔اس کے باوجود ان پر مستقبل میں لائے جانے کا مفہوم کیونکر صادق آسکیگا۔؟!!

حالانکہ آیت کے سوقِ کلام سے تو یہ ظاہر ہوتا ہیکہ امت رسولؐ میں یہ ایک خلیفۃ اللہ کی پیشنگوئی ہے کیوں کہ ''یاتی اللہ'' کے معنی ہیں اللہ اس قوم کو لائیگا۔اور اللہ کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا خلیفہ لائیگا۔قرآن مجید میں ایسی اور بھی نظیریں موجود ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ کا فعل اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔مثلاً

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی (انفال) (اے محمدؐ) تو نے جس وقت (کنکریاں) پھنکیں تو نے نہیں بلکہ اللہ نے پھینکی ہیں۔

اور فرمایا :.فاذا اقراناہ فاتبع قرانہ (قیامۃ) پس جب ہم قرآن پڑھیں تو تم اس قرات کی پیروی کرو

اس آیت میں حضرت جبرئیلؑ کے فعل کو اپنا فعل بیان فرمایا ہے۔اسی طرح قرآن سے قبل کی کتب سماویہ میں بھی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔مثلاً بعض انبیاء اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔

فقال جاء الرب من سینا و اشرق لهم من سعیر و تلاء تلاء من جیل فاران داتی من ربوات القدس وعن یمنیه نار شریعة لهم(سفر التیثه اصحاح ۲۳ء آیت ۲ء)	پس اس نے کہا کہ پروردگار سینا سے آیا اوران کے لئے سیر سے روشن ہوا اور کرہِ فاران سے چمکا اور آیا دس ہزار قدوسیوں یعنے فرشتوں کے ساتھ اوراس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی۔

اس پیشنگوئی میں سینا سے خدا کے تجلی کرنے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبی ہونا اور فاران پر خدا کے ظاہر ہونے سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا مراد ہے۔ بنی ہاشم کے پہاڑ جو مکہ معظّمہ کے قریب ہیں ان کا نام فاران ہے۔ دس ہزار فرشتوں کا ساتھ رہنا جو مذکور ہے۔ اس سے مراد مقدس انسان ہیں۔ چوں کہ انبیا علیہم السلام کے ظہور کو خدائتعالیٰ کا ظہور کہا گیا ہے اس لئے ان کے ساتھیوں کو فرشتوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اوراسی لئے حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم یعنے اپنے صحابہؓ کو فرشتوں سے اور سیدینؓ کو سب صحابہؓ میں جبرئیل و میکائیل سے تشبیہ دی ہے (ملاحظہ ہو روایت ۲۴۹)

پس " فسوف یاتی الله بقوم " سے قوم مہدیؑ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ اس کی تفسیر و تطبیق ان احادیث متواتر المعنیٰ سے ہوجاتی ہے جن میں مہدی موعودؑ کی بعثت کی ضرورت و اہمیت کا بیان موجود ہے۔ اس لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کی امت میں جس قوم کے ظہور کا ذکر ہوا ہے اس سے مہدی موعودؑ کی قوم ہی مراد لینا انسب واولیٰ ہوگا۔

اے وہ کہ جو مہدیؑ کے تخیل سے ہے بیزار   نومید نہ کر آہوئے مشکین کو ختن سے
(اقبال)

اس توضیح سے ظاہر ہے کہ حدیث شریف " انی لا عرف قوماً هم بمنزلتی الخ " سے بھی اس آیت کی تفسیر و تطبیق ہوجاتی ہے۔ کیوں کہ اس حدیث میں قوم کی اہم خصوصیت " وهم المتحابون فی الله " بیان ہوئی ہے جو آیت کریمہ کے الفاظ "یحبھم ویحبونہ" کے عین مطابق ہے۔ اب ناظرین خود محسوس فرمائیں گے کہ حضرت سید خوندمیرؓ نے اپنے رسالہ "مکتوب ملتانی" میں ایسی حدیث سے استدلال فرمایا جس کا ذکت ُ اکابر اہل سنت کی کتابوں میں پایا جاتا ہے اور جو قرآن مجید کے مفہوم سے عین مطابقت بھی رکھتی ہے!!! عرض یہ کہ نہ صرف حضرت مہدی علیہ السلام ہی موعود خدا ورسولؐ ہیں بلکہ آپؐ کی قوم بھی موعود خدا ورسولؐ ہے۔ اور آیات واحادیث کی پیشنگوئی کے مطابق آپؐ کی تعلیمات میں عشق ومحبت الٰہی کی پوری خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اوراسی لحاظ سے آپؐ کے جو صحابیؓ ،عشق ومحبت اور معرفت توحید وفنائے ذات و صفات کے جس مقام میں پائے گئے آپؐ نے ان کو بحکم خدائتعالیٰ اس مقام ومرتبہ کی بشارت سے سرفراز فرمایا۔ ان مقامات میں مقامات انبیا بھی داخل ہیں۔ لیکن ان بشارات سے ان انبیاء کا ہم مرتبہ قرار دینے کا الزام عاید کرنا ان ہی لوگوں کا کام ہے جو صوفیائے محققین کے مسلک سے دور اوران کے اصول واصطلاحات سے نابلد ہیں۔

سبل السویٰ اور کحل الجواہر وغیرہ کتابوں میں اس امر کو واضح کیا گیا ہے کہ:۔فضائل یا مقامات و مراتب کے بیان میں اگر دو شخصوں میں کوئی خاص مناسبت یا مماثلت پائی جاے۔ یا منازل سلوک سے کسی خاص منزل کا بیان مقصود ہو تو صوفیائے محققین کی اصطلاح میں اس کو مقام۔قائم مقام۔منزل۔شان۔بردل۔برقلب وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مثلاً بعض اولیا کو بعض انبیاء کا یا بعض بزرگوں کو دوسرے بزرگوں کا مقام یا شان و منزلت حاصل ہونا ظاہر کیا جاتا ہے تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو ظہور یا فیضان اس نبی میں تھا وہی ظہور یا فیضان اس بزرگ میں پایا جاتا ہے۔اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صوفیاے کرام کے پاس دور نبوت میں جتنے انبیاء گزرے ہیں دور ولایت میں ایک ایک ولی ان کے مقابل یعنی ان کے مقام کے مقابل موجود ہے چنانچہ گلشن راز میں اسی امر کو ظاہر کیا گیا ہے:۔

زنورش شد ولایت سایہ گستر مشارق با مغارب شد برابر
کنوں ہر عالمے باشد زامت رسولے را مقابل در نبوت
(اقبال)

اسی لئے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل''اور اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام نے جنکو سیر انبیاء و سیر نبوت و سیر ولایت کی جو بشارتیں دی ہیں ان کی بھی ٹھیک یہی نوعیت ہے۔

توضیح روایات دربیان قاتلوا وقتلوا:

حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ حامل بار امانت صدیق ولایت کی خبر شہادت اور اس کی نوعیت:

ہم یہاں ایسا سلسلۂ روایات پیش کریں گے جس سے واضح ہوسکیگا کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کے قتال اور بدلۂ ذات ہونے کے بارے میں خبر دی ہے وہ کس قدر مہتم بالشان ہے اور کتنے جلیل القدر صحابہؓ کا بحیثیت راوی اس خبر مبارک سے تعلق ہے۔

حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں پہلی دفعہ حاضر ہونے کے واقعہ کا ایک حصہ ''سوانح مہدی موعودؑ'' مولفہ جناب فقیر سید ولی صاحب مرحوم سے نقل کیا جارہا ہے۔اس کتاب پر علامۃ العصر مولوی سید نصرت صاحب اور علامۃ العصر مولوی سید اشرف صاحب شمسیؔ نے تقریظ لکھی ہے اس کی روایات کو نہایت صحیح اور قابل وثوق و لائق تمسک تسلیم کیا ہے:۔''روایت ہیکہ ایک مرتبہ (پہلی دفعہ حاضر خدمت ہونے کے بعد ہی) سید خوندمیرؓ سے نماز مغرب کے بعد جناب سیدنا مہدی موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سید خوندمیرؓ! بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کس طرح فضل و احسان کیا ہے۔عرض کیا کہ حضرت سے پوشیدہ نہیں۔فرمایا تم بیان کرو تا کہ دوسرے لوگ سنیں۔کہا پہلی مرتبہ جبکہ میری نظر حضرت پر پڑی (تجلی ذاتی چمکی) میری آنکھ پھوٹ جائے اگر میں نے حضرت کو درمیان میں دیکھا ہو۔اسی وقت میں نے اپنے خدا کو دیکھا۔فرمایا درست ہے جو خدا ہو (یعنی قید بشری اور ہستی خودی سے باہر ہوکر مطلق ہو) خدا کو دیکھے۔اور جس وقت عصر کی نماز کی نیت باندھی اللہ تعالیٰ

کا حکم ہوا کہ تونے میری درگاہ میں کیا نذر گزرنی ہے۔عرض کیا کہ جو تیری نذر کے لایق ہو گزرانوں حکم ہوا جو لایق بندہ ہوتا ہے وہ ہماری راہ میں سر دیتا ہے۔عرض کیا یہ ایک سر کیا ہے اگر سو سر ہوں تجھ پر فدا کرنے کو حاضر ہوں۔پھر میں نے اپنے تن کو بے سر دیکھا۔اور بعد نماز سر کو پایا اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ پروردگار کیا بندہ کی نذر قبول نہیں ہوئی؟ حکم ہوا یہ ہماری امانت ہے وقت پر لیں گے'' الخ (سوانح مہدی موعودؑ ۱۵)

یہ روایت دوسری قدیم و معتبر کتب نقلیات میں بھی موجود ہے۔اور پنج فضائل میں اس کے آخری الفاظ ہیں۔

حضرت میرانؑ پر سیدندمیاں سید خوندمیرؓ ایں چہ معاملہ بود۔ گفتند ہمہ پیش خوندکار عیان است پس فرمودند شما بزبان خود بگوئید کہ اجماع شاہد شود۔ پس بندگیمیاں ماجرائے مذکور بیان کردند پس حضرت میرانؑ فرمودند آرے حق است ہمچنیں خواہد شد۔(پنج فضائل)	حضرت مہدی علیہ السلام نے دریافت کیا کہ میاں سید خوندمیرؓ وہ کیا معاملہ تھا؟ عرض کیا خوندکار پر سب روشن ہے۔فرمایا تم اپنی زبان سے کہو تا کہ اجماع شاہد رہے بندگیمیاں نے ماجرائے مذکور بیان کیا حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا ہاں سچ ہے ایسا ہی ہوگا۔

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت سید خوندمیرؓ کے سر کی قربانی' اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ہے اور حضرت مہدی علیہ السلام نے سب حاضرین کو اس بشارت خداوندی سے آگاہ ہونے کا موقع عطا فرمایا۔اور آپؑ نے بذات خود تصدیق فرمائی اور جماعت صحابہؓ کو بحیثیت اجماع گواہ بنایا۔اس لئے یہ روایت خبر مشہور اور خلیفۃ اللہ کی توثیق کی وجہ قطعیت کا حکم رکھتی ہے۔ اگرچہ بدلہ ذات مہدی موعودؑ ہونے کی اس میں تصریح نہیں ہے لیکن حضرت سید خوندمیرؓ کی خبر شہادت کی حد تک محکم اور واضح روایت ہے۔حالانکہ بعد کی روایات سے بدلۂ ذات کی تخصیص و تصریح بھی ہو چکی۔چنانچہ ذیل کی روایات اس امر کی شاہد ہیں۔سفر خراسان میں حضرت میاں سید خوندمیرؓ کے پہنچنے کے قبل ہی سے حضرت امامنا مہدی علیہ السلام نے آیت شریفہ'' فالذین ھاجروا لخ'' کی اہمیت پر بیان شروع فرمادیا چنانچہ روایت ہیکہ:

(۱) نقل است از بندگی ملک الھدادؓ (خلیفہ گروہ) کہ حضرت میران علیہ السلام فرمودند فالذین ھاجروا شد واخرجوا من دیارھم شد. واوذو فی سبیلی شد	بندگی ملک الہدادؓ (خلیفہ گروہ) سے روایت ہے کہ حضرت میراں علیہ السلام نے فرمایا فالذین ھاجروا ہو چکا و اخرجو من دیارھم ۔ہو چکا واذوا فی سبیلی ہو چکا۔ و قاتلوا و قتلوا باقی ہے انشاءاللہ ہو جائیگا۔

(۲) ناگور میں بھی ایک دفعہ اس آیت پر بیان فرمایا ہے:۔'' نیز روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے ناگور میں یہ آیت اس طرح پڑھی فالذین ھاجروا ہو چکا۔و اخرجو من دیارھم ہو چکا۔واذوا فی سبیلی ہو چکا قاتلوا وقتلوا باقی ہے۔اللہ جب چاہے ہوگا۔حضرت مہدی علیہ السلام کی زوجہ محترمہ نے عرض کیا کہ میرانجی! وہ جماعت دائرہ میں نظر نہیں آرہی ہے۔آپؑ نے فرمایا ہاں وہ لوگ ابھی نہیں آئے ہیں۔آجائیں گے'' ملاحظہ روایت ۱۸۲) یہ روایت حضرت سید خوندمیرؓ کے فرہ مبارک پہنچنے سے قبل کی ہے۔

(۳)۔سندھ میں بھی ایک دفعہ آپؑ نے اس آیت پر بیان فرمایا:۔

نقلست کہ در مقام سندہ آیت فالذین ھاجروا و اخرجو من دیارھم واوذوا فی سبیلی وقاتلواو قتلوا بیان کردہ فرمودند کہ یک صفت کار زار ماندہ است ماشاء اللہ خواھد شد. و بعد ازیں بارھا ھمیں فرمودند تا کہ بفرح رسید ند و بندگیمیاں سید خوندمیر آمدند. (مطلع الولایت)	نقل ہے کہ مقام سندھ میں آیت فالذین ھاجروا و اخرجو من دیارھم . واذوا فی سبیلی وقاتلوا و قتلوا پر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک صفت کارزار باقی رہ گئی ہے۔اللہ تعالیٰ جب چاہیگا پوری ہوگی۔اس کے بعد آپؑ فرح مبارک پہنچنے تک بارہا یہی فرماتے رہے حتی کہ بندگی میاں سید خوندمیرؓ بھی فرہ میں آگئے۔

(۴) حضرت میاں سید خوندمیرؓ فراہ مبارک پہنچ جانے کے بعد حضرت مہدی علیہ السلام اس آیت پر نہایت واضح اور پر اثر بیان فرمانے لگے کہ قاتلو وقتلوا کے حامل کی فلاں فلاں خصوصیات ہوں گی۔

بعد از رسیدن بندگی میاں چند بار در شرف صفت چاری کہ قاتلوا وقتلوا . است از زبان گوھر بار امام الابرار جاری شد و بجدیے کہ ذکر در شرف قاتلوا وقتلو ا شرح بگذاشت کہ سامعاں را اشتیاق مشاھدہ شخص حامل بار صفت چارمی شد تا میاںؓ (سید خوندمیرؓ) بمیاں نعمتؓ پر سیدند کہ از خوندکار عرض نمائید کہ آنحضرت اسم کسے کہ بر او قاتلوا وقتلو ا صورت پذیر شود فرمایند تا اوبش مثل ادب والا داشتہ شود.میاں نعمتؓ حسب الایمایے بندگی از امام علیہ السلام عرض کردند . قبلۂ جن وانس فرمود ھر کسے کہ پر سد برو صورت پذیر شود. بداں اے عزیز دریں نقل نام جاھل بار امانت ظاھر شد. (تاریخ سلیمانی جلد ثانی)

بندگی میاںؓ کے پہنچنے کے بعد چند بار قاتلوا وقتلوا کی صفت چارمی کے شرف پر امام الابرار کی زبان گوہر بار سے بیان شروع ہوا۔اس حد تک کہ قاتلو وقتلوا کے شرف کے بیان میں (نام کی) شرح باقی رہ گئی۔جس کی وجہ سامعین کو حامل بار صفت چارمی کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔حتی کہ میاںؓ (سید خوندمیر) نے میاں نعمتؓ کے ذریعہ عرض کرایا کہ جس شخص پر قاتلوا وقتلوا کی تکمیل ہوگی حضرت اس کا نام فرمادیں تا کہ اس کا ادب مثل ادب والا کیا جائے۔میاں نعمتؓ نے حسب ایمائے بندگی میاں امام علیہ السلام سے عرض کیا۔قبلہ جن وانس نے فرمایا جو پوچھ رہا ہے اسی پر صورت پذیر ہوگا۔جان اے عزیز اس نقل میں حامل بار امانت کا نام ظاہر ہو چکا ہے۔

اس روایت سے یہ استدلال کرنا کہ ’’حضرت بندگیمیاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ اس صفت کے حامل خود

ہیں۔ کیوں کہ انھوں نے حضرت سے سوال کیا تھا۔صحیح نہیں ہے کیونکہ روایت میں میاں نعمتؓ حسب الایمائے بندگیمیاں از امام علیہ السلام عرض کردند'' کے الفاظ صاف ہیں اس لئے شاہ نعمتؓ حضرت سید خوندمیرؓ کے فرستادہ تھے۔فی الاصل محرک سوال حضرت سید خوندمیرؓ ہی تھے۔اس لحاظ سے سائل کا اطلاق فی الحقیقت حضرت سید خوندمیرؓ پر ہی صادق آسکیگا۔لہذا فرمان حضرت مہدی علیہ السلام ''ہر کسے کہ می پرسد بروصورت پذیر شود'' کا مصداق حضرت سید خوندمیرؓ ہی ہیں۔اسی لئے صاحب تاریخ سلیمانی نے آخر میں تحریر فرمایا ہے کہ ''بداں اے عزیز دریں نقل نام حامل بار امانت ظاہر شد یعنی جان اے عزیز کہ اس نقل میں حامل بار امانت کا نام ظاہر ہو چکا۔''

(۵)اور حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہ نے بھی خود حضرت بندگی میاں نعمت رضی اللہ عنہ پر واضح کردیا تھا کہ ''خبر قتال کی نوعیت' میاں سید خوندمیرؓ سے مخصوص ہے اور چونکہ آپؓ بھی ذریعہ سوال بنے ہیں اس لئے آپؓ کو بھی شہادت کا موقع ملیگا۔حضرت مہدی علیہ السلام کی زبان مبارک کا اثر ضرور ظاہر ہوگا۔لیکن یہ شہادت' شہادتِ عامہ کے حکم میں ہوگی''۔

بحرالعلوم علامہ شمسی مرحوم نے بھی جلاء العنین میں اس روایت کا ذکر کیا ہے۔غرض اس تصریح کے مطابق حضرت سید خوندمیرؓ کی شہادت کے عرصہ بعد حضرت شاہ نعمتؓ بھی مع اکیس فقرائے دائرہ بحالتِ ذکرالٰہی صف پر بیٹھتے ہوئے بمقام لوگڑھ شریف شہید ہوئے۔اس واقعہ کی تفصیل کا یہ محل نہیں۔

یہاں بحث یہ ہے کہ ''حضرت شاہ نعمتؓ کو یہ خیال تھا کہ ''خبر قتال'' اپنے حق میں ہے اور آپؓ نے حضرت شاہ دلاورؓ کی تصریح کو بھی تسلیم نہیں کیا''۔اگر یہ واقعہ بجائے خود صحیح بھی ہوتو اس سے ''خبر قتال'' بندگیمیاں سید خوندمیرؓ کے حق میں منصوص ومخصوص ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔کیونکہ یہ صرف حضرت شاہ نعمتؓ کی ذاتی رائے تھی جسکی تائید میں اپنے مسائل ہونے کی حیثیت کے سوائے کوئی اور دلیل آپؓ نے بیان نہیں کی ہے۔اور سائل کس حیثیت کے تھے اوپر توضیح ہو چکی۔اس کے قطع نظر بندگیمیاں سید خوندمیرؓ کی شہادت کے بعد آپؓ خود قائل ہو گئے ہیں۔اور اپنی عدم شرکت وعدمِ موافقت پر اظہار افسوس کیا ہے چنانچہ روایت ہے کہ:۔

و بعد از مدتے میاں نعمتؓ در جالور آمد ند واز دکن باز گشتند فرمودند کسانیکه مرا از موافقت سید خوندمیرؓ باز واشتند ایشاں را خدائتعالیٰ خواهد پر سید (روایت ۱۸۱) (انصافنامه باب ۱۶)	ایک عرصہ بعد میاں نعمتؓ دکن سے جالور واپس آئے آہ فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھ کو سید خوندمیرؓ کی موافقت سے باز رکھا ہے ان کو خدائتعالیٰ پوچھیگا۔

لہذا حضرتؓ کی سابقہ ذاتی رائے کو اختلاف کی حیثیت سے زیر بحث لانا۔اصولاً غیر مفید ہو جاتا ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت سید خوندمیرؓ کا حضرت شاہ نعمتؓ کے ذریعہ سوال کرنے اور حضرت مہدی علیہ السلام کے جواب دینے کی روایت پر ہی اس استدلال کا انحصار نہیں ہے!!! کیوں کہ ایک روایت سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ حضرت سید خوندمیرؓ نے

تخصیص صریح کی خاطر، دوبارہ حضرت میاں یوسف کے ذریعہ دریافت کروایا ہے۔ اور اس وقت آپؐ کا مطلب پورا ہو چکا۔ چنانچہ روایت ہے کہ:۔

نقل است کہ چوں صدیقؓ را از شاہ نعمتؓ نعمت جوابحسب المدعا ظاہر نہ شد تا وقتے میاں یوسفؓ را فرمود کہ از حضرتؑ عرض کنند کہ حامل بار امانت کیست کہ تعظیمش داشتہ آید۔ میاں یوسف حسب الارشاد صدیق از خاتم ولایت عرض کردند حضرتؑ باواز بلند فرمودند کہ کیست می پرسد؟ میاں یوسف ترسیدہ ولرزیدہ بعرض رسانیدند کہ خوندکار من نمی پرسم میاں خوندمیرؓ می پرسند انگاہ مخبر صادق صدیقؓ را طلبیدہ فرمود کہ برادرم سید خوندمیرؓ آں ذات شما است (تاریخ سلیمانی جلد ثانی)

روایت ہے کہ شاہ نعمتؓ سے جواب سننے کے بعد صدیق ولایتؓ کا مدعا اس وقت پورا ظاہر ہوا جب کہ آپؐ نے میاں یوسفؓ کے ذریعہ حضرتؑ سے عرض کرایا کہ حامل بار امانت کون ہے تا کہ اس کی تعظیم کیجائے ۔ میاں یوسفؓ نے حسب ارشاد صدیقؓ خاتم ولایت سے عرض کیا۔ حضرتؑ نے بلند آواز سے فرمایا کون پوچھتا ہے؟ میاں یوسفؓ نے ڈرتے لرزتے کہا۔ میں نہیں پوچھ رہا ہوں سید خوندمیرؓ پوچھتے ہیں۔ اس وقت مخبر صادق نے صدیقؓ کو بلا کر فرمایا برادرم سید خوندمیر وہ تمہاری ذات ہے۔

چند جملوں کی کمی وبیشی کے ساتھ مطلع الولایت میں بھی اسی مضمون کی روایت مذکور ہے۔

اس کے علاوہ حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ بدلۂ ذات مہدی علیہ السلام ہونے کی روایات بھی ملتی ہیں جن سے ظاہر ہوتا کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے میاں سید خوندمیرؓ کو بدلہ ذات ہونے کی بشارت اللہ تعالیٰ کے حکم سے دی ہے:۔

(۷) نقل است حضرت امامؑ بدرگاہ ملک العلام عرض کردند اے بارخدایا ایں صفت چارمی کہ ماندہ است اگر شود راضی و تسلیم ایم فرمانِ ایزوتعالیٰ رسید کہ اے سید محمد در ازلِ ماست کہ بر خاتم الانبیاء و بر خاتم الاولیاء ہیچکس قادر نباشد و شمشیر کار نہ کند پس ترا خاتم ولایت محمدی کردہ ایم ولہذا ایں کہ بدل تو سید خوندمیرؓ را کردہ ایم بنا براں حضرت میراں علیہ السلام میاں سید خوندمیرؓ را فرمودند کہ ایں کار با شما شدنی است (تاریخ سلیمانی جلد ثانی و مطلع الولایت)

روایت ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے بارگاہ ملک العلوم میں عرض کیا کہ یا اللہ چوتھی صف جو باقی رہ گئی ہے اگر مجھ پر پوری ہوجائے تو اس کے لئے راضی ہوں۔ ایزدتعالیٰ کا فرمان پہنچا کہ اے سید محمد ہمارے علم ازلی میں یہ ہے کہ خاتم الانبیا اور خاتم الاولیا پر کوئی شخص قادر نہو اور تلوار کارگر نہو گی پس ہم نے تجھکو خاتم ولایت محمدی بنایا ہے اس لئے ہم نے تیرا بدل سید خوندمیرؓ کو قرار دیا ہے اسی بنا پر حضرت مہدی علیہ السلام نے میاں سید خوندمیرؓ سے فرمایا کہ یہ کام تم سے ہونے والا ہے"۔

ملاحظہ ہو کہ اس روایت سے اس خبر مشہور و قطعی الصدور کی مزید توثیق ہو رہی جو حضرت سید خوندمیرؓ کے سر مبارک کی نذر مع ایک صد سر کے رب العزت نے قبول فرمائی تھی اور اس سے بدلۂ مہدی موعودؑ کی تصریح بھی ہو رہی ہے۔ اور ایک روایت ہے کہ:۔

(۸) نقل است کہ وقت بارنہادن فرمودند کہ ہشیار باشید کہ ایں بار ولایت است سرجدا شود و پوست بکند و اگر استخوان فیل و پہلوے فولاد باشد تادریں بار بوسیدہ شود۔۔۔۔۔باز فرمودند کہ جہاں دشمن شود و دوست و غمخوار شما کسے نماند حتی کہ بند جامۂ شما آں ہم دشمن شما شود امادر دل و جان بیفکر ولاو بال باشند کہ حق طرف شما است (تاریخ سلیمانی)

روایت ہے کہ بار (صفت ولایت) رکھنے کے وقت (حضرت مہدی علیہ السلام نے) فرمایا ہشیار ہو کہ یہ بار ولایت ہے سر جدا ہوگا۔ پوست کھینچا جائیگا۔ اگر ہاتھی کی ہڈیاں اور فولاد کا پہلو بھی ہو تو اس بار سے بوسیدہ ہوجائیگا۔ پھر فرمایا کہ دنیا دشمن ہوجائیگی تمہارا دوست و غمخوار کوئی نہ رہیگا۔ حتی کہ تمہارے جامہ کا بندھی دشمن ہوجائیگا۔ لیکن دل و جان کو بےفکر ولاوبال رکھیں کیوں کہ حق تمہاری طرف ہے۔

اور ایک روایت ہے کہ:۔

(۹) نقل است درفرہ از گوشہ دیوار ام المومنین بی بی بونجیؓ پائے مبارک میاںؓ دیدند کہ از فضل حق بسیار اسوار بود بحضور امام علیہ السلام بطریق رمزعرض کردند کہ میرانجی پائے ہائے میاں سید خوندمیرؓ ہ اسوار ادمیراں علیہ السلام فرمود آرے بی بیؓ از برائے بار ولائے مصطفیٰؐ پایہاے میاں سید خوندمیرؓ اسوار کردہ اند (تاریخ سلیمانی جلد ثانی)

روایت ہے کہ فرہ میں دیوار کے کونے سے ام المومنین بی بی بونجی رضی اللہ عنہا نے میاں سید خوندمیرؓ کے پیر دیکھے کہ اللہ کے فضل سے بہت ہی مضبوط قوی ہیں۔ انھوں نے امام علیہ السلام کی حضور میں رمز کے طور پر عرض کیا کہ میرانجی میاں سید خوندمیرؓ کے پیر کس قدر مضبوط ہیں؟ میراں علیہ السلام نے فرمایا ہاں بی بیؒ ولایت مصطفیٰؐ کا بار (اٹھانے) کے لئے میاں سید خوندمیرؓ کے پیر مضبوط بنائے گئے ہیں۔

چونکہ بار ولایت کی توضیح میں حضرتؑ نے پہلے ہی ''بدلہ ذات'' فرما دیا تھا اس لئے بی بیؓ کے جواب میں صرف ''برائے بار ولایت'' فرمانا کافی ہوگیا۔ اور ایک روایت ہے کہ:۔

(۱۰) بعد از رحلتِ امام علیہ السلام در چھار و پنج ایام دوسہ بار تاکید تمام سادات کبیر میاں سید خوندمیرؓ را معلوم کردہ شد کہ شما متوجہ بملک گجرات شدید تا بکاریکہ نسبت شما کردہ ایم آنجا ظھور خواھد شد. پس بندگیمیاں ایں معاملہ پیش میراں سید محمودؓ اظہار کردند ثانی مھدیؓ بعرض میاں جواب باصواب ادا کردند کہ از روح پر فتوح آنحضرتؐ بدانچہ مامور و موکد ھستید بکنید. (مطلع الولایت)

حضرت امام علیہ السلام کی رحلت کے چار پانچ دن بعد دو تین مرتبہ تاکید کے ساتھ سادات کبیر بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کو حضرت امام علیہ السلام کی روح پرفتوح سے معلوم کیا گیا کہ تم ملک گجرات کا ارادہ کرد کیوں کہ جو کام تم سے منسوب کیا گیا ہے وہاں ظہور پائیگا۔ پس بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے اس معاملہ (خواب) کو سید السادات میراں سید محمود رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ آنجنابؓ نے یہ جواب با صواب دیا کہ آنحضرتؐ کی روح پرفتوح سے جس چیز پر آپؓ مامور ہیں اور جس کی تاکید کیگئی ہے وہی عمل کریں۔

اس روایت میں ''تابکاریکہ نسبتِ شما کردہ ایم آنجا ظہور خواہد شد'' کے الفاظ اسی بار امانت کی طرف دلالت کررہے

ہیں۔جسکی خبر پہلے دیجا چکی تھی۔اور''سوانح مہدی موعودؑ''میں بھی یہ روایت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ:۔''روایت ہے کہ بعد رحلت فرمانے جناب سیدنا مہدی علیہ السلام کے ایک ہفتہ کے اندر جناب صدیقؓ کو امام علیہ السلام کی روح مبارک سے معلوم ہوا کہ تم یہاں سے گجرات چلے جاؤ کیوں کہ اسمیں مقصود خدا ہے قاتلوا وقتلوا جو خاص تمہارا منصب ہے گجرات ہی میں اس کا سرانجام ہوگا۔اسی طرح جناب سید محمود خلف ارشد جناب سیدنا مہدی موعودؑ کو بھی معلوم ہوا۔جناب سید خوندمیرؓ نے اس معلومات کو جناب سید محمودؓ سے بیان کیا۔آپؓ نے کہا مجھکو بھی اسی طرح معلوم ہوا ہے''(سوانح مہدی موعودؑ ۲۱ ایاب ا حصہ دوم)

(۱۱) اور حضرت سید محمودؓ جب فرہ مبارک سے واپس آئے تو حضرت سید خوندمیرؓ بھی آپؓ کے دائرہ میں آئے تھے۔ حضرت سید محمودؓ نے ان کو واپس کرتے وقت جو کچھ بیان فرمایا اس کا ایک جملہ یہ بھی ہے کہ:۔

مانیک خواہ شما ایم گفتہ ما بکنید کہ حضرت میرانؑ بر شما بار قاتلو اوقتلوا دادہ اند اگرچہ نزد با باشید آں را امکان محال است (پنج فضائل)	میں آپؓ کا خیر خواہ ہو میرے کہنے پر عمل کرے کیونکہ حضرت مہدی علیہ السلام نے آپ پر قاتلو او قتلوا کا بار رکھا ہے اگر میرے پاس رہو گے تو اس کا امکان محال ہے۔

ہم جتنی روایات بیان کی ہیں ان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ حضرت سید خوندمیرؓ حامل بار امانت بدلہ ذات مہدی موعودؑ ہیں۔ اور جلیل القدر صحابہ کرامؓ کے اسمائے مبارک ان روایات مے بحیثیت راوی مذکور ہیں جن کو اس بات کا علم تھا۔مثلاً حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ۔حضرت سید خوندمیرؓ صدیق ولایت۔حضرت شاہ نعمتؓ۔حضرت شاہ دلاورؓ۔حضرت میاں یوسفؓ۔ حضرت ام المومنین بی بی بونجیؓ۔اور خصوصاً آیت فالذین ھاجروا الخ کے بیان میں حامل بار امانت کی مہتم بالشان خصوصیات بیان ہونے لگیں تو صحابہ کرامؓ میں اشتیاق پیدا ہوگیا تھا کہ حامل بار امانت کون ہیں معلوم کیا جائے اور جبکہ حضرت شاہ نعمتؓ اور حضرت میاں یوسفؓ اور حضرت ام المومنین بی بی بونجیؓ کے سوال کے جواب میں حضرت سید خوندمیرؓ کی تخصیص صریح ہوگئی تو کیا ان کثیر مشتاقان خصوصیت سے یہ بات پوشیدہ رہ سکتی تھی؟ جب کہ سب کا ایک جگہ رہنا سہنا تھا اور سب راز و نیاز رکھتے تھے اور باہم شیر و شکر تھے!!!

اس کے علاوہ حضرت سید خوندمیرؓ کو اپنے پاس سے روانہ کرتے وقت حضرت سید محمود ثانی مہدیؓ نے جو وجہ بیان فرمائی اور حضرت شاہ نعمتؓ سے حضرت شاہ دلاورؓ نے جو تصریح و تخصیص بیان فرمائی کیا یہ اس امر کا بین ثبوت نہیں ہے کہ خبر شہادت کا علم حضرت سید خوندمیرؓ کے سوائے دوسرے جلیل القدر صحابہؓ کو بھی تھا۔اور حضرت مہدی علیہ السلام کے وصال کے بعد جس وجہ سے حضرت سید خوندمیرؓ نے گجرات کا سفر اختیار کیا تھا لازماً اس سے بھی وہاں کے صحابہؓ وغیرہ ضرور واقف ہو چکے تھے۔اصول حدیث میں ایک ضابطہ یہ ہے کہ جب کوئی روایت ضعیف ہو اور متعدد طریقوں سے اس کی روایت پائی جائے تو وہ حَسَن کے درجہ میں شمار کیجاتی ہے اور یہاں ضعف کے شائبہ کا ذکر ہی کیا جب کہ خبر متواتر المعنی احادیث کے مماثل درجہ پایا

جارہا ہے۔ پس خبر شہادت حضرت سید خوندمیرؒ خبر مشہور و قطعی الصدور و قطعی الدلالۃ کی شان رکھتی ہے۔

اگر اصول حدیث در جال کے مذکور الصدر ثبوت سے نظر ہٹالی جائے اور صرف ان روایات کو پیش نظر رکھا جائے جن میں حضرت سید خوندمیرؒ کے خلاف' بعض صحابہؓ کی تحریر پائی جاتی ہے تو اس لحاظ سے بھی خبر شہادت پر کوئی نقص وارد نہیں ہوسکتا اس کی توضیح آگے روایت (۱۵۱ , ۱۷۶ , ۱۷۷) کے تحت بیان کیجائیگی۔

''خبر قتال'' حجت مہدیت ہونے کی بحث :

حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ کے والد ماجد حضرت بندگمیاں سید یوسفؒ نے ''مطلع الولایت'' میں حضرت مہدی علیہ السلام کا فرمان نقل کیا ہیکہ :-

پس حق سبحانہ وتعالیٰ کہ سمیع وبصیر وعلیم حقیقی است شمارا لائق و قایل گردانیدہ ایں بار (ولایت) نہادہ است لیکن ہشیار باشید کہ ایں بار ولایت محمدی است۔ سر برود کمر بہ شکند و پوست بکند۔ دراں وقت ذات شما تنہا یکطرف بود و ہمہ عالم یک طرف شود انشاء اللہ تعالےٰ پیش یک ذاتِ شما ایں ہمہ منہزم شوند ایں آیت مہدیت من است چنانچہ جنگ بدر حجت نبوت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بود۔ (مطلع الولایت)

اللہ تعالیٰ جو سمیع وبصیر وعلیم حقیقی ہے تم کو لائق اور قابل بنا کر یہ بار ولایت تم پر رکھا ہے لیکن ہشیار ہو کیوں کہ یہ ولایت محمدیہ کا بار ہے۔ سر جائیگا۔ کمر ٹوٹے گی۔ پوست کھینچا جائیگا۔ اس وقت صرف اپنے خدا ہی سے مدد چاہنا۔ پھر آپؑ نے فرمایا کہ اگر اس (جنگ کے) روز تم اپنی ذات سے تنہا ایک طرف ہوں اور تمام دنیا (تمہارے مقابلہ میں) دوسری طرف ہوتو انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری ایک ذات کے آگے یہ سب ہزیمت اٹھائیں گے یہ میری مہدی کا معجزہ ہے جیسا کہ جنگ بدر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

سوانح مہدی موعودؑ میں بھی اسی مضمون کی روایت ہے عنوان یہ دیا گیا ہے کہ ''پہلے دن کی فتح کی بشارت جس پر صحت و علالت مہدیت موقوف رکھی گئی۔'' اور ''ایں آیت مہدیت من است'' کا ترجمہ ''یہ بات بندہ کی مہدیت کی نشانی ہے کیا گیا ہے۔ (سوانح مہدی موعودؑ ۱۵۹)۔ اخبار مغیبہ کا یقینی علم حاصل ہونا طاقت بشری سے خارج ہے اس لئے خبر مغیب کو معجزات میں شمار کیا گیا ہے کیونکہ یہ بالکل لطف وعطائے الٰہی پر منحصر ہے ہم نے علم غیب کی بحث میں اس مسئلہ کو واضح کیا ہے۔ لیکن مذکورۃ الصدر روایت کی حیثیت عام خبر مغیب سے بہت بڑھی ہوئی ہے کیونکہ پہلے دن کی فتح کو صداقت مہدیت کی حجت قرار دیا گیا ہے۔ اعجاز کی اس نوعیت کو علما کی اصطلاح میں تجدی کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا وقوع ضروری ہوتا ہے اسی طرح خبر شہادت کا وقوع حضرت سید خوندمیرؓ ہی کی ذات پر ہونا مخصوص و ضروری تھا۔ اگر اس قتال میں دوسرے کوئی صحابیؓ شریک ہوجاتے تو یہ خبر مغیب جس کے صدور کو امامنا علیہ السلام نے حجت مہدیت قرار دیا تھا' بادی النظر میں مشتبہ رہجاتی اور رائے عامہ' شرکا رمعاصرین (صحابہؓ) منقسم ہوجاتی!!!۔ یہی نکتہ حضرت بندگمیاں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں موجود ہے جو آپؑ نے بندگمیاں رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس سے رخصت کرتے وقت فرمایا'' اگر چہ

نزد ما باشید آنرا امکان محال است''، یعنی اگر میرے پاس رہو گے تو (خبر قتال کے وقوع) کا امکان محال ہے'' یہ روایت آگے گذر چکی اسی لئے وقوع قتال کے زمانہ میں منجانب اللہ ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ حضرت سید خوند میرؓ کے معاصرینؓ (صحابہ مہدی موعودؑ) اور امرأ اور رؤسا سے کوئی شریک نہو سکے۔

بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ صدیق ولایتؓ نے بھی جنگ کی تیاری کے وقت اس امر کو باحتیاط تمام ملحوظ رکھا ہے کہ صرف آپؓ کے فقراء و خلفاء ہی اس میں حصہ لے سکیں۔ صاحب تاریخ سلیمانی نے لکھا ہے کہ:۔

بداں اے عزیز! کہ ذکر نام ملک راجیدر شہیدان کھانبیل و در شہدائے سدراسن و در زخمیاں یافتہ نشد ایں عجب است ہر کرا صحت ایں نقول باشد دریں درج کند۔ بداں اے عزیز! کہ ذکر نام ملک راجے نہیم جاگیردار موضع بجانہ اند کہ بخدمت صدیق ولایت بندگی بیشتر داشتہ اند اگر دریں وقت حاضر شدہ باشد و صدیق، رضای رفتن دادہ باشند واللہ اعلم جہت ایں کہ دراں روز در مقاتلہ محض فقرا باشند و کسے از امرا نباشند۔ (تاریخ سلیمانی جلد دوم)

اے عزیز تو واقف رہ کہ ملک راجے کا نام شہدائے کھانبیل میں درج نہیں ہے اور نہ شہدائے سدراسن میں اور نہ زخمیوں میں ہے۔ یہ عجیب بات ہے جس کو بصحت معلوم ہو یہاں درج کردیں۔ اے عزیز! واضح ہو کہ ملک راجے نہیم جاگیردار موضع بجانہ ہیں۔ صدیق ولایتؓ کی خدمت و بندگی میں بہت زیادہ رہے ہیں اگر اس (جنگ کے) وقت وہ حاضر بھی ہوے ہونگے تو صدیق ولایتؓ نے ان کو چلے جانے کی اجازت دیدی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ اس لئے کہ اس مقاتلہ میں صرف فقراء رہیں امرا سے کوئی نہ رہنے پائیں۔

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:۔

اگر کوئی کہ ھباوجود چنداں مھدویاں کہ بردو مظفر فائق و غالب باشند و بخدمت بندگیمیاں جز صد کس بدرجہ غزاو شہادت شامل نہ شدند چہ سبب بود؟ بداں اے عزیز ! اگر چہ ھزاراں مصدقاں بودند اما مقبول در قاتلو و قتلوا وقت قبول شدن سر مطھر صدیقؓ اسم صد بود. پس دیگراں بایں نعمت سراپا کرامت چوں ممتاز و سرفراز شوند (تاریخ سلیمانی)

ترجمہ : اگر تم کہو کہ مہدوی تو اتنے تھے کہ دو مظفر پر فائق و غالب آسکتے تھے اور میاںؓ کی خدمت میں بجز سو آدمی کے کوئی غزا و شہادت میں شامل نہیں ہوئے اس کا کیا سبب ہے؟ اے عزیز! تو واقف ہو جا کہ اگر چہ ہزار ہا مصدقین تھے لیکن قاتلو و قتلوا (کی مخصوص بشارت) میں جس وقت صدیق ولایتؓ کا سر مبارک قبول ہوا ہے صرف ایک سو سر شریک قبولیت تھے پس دوسروں کو اس نعمت سراپا کرامت سے ممتاز و سرفراز ہونے کا موقع کیسے مل سکتا تھا!!!

اسی طرح حضرت ملک شرف الدین کا واقعہ بھی ہے:۔

حضرت سید خوند میرؓ مقابل کی فوج کو مار بھگا دینے کے بعد واپس ہو رہے تھے کہ ملک شرف الدین مسلح باقاعدہ اسی

سواروں کے ساتھ مدد کو پہنچ گئے۔ایک طاقتور شاہی فوج کے مقابلہ میں چند فقرا کو فتح مند دیکھکر حیران ہوگئے اور افسوس کرنے لگے کہ خود اس سعادت سے محروم رہ گئے۔حضرت صدیق ولایتؓ نے فرمایا ملک شرف الدین! رنج وافسوس نہ کرو۔ تمہارے دیر سے پہنچنے میں خدا کی مصلحت یہ تھی کہ پہلی جنگ صرف بندہ اپنے چند فقرا کے ساتھ فتح کرلے تا کہ خلیفۃ اللہ کی پیشنگوئی پوری ہوجائے۔اگر تم شریک ہوجاتے تو ہماری اس فتح کو تمہاری امداد کی طرف منسوب کیا جاتا!!! لیکن اب دنیا دیکھ لیگی کہ اس کے بعد کی جنگ میں تمہاری امداد کے باوجود ہماری شہادت ہوجائیگی۔

پہلی جنگ اس خصوصیت کی مقتضی تھی کہ امراء وروسا شریک نہ ہونے پائیں کیوں کہ اس جنگ میں از روے خبر مغیب' حضرت صدیق ولایتؓ کو صرف غیبی قوت کے تحت فتح حاصل کرنا ضروری تھا اگر کسی دوسری طاقت سے مدد پہنچ جاتی تو آپؓ کی فتح کا حقیقی اثر معلوم کرنا عوام کے لئے دشوار ہوجاتا۔اسی طرح بعد کی جنگ اس خصوصیت کی مقتضی تھی کہ صحابۂ مہدی موعودؑ سے کوئی شریک نہوں تا کہ قتال میں بدلۂ ذات کی جواہیت ہے حضرت صدیق ولایتؓ ہی کی ذات سے مختص رہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعد کی جنگ میں جو امراء ورؤسا پہنچ سکے ان کو شریک ہونے کی اجازت دی گئی۔لیکن اس کے باوجود آپؓ کی شہادت پر جنگ ختم ہوئی۔

غرض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے اسباب بنتے گئے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی پیشنگوئی' قدرت کی کھلی نشانیوں کیساتھ ظہور پائی اور صداقت مہدیت کا ایسا قطعی ثبوت پیش ہوا کہ کسی کو انکار یا تاویل کی سرِ مو گنجایش نہ رہی جس کی وجہ بلا اختلاف' اس وقت سے آجتک سب اس امر میں متفق ہیں کہ خبر قتال کے مظہر اور بدلۂ ذات سے متصف حضرت سید خوندمیرؓ سید الشہدا ہی ہیں۔حضرت مہری رضی اللہ عنہ کے دیوان کا ایک مصرعہ یہ ہے:۔

حجت مہدی بروشد تمام

نیز صاحب مطلع الولایت نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

بواسطۂ احتمال حجت حضرت مهدی علیه السلام بندگیمیاں رضی الله عنه از آیات و بینات ِ آں ذات گشتند (مطلع الولایت)	حضرت مہدی موعودؑ کی حجت (معجزہ) کے حامل ہونے کی وجہ حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ بھی حضرت مہدی علیہ السلام کی آیت وبینات (معجزات) سے ہوگئے ہیں۔

نیز فرمایا کہ:۔ صفت چارمی کہ " قاتلوا و قتلوا هست بواسطه سید خوندمیرؓ درو جود آید و از و قائم شود و بد و قوت گیرد و خاصه او باشد و برو حجت مهدی ختم گردو پس او از جمله خواتم گشت (مطلع الولایت)

مہدی علیہ السلام کی چوتھی صفت جو" قاتلو اوقتلوا" ہے وہ حضرت سید خوندمیرؓ ہی کے ذریعہ ظاہر ہوگی۔اس کے ظہور سے حجت قائم ہوگی دین کو قوت حاصل ہوگی۔اور یہ صفت خاص سید خوندمیرؓ سے ظاہر ہوگی اور آپؓ ہی پر وہ حجت مہدیؑ پوری ہوگی (پیشنگوئی پوری ہوچکی) پس اس لئے آپؓ کی ذات منجملہ خواتم خاتم حجت مہدیؑ ہے۔

اور حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

چنانچہ آں صادق الوعد خبر دادہ بود ہمچناں من وعن وقوع یافت وحجت مہدی علیہ السلام براں معجزہ تمام شد دریں یک معجزہ چندیں معجزہ بر ثبوت مہدیتِ حضرت مہدی علیہ السلام صادر شدہ است (افضل المعجزات)

اس مخبر صادق نے جس طرح خبر دی تھی مِنْ وعَنْ وقوع پذیر ہوئی مہدی علیہ السلام کی حجت اس معجزہ پر پوری ہوئی اور اس ایک معجزہ میں کئی معجزے حضرت مہدی علیہ السلام کی مہدیت کے ثبوت میں صادر ہوئے ہیں

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے خبر شہادت میں پہلے دن کی فتح کو بطور "تحدی" اپنی صداقت مہدیت کی حجت فرمایا ہے۔اور متقدمین ومتاخرین نے بلا اختلاف "حجت" تسلیم کیا ہے۔اگر یہاں "شرط ومشروط" کا مقدمہ قائم کیا جائے تو یہ منشاء فرمانِ امامنا علیہ السلام کے صریح مغائر اور بالکل اپنی جانب سے پیدا کی ہوئی غیر متعلق بات ہوگی کیونکہ "حجت" یا "آیت" اور "شرط ومشروط" میں از روے تعریف ومحل استدلال آسمان وزمین کا فرق ہے۔اور اس سے نفس فرمان کی تردید لازم آئیگی نہ کہ کسی اور کی!! بلا جو قطعی ناممکن ومحال ہے۔اس لئے کہ صدہا دلائل وبراہین اور ہزار ہا آیات وبینات سے حضرت مہدی علیہ السلام کے دعوے مہدیت کی صداقت ثابت ہوچکی تھی پیش آنیوالی ایک دو حجتوں تک جن کا وقوع حیات پاک کے بعد ہونے کی خبر دیگئی تھی آپؑ کی صداقت پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا تھا۔اور نہ اس وقت کے مومنین کے قلوب ڈگمگا سکتے تھے۔بلکہ ان کثیر علامات ودلائل ومعجزات اور صحبت کیمیاء اثر اور احکام وتعلیمات کی وجہ آپؑ کی صداقت اور آپؑ کے اخبار مغیبہ پر مومنین صادقین کے قلوب میں یقین واثق ہوچکا تھا کہ بیشک ایسا ضرور ہوگا کیونکہ **هدی المتقين الذين يومنون بالغيب** مومنین ہی کی شان ہے۔

ہاں جب اس حجت کا وقوع ہوجاتا ہے تو منکرین کے معاوضہ کے لئے مومنین کے قلوب پر مزید اطمینان ہوتا اور مزید تائید کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ آج بھی مومنین کے لئے وقوع قیامت اور دوبارہ زندہ ہونا وغیرہ اخبار مغیبہ پر ایمان رکھنا لازم بلکہ از روے آیات واحادیث یہ بھی داخل شرط ایمان ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ بھی اس کے متعلق قرآن مجید میں مذکور ہے کہ:۔

اذ قال ابراهیم رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تو من قال بلی لکن لیطمئن قلبی قال فخذ اربعة من الطیر فصرهن الیک ثم اجعل علی کل جبل منهن جزء ثم ادعهن یاتینک سعیاط واعلم ان الله عزیز حکیم (بقره)

جب ابراہیمؑ نے کہا اے میرے رب مجھے دکھا کہ تو مردے کو کس طرح زندہ کرتا ہے فرمایا کیا تو ایمان نہیں لایا۔ابراہیم نے کہا کیوں نہیں (بیشک ایمان لایا ہوں) لیکن اس لئے کہ میرا قلب مطمئن ہوجائے ۔فرمایا چار پرندے لو اور ان کو (پال کر) سدا لو(تا کہ تمہاری آواز کو پہچاننے اور تمہارے بلانے پر آنے کی عادت ہوجائے)اور ان(کو ذبح کر کے تکڑے تکڑے کر کے باہم ملا کر اس میں) کا ایک ایک حصہ ایک ایک پہاڑ پر رکھدو اس کے بعد اُن (پرندوں) کو پکارو تمہاری طرف دوڑتے چلے آئیں گے۔اور اچھی طرح جان لو۔(یقین کرلو) کہ بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ہے۔

مفسرین کا بیان ہے کہ اس حکم کی بناء پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چار پرندوں کا انتخاب کیا۔ کوّا۔کبوتر۔مرغ۔مور۔ان چاروں کو سدانے کے بعد ذبح کر کے تکڑے تکڑے کردیئے باہم ملا کر چاروں طرف چار پہاڑوں پر ان تکڑوں کا ایک ایک حصہ رکھ دیا۔اس کے بعد انھوں نے جس جانور کو پکارا اس کے اجزا ایک جگہ جمع ہوگئے اور وہ زندہ ہوکر آپکی طرف بھاگتا ہوا آیا۔

اس اہم واقعہ کے قطع نظر آیۂ شریفہ میں جو امور صراحتہً موجود ہیں ۔عقل سلیم رکھنے والوں کے لئے بہت کافی ہیں۔ **وابعث بعد الموت حق** (مرنے کے بعد زندہ ہونا حق ہے)جو ایمان مفصل کا ایک جز ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سوال اسی سے متعلق ہے۔یہ بات داخل ایمانیات ہونے کا بدیہی ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساتھ ہی سوال فرمایا کہ **اولم تو من** ۔(کیا تو ایمان نہیں لایا؟)حضرت ابراہیمؑ نے فوراً جواب دیا۔بلیٰ (کیوں نہیں۔یعنی بیشک اس پر ایمان لایا ہوں) اس کے بعد سوال کا سبب بیان کرتے ہیں کہ **لیطمئن قلبی** (تا کہ میرا قلب مطمئن ہوجائے)اللہ تعالیٰ نے اطمینان قلب حاصل ہونیکی وہ صورت ان کو بتلائی جس کا ذکر آیۂ شریفہ میں ہے اور جس کا واقعہ مفسرین نے بیان کیا ہے۔اور ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا کہ **واعلم ان الله عزیز حکیم** (یقین کرلو کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے) یہاں اپنی شان قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے جو لفظ لائے گئے ہیں انتہا درجہ قوت بیان کے حامل ہیں اور خصوصاً اس موقع پر عزیز وحکیم کے لفظ انتہائی بلاغت واسرار کے مظہر ہیں۔اس مختصر توضیح سے ظاہر ہے کہ وقوع واقعہ سے قبل ایمان لانا اور وقوع کے بعد اس ایمان پر اطمینان کا اضافہ ہونا یہ دو امور ایسے ہیں کہ جنکو ایک الوالعزم پیغمبر نے پیش کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تکمیل فرمائی ہے۔

اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے وصال کے بعد لحد مبارک میں اپنا جسد اطہر نہ پائے جانے اور حضرت

سید خوند میرؓ پر بحیثیت بدلہ ذات' قاتلوا وقتلوا کا ظہور ہونے اور اس مقاتلہ میں پہلے روز اگرچہ کہ تمام دنیا کے لوگ مقابل ہوجائیں حضرت سید خوند میرؓ کی فتح ہونے اور بعد میں شہید ہوجانے' جسد اطہر کے تین حصے کئے جانے کی جو خبر دی اور اس کے وقوع کو آیت یا حجتِ مہدیت جو فرمایا اس پر سب مومنین نے کامل ایمان لایا اور یقین کرلیا کہ بے شک ایسا ہوگا۔ جب کہ امامنا علیہ السلام کے وصال کے بعد لحد مبارک میں جسد اطہر وانور نہ پایا گیا۔ اور وقوع قتال حضرت سید خوند میر صدیق ولایتؓ کے وقت پہلی جنگ میں باقاعدہ مسلح طاقتور شاہی جرار فوج کو چند بے سروسامان صاحبِ فقر و فاقہ نفوس قدسیہ کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی اور دوسری جنگ میں بعض امراء و مسلح سواروں کی امداد صاحبِ فقر و فاقہ نفوس قدسیہ کے مقابلہ میں ہزیمت ہوئی اور دوسری جنگ میں بعض امراء و مسلح سواروں کی امداد کے باوجود حضرت صدیق ولایتؓ کی مع رفقا شہادت ہوگئی اور جسم مبارک کے تین حصے کئے جاکر چاپانیر' پٹن' سدراسن تین جگہ سپرد خاک کئے گئے تو اس وقت ان سب مومنین پر جو قبل وقوع ایمان لا چکے تھے۔ مزید اطمینان سے مشرف ہونے کا موقع حاصل ہوا۔ اور منکرین کے مقابلہ میں آخری مہتم بالشان حجت قائم ہوئی۔

آیت کی عمومیت و خصوصیت:

مخفی مباد کہ آیت **فالذین ھاجروا اخرجوا من دیارھم الآیۃ** ۔ قیامت تک ہر مومن ان صفات کا مصداق ہوسکتا ہے یہاں خصوصیت کی بحث جو کیگئی وہ اس لحاظ سے ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام' انسانِ کامل اور تابع تام ہیں اس لئے آپؑ میں بھی ان صفات کا بدرجہ اتم پایا جانا ضروری ہے۔ تین صفات تو پوری ہوچکی تھیں چوتھی صفت اس وجہ سے کہ مہدی موعودؑ پر کوئی قوت غالب نہیں آسکتی' باقی رہ گئی۔ جس کی تکمیل کیلئے حضرت سید خوند میرؓ کو منجانب اللہ منتخب کیا گیا اور اسی لئے آپ کے مراتب بلند کئے گئے۔ حضرت سید خوند میرؓ کی شہادت دو حیثیتوں کی حامل ہے ایک بدل صفتِ مہدی موعود علیہ السلام' دوسری یہ کہ بحیثیت مومن خود ان کی صفت بھی اس میں شامل ہے چنانچہ روایت ہے کہ:۔

''مہدی علیہ السلام نے **فالذین ھاجروا اخرجوا من دیارھم الآیۃ** کے بارے میں بیان فرمایا کہ یہ آیت بطور اصالت اصحاب و تابعین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف کے بارے میں ہے اور مہدیؑ کی جماعت میں جو لوگ ان اوصاف سے متصف ہوں گے ان کو بھی اس آیت کا شرف حاصل ہے اس آیت شریفہ پر بیان ہوچکنے کے بعد میاں سید خوند میر رضی اللہ عنہ' آئے تو حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا' اس بے چارے سید پر تو چہا چہا ہوگا؟ کیا کیا نہوگا!! (روایت ۱۹۸)

ملاحظہ ہو اس روایت سے عمومیت و خصوصیت دونوں پہلو واضح ہورہے ہیں۔ حاصل یہ کہ زیر بحث مضمون میں زیادہ تر خصوصیت و اہمیت بدلہ ذات حضرت مہدی علیہ السلام کے لحاظ سے ہے۔ اور پہلی جنگ کی فتح تو صداقت مہدیتؑ کا معجزہ ہے جس طرح کہ جنگ بدر کی فتح حضرت خاتم النبین علیہ السلام کا معجزہ تھی اور اس حجت مہدیت کا ظہور صرف حضرت سید خوند میرؓ کی ذات سے مخصوص و مقدر تھا اس لئے قدرۃً ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ آپ کے چند مخصوص فقرا و خلفا کے سوائے

صحابہ مہدی موعودؑ سے کوئی بھی اس جنگ میں شریک نہ ہوسکے۔اور کتبات اِختلاف جن کا بیان آگے آئیگا وہ بھی انھیں اسباب میں سے ہیں۔

اسباب جنگ ومختصرواقعات: اسباب جنگ کے بارے میں حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے جوتوضیحات بیان فرمائی ہیں روایات ۱۷۶ تا ۱۸۷ میں ملاحظہ کیجاسکتی ہیں جن سے واضح ہوگا کہ مہدویوں پر وہ وہ مظالم ڈھائے گئے کہ اللہ کی پناہ'ان باخدا بزرگوں کی جھونپڑیاں جلادی گئیں۔بعض کوزندہ دیوار میں چنوادیا گیا۔بعض کولوہے کی سلاخوں سے پیشانیوں پر داغا گیا۔جتنی سختیاں وبے رحمیاں ممکن تھیں کیگئیں۔اور یہ جوکچھ ہوا کلمہ گوعلماوحکام نے محض طاقت ورعونت کی نشہ میں کیا ہے۔ اس کے علاوہ علمانے فتویٰ بھی جاری کردیا تھا کہ ایک مہدوی کا قتل کئی رہزنوں کے قتل کے ثواب کے برابر ہوگا۔اوراس پر عمل بھی شروع ہوگیا۔اس وقت حضرت سید خوندمیرؓ نے ایک استفتا جاری کیا کہ:۔

''اللہ ورسول پر ایمان لانے والے اوران کے احکام پرعمل کرنے والے مسلمانوں کے قتل کا فتویٰ کوئی صادر کرے تو اس مفتی پر کیا حکم ہے؟''

اس کے جواب میں علمانے فتویٰ دیا کہ ''خودمفتی لایق قتل ہے'' نیز قرآن مجید میں بھی صاف صریح آیت ہیکہ

من قتل مظلوماً فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف فی القتل ( )	جوشخص مظلوم قتل کیا جاے ہم نے اس کے ولی کوحاکم بنایا ہے پس قتل میں اسراف نہ کیا جائے۔

اس روایت کی رو سے شہداے مظلومین کا انتقام اور دین متین کی حفاظت ضروری تھی اس لئے حضرت صدیق ولایتؓ نے ان مفتیوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا جنھوں نے مہدویوں کے قتل کے فتوی پر دستخط کئے تھے جب اس پرعمل شروع ہوا تو علماوقاضیوں میں ہیبت وپریشانی پیدا ہوگئی۔ناتجربہ کارنوجوان' سلطان مظفر حاکم وقت کو غلط واقعات باور کرائے گئے۔ سلطنت وحکومت کیلئے خطرہ محسوس کرایا گیا۔ہزاروں حیلے ایسے اختیار کئے کہ فوج کے نام صدیق ولایتؓ اور آپؓ کے دائرہ کے فقرا کے قتل وتاراج کا حکمنامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ۱۲ رشوال ۹۳۰ھ میں چہارشنبہ کے دن عین الملک کی سرکردگی میں ہزاروں کی تعداد رکھنے والی باقاعدہ مسلح فوج نے حملہ کیا۔اسقدر اہتمام اس لئے کیا گیا کہ تین لاکھ مریدوں کے پیر سے مقابلہ تھا۔امراورؤساوعساکر'اکثر مہدوی ہوچکے تھے انکی شجاعت واستقامت اورایمانی قوت شہرۂ آفاق تھی۔

لیکن یہاں علماوقاضیوں اورعہدہ داران فوج کے اندازے کے بالکل برخلاف بے سروسامان اورفقروفاقہ میں رہنے والے ساٹھ فقرا کی جماعت اس جرارفوج کے مقابلہ میں پائی گئی۔فوج کے توپ خانے ہاتھی گھوڑے پیدل کی جوترتیب تھی اس کواس چھوٹی سی جماعت کے مقابلہ میں غیر ضروری سمجھکر فوجی عہدہ دار نے ترتیب بدل دیئے اور پیدل فوج کوسامنے رکھنے کا حکم دیا۔اس جنگ میں غیبی قوتوں کے عجیب عجیب کرشموں کا ظہور ہوا ہے۔صدیق ولایتؓ نے اپنی تلوار نیام سے چار انگل کھینچی تھی کہ اِلہام خداوندی ہوا۔کیا دیکھتے ہیں کہ آسمان پر ہزاروں فرشتے اسی طرح شمشیر بکف ہیں آپؓ نے منشاء

خداوندی کو سمجھ لیا اور تلوار کو نیام میں رکھ لی۔ نیزہ ہاتھ میں لے لیا نیزہ ٹوٹ گیا تو کوڑا لیا۔ کوڑا کیا تھا غضب وقہر کا مظہر تھا۔

زد پر کوئی آگیا تو پھر چھوڑا ہے چھٹکار دیا ہے خوب سر توڑا ہے

گھوڑے کو مع سوار دو ر کرکے رہا کہنے کو یہ کوڑا ہے مگر تھوڑا ہے؟!

(استاذی المتیؔ مرحوم)

بندگیمیاںؓ پر منکشف تھا کہ یہ وقت غیبی قوت کے ظہور کا ہے تا کہ حجت مہدی موعودؑ پر پوری ہو۔ اس لئے آپؓ نے تلور رہتے ہوئے منشاء ایزدی کے تحت صرف نیزے اور کوڑے پر اکتفا کیا۔ اور بفضل خدا کافی ہوگیا۔ اور میدانِ جنگ میں اس قدر انقلاب برپا ہوا کہ فوج کی توپوں کی زد اور جنگی ہاتھیوں کی روندل خود اسی فوج کی تباہی کا باعث ہوئی۔ مختصر یہ کہ تائید غیبی نے جنگ کا نقشہ فقرا کی حیرتناک فتح سے بدل دیا۔ یہاں تک کہ فقرا کی جماعت نے دو میل تک تعاقب کیا!!! بھاگی ہوئی فوج کا کچھ حصہ دائرے کی طرف سے گزرا تو اس نے دائرے کے محافظ بے سروسامان بے ہتیار چالیس فقرا کو شہید کر دیا۔

حضرت سید خوندمیرؓ اپنی جماعت کیساتھ فاتح ومنصور واپس آئے تھے کہ ملک شرف الدین' مسلح و با قاعدہ اسی (۸۰) سواروں کے ساتھ مدد کو پہنچ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ جنگ ختم ہوچکی لیکن اتنی بڑی جرار فوج کے مقابلہ میں چند فقرا کی فتحمندی کیساتھ!!! "ملک بہت رنج وافسوس کرنے لگے کہ وہ اس سعادت سے محروم رہ گئے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جنگ کو صرف فقرا سے مخصوص رکھنے میں تائید غیبی یہ بھی ہوئی کہ اس دن جو جنگ ہوئی اس کا علم مہدویوں کو عام طور پر نہ ہونے پایا ورنہ لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے اور ایک غضبناک جنگ ہوجاتی کیوں کہ خود حضرت سید خوندمیرؓ کے تخمیناً تین لاکھ مرید تھے۔

فاقہ دلا! سنا ہے شہِ خوندمیر کا فاقہ بھی تین لاکھ مریدوں کے پیر کا

(استاذی المتیؔ مرحوم)

غرض حضرت شاہ خوندمیرؓ نے فرمایا ملک شرف الدین کیوں رنج کرتے ہو اس کے بعد کی جنگ میں تمہارا حصہ ہے۔ تمہارے دیر سے پہنچنے میں اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ تھی کہ آج کی جنگ' صرف بے سروسامان فقرا فتح کرلیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ کی پیشنگوئی پوری ہو۔ اگر ہماری اس جنگ میں تم شریک ہوجاتے تو ہماری اس فتح کو تمہاری امداد کی طرف منسوب کیا جاتا!!! اب دنیا دیکھ لیگی کہ اس کے بعد کی جنگ' تمہاری امداد کے باوجود ہماری شہادت پر ختم ہوگی۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بھاگی ہوئی فوج پھر مجتمع ہوئی۔ نئی تیاریوں کیساتھ بمقام سدراسن ۱۴؍شوال ۹۳۰ھ جمعہ کے دن دوبارہ حملہ آور ہوئی اس جنگ میں حضرت شاہ خوندمیرؓ اور آپؓ کے اکثر ساتھی شہید ہوگئے۔ اور تین جگہ آپؓ کے جسد مبارک کی تدفین عمل میں آئی۔ اس طرح حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے پہلے دن کی ملاقات کے بعد ایک سو سروں کیساتھ حضرت سید خوندمیرؓ کے سر کی قربانی رب العزت نے جو قبول فرمائی تھی وہ امانت ادا ہوچکی۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم**

واقعاتِ جنگ اور ہمعصر مورخین:

گجرات کی کتب تواریخ میں اس مہتم بالشان واقعہ کا ذکر جو نہیں پایا جاتا ہے اس کی حقیقت ''مروت سکندری'' کے اس بیان سے واضح ہوسکتی ہے:۔

مخفی نہ ماند کہ مظفر شاہی در وقت سلطنت و بادشاہی مظفر شاہ تالیف یافتہ واحمد شاہی در زمانِ حیات احمد شاہ ومحمود شاہی در آوان بقاے سلطان محمود مظفر شاہی و بہادر شاہی در وقت وجود سلطان مظفر وسلطان بہادر ظاہر است کہ مولفین ہر کدام چشم صلہ و پاس خاطر آنحضرت داشتہ اندازیں جہت تواریخ مذکور اشتمال بر تمام حقایق احوال ندارند۔ غیر از قصہ کہ مشتمل بر مدح باشد دراں تواریخ تحریر نیافتہ (مروت سکندری)	مخفی نہ رہے کہ مظفر شاہی مظفر شاہ کی سلطنت کے زمانہ میں تالیف ہوئی اور احمد شاہی احمد شاہ کی زندگی میں اور محمود شاہی سلطان محمود کے زمانہ میں اور مظفر شاہی و بہادر شاہی سلطان مظفر وسلطان بہادر کے زمانہ میں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہر کوئی مولف بنظرِ صلۂ حاکم وقت کا پاس خاطر رکھا ہے اس لئے تواریخ مذکورہ تمام حالات و واقعات پر مشتمل نہیں ہیں۔ بجز مدح کے قصوں کے اور کوئی بات نہیں پائی جاتی۔

ایسی صورت میں خوشامد پرست مورخین یہ کیسے لکھ سکتے تھے کہ سلطان مظفر کی کثیر فوج نے بندگیمیاں سید خوندمیرؓ کی قلیل وبے سروسامان جماعت سے ہزیمت اٹھائی ہے۔ بلکہ ممکن تو یہ تھا کہ اس کے برخلاف لکھتے!! معاصر مورخین کا سکوت' اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اظہار حقیقت میں معذور تھے اور خلاف حقیقت لکھنے کی بھی انھوں نے جرءت نہ کی۔

اسبابِ جنگ کے بارے میں بعض صحابہؓ کا اختلاف یا مشورہ:

روایت ۱۵۱، ۱۷۶، ۱۷۷ میں حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ سے جن صحابہؓ کی مخالفت اور کتبہ کا ذکر ہے یہ مخالفت ایسی نہیں جیسی کہ حضرت علی وحضرت معاویہ وحضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے درمیان پائی گئی تھی۔ اور جس طرح ان حضرات میں سے کسی ایک کے متعلق' عقیدت کی ذراسی کمی بھی خسارہ' ایمان وآخرت کا باعث ہوسکتی ہے اسی طرح ہم کو یہاں بھی ڈرنا ہے کیوں کہ ان میں سے ہر ایک کیلئے جلیل القدر مناقب وبشارات' حضرت مہدی علیہ السلام نے بیان فرمائے ہیں اس لئے دل میں شبہ اور دامن خیال پر دھبہ نہ آنا ہی شان ایمان ہے۔

سب صحابہؓ باہم بے حد اخلاص ومحبت رکھتے تھے۔ اور ان کو بجز مسائل دینیہ کے کسی اور امور سے سروکار نہ تھا۔ کتبہ مخالفت کا جن صحابہؓ سے تعلق تھا ان سب حضرات نے حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کا شرف بیان قرآن تسلیم کیا ہے اور بیعت بھی کی ہے۔ روایت ۲۳۵، ۲۵۵ میں اس کا بیان موجود ہے ملاحظہ کیا جائے۔ اور پنج فضائل میں بھی اسی مضمون کی روایت بیان ہوئی ہے جس میں مخالف علما سے مناظرہ کی صورت میں مہدی علیہ السلام کا ثبوت کس طرح پیش کیا جائے۔ اس بارے میں گفتگو درج ہے اس گفتگو میں حضرت بندگیمیاں شاہ نظامؓ وحضرت بندگیمیاں شاہ نعمتؓ وحضرت بندگیمیاں شاہ دلاورؓ وحضرت بندگیمیاں ملک جیؓ وغیرہ شریک تھے۔ اس روایت کی آخری عبارت یہ ہے:۔

پس بندگی میانؓ فرمودند که بصدقه خوندکار ما از جمله قرآن از هریک حرف از الف تا سین ذات حضرت میران علیه السلام را ثابت بصحت رسانم پس همه اصحاب بیعت کردند و گفتند که کسے را اس حجت است ازمیان ما بزرگ است (پنج فضائل

پس بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے فرمایا کہ ہمارے خوندکار (حضرت مہدی علیہ السلام) کے صدقہ سے قرآن مجید کے ایک ایک حرف (الم) کے الف سے (والناس) کے سین تک مہدیت ذات میراں علیہ السلام کا ثبوت دوں گا۔ پس تمام صحابہؓ نے بیعت کرلی اور فرمایا کہ جس کے پاس ایسی محبت ہو وہ ہم میں بزرگ ہیں۔

آپؓ کے بیان قرآن کی خصوصیت، روایت ۱۳۵ سے ظاہر ہوسکتی ہے جسمیں یہ جملہ بیان ہوا ہے کہ:۔

بعد از مراقبه در از بندگی میان سید خوندمیرؓ چشم کشاده فرمودند که دانسته بودم که چه بیان کنم لیکن همیں زمان حضرت رسول الله صلی الله علیه وسلم آمده مصحف بدست بنده داده فرمودند که بیان کن (روایت ۲۳۵ ھ)

طویل مراقبہ کے بعد بندگی میاں سید خوندمیرؓ نے آنکھ کھولکر فرمایا میں سمجھا تھا کہ کیا بیان کروں لیکن اسی وقت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف فرما ہوکر قرآن شریف اس بندے کے ہاتھ میں دیکر فرمایا کہ بیان (قرآن) کرو۔

اور ایک روایت حضرت شاہ قاسم مجتہد گروہؒ نے بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کا بیان قرآن وہی ہوتا تھا جو حضرت مہدی علیہ السلام سے آپؓ نے سنا اور سمجھا ہو:۔

نقل است بندگی میان رضی الله عنه در بیان کلام الله آیتے را بیان نه کردند زیرا که معنی آن آیت از زبان حضرت میران علیه السلام یاد نه بود بعد از مدتے حضرت میران علیه السلام در مکاشفه حضرت بندگی میانؓ را فرمودند که سید خوندمیر ما حصل ایں آیت بنده چنین گفته است پس بندگی میانؓ بطریق حکایت گفتند الخ (دلیل العدل والفضل)

روایت ہے کہ بندگیمیاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ نے بیان کلام اللہ کے وقت ایک آیت کا بیان نہ کیا۔ کیوں کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اس آیت کا جو مطلب بیان فرمایا تھا آپؓ کو یاد نہ رہا۔ ایک عرصہ بعد حضرت مہدی علیہ السلام نے بحالت مکاشفہ، بندگی میاںؓ سے فرمایا کہ سید خوندمیرؓ! بندہ نے اس آیت کا مطلب بیان کیا ہے۔ پس بندگیمیاں نے بطور روایت بیان کیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ آپؓ کا بیان قرآن وہی ہوتا تھا جو آپؓ نے حضرت امامنا علیہ السلام کی زبانِ مبارک سے سنا اور سمجھا ہو اس لئے جو تفسیر آپؓ کی ثابت ہوئی اس پر مہدی علیہ السلام کی تفسیر ہونے کا اعتقاد لازم ہوجاتا ہے۔ اسی خصوصیت اور اسی شرف کی وجہ آپؓ کے معاصرین نے آپؓ کی فضیلت کا اعتراف کیا اور بیعت بھی کی ہے۔

اس حقیقت کی بناء پر کتبہ سے متعلقہ روایات کو غلط ٹھیرانا بھی اصول منقول کے خلاف ہے کیوں کہ وہ روایات نقلیاتِ

حضرت بندگی میاں عبدالرشیدؓ وانصافنامہ وغیرہ معتبر کتابوں میں موجود ہیں ہم یہاں ایسی تفصیلات پیش کریں گے جس سے معلوم ہوجائیگا کہ اس اختلاف کا تعلق کس حدتک' کب تک اور کیوں تھا۔

''روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں سید خوندمیرؓ نے معاملہ (خواب) دیکھا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا وصال ہوگیا ہے اور بعض صحابہؓ ان سے مخالفت کررہے ہیں۔اس کے بعد آپؓ نے اس واقعہ کو حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ تم نے دیکھا' ایسا ہی ہوگا۔تم پر بے دینی ثابت کریں گے تم استقامت سے رہو۔حق تمہاری طرف ہے یہ لوگ رجوع کریں گے۔(روایت ۲۵)

اسی مضمون کی روایت ''انصافنامہ باب (۱۷) میں اور ''مطلع الولایت'' میں بھی درج ہے اور ایک دفعہ حضرت سید خوندمیرؓ نے فرمایا:۔

''لیکن خدائے تعالیٰ ان کو رجوع کا موقع عطا فرمائیگا اور اس مخالفت پر افسوس کریں گے کیونکہ ان لوگوں کے حق میں حضرت مہدی علیہ السلام نے بشارتیں فرمائی ہیں۔ یہ لوگ مبشر مہدی علیہ السلام ہیں۔ خدائتعالیٰ ان کو خطا پر مُصِر نہ رکھیگا''۔(روایت ۱۷۶)

ان روایات سے ظاہر ہے کہ بعض صحابہؓ کی مخالفت' اچانک نہیں پیش آئی بلکہ پہلے ہی منجانب اللہ اسکی خبر ہوچکی تھی۔ اور یہ ہونا مقدر تھا ہوکررہا۔جو ہوا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے اور اسی کی مصلحت کے مطابق ہوا لیکن مخالفت کی ان روایات کی وجہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کی اس پیشنگوئی پر جسے آپ نے بطور تحدی و حجت مہدیت' بندگی میاںؓ کے واقعہ شہادت کے متعلق بیان فرمائی۔ بحیثیت اصول و مراتبِ روایت کوئی نقص نہیں وارد کیا جاسکتا۔ کیونکہ کتبہ زیر بحث کا نظر غایرٔ سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں کہیں ایسا کوئی لفظ موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوسکے کہ حضرت سید خوندمیرؓ کے حامل بار امانت اور بدلہ ذات ہونے کے بارے میں کسی نے کوئی اختلاف کیا ہو!!! اس کا پورا مضمون محولہ نمبر کی روایت میں دیکھا جاسکتا ہے۔

کتبہ مذکور الصدر کچھ الفاظ کی کمی وبیشی کے ساتھ انصافنامہ کے قلمی نسخوں میں بھی پایا جاتا ہے اور حال کے مطبوعہ نسخہ میں بھی درج ہے (ملاحظہ ہو باب ۱۶) اور میاں سید نور محمدؒ بن میاں سید محمودؒ جدّ خاندان اہل اکیلی کے ہاتھ کا نقل کیا ہوا انصافنامہ کا جونسخہ ہے اس میں زیادہ واضح عبارتیں ہیں اور اصحاب کتبہ کی شرح دستخط بھی درج ہیں۔

غرض اس تحریر سے ظاہر ہے کہ اختلاف کا تعلق خبر قتال' حضرت صدیق ولایت کے حق میں ہونے یا نہونے سے نہیں ہے بلکہ موقع ومحل اور اسبابِ جنگ پر اختلاف ہے۔اور اس کی بنا تین امور بیان ہوئے ہیں۔(۱) منکر مہدی کو کافر نہ کہنا چاہئیے۔حالانکہ آیت وحدیث کے تحت حکم کفر کو خود ان حضرات نے کتبہ میں درج فرمایا ہے لیکن صرف اعتقاد کافی قرار دیا ہے۔(۲) حُکمِ اخراج کی تعمیل کرنی چاہئیے حضرت مہدی علیہ السلام کا عمل یہی تھا۔(۳) کلمہ گو سے قتال درست نہیں۔

اصحاب کتبہ کا یہ مشورہ یا اختلاف فرامین حضرت مہدی علیہ السلام کے غیر مطابق تھا اس لئے حضرت سید خوندمیرؓ نے اس کتبہ کے ملاحظہ کے بعد فرمایا: ''ایشاں از اقرارِ مہدیت برگشتہ اندرجوع باید کرد'' یعنی یہ لوگ اقرار مہدیت سے برگشتہ ہوگئے ہیں انھیں رجوع کرنا چاہیئے ۔ نیز فرمایا کہ: ''بندہ را معذور دارید کہ ہر وقت کہ کسے سخن مہدی علیہ السلام را تاویل و تحویل کند حلم بندہ نمی ماند'' ۔ یعنی بندہ کو معذور رکھو جس وقت کہ کوئی شخص مہدی علیہ السلام کے فرمان میں تاویل وتحویل کرتا ہے تو بندہ کا حلم باقی نہیں رہتا ہے۔

(۱) انکار مہدی کفر ہونے کے باب میں جو فرامین و روایات مذکور ہیں اور توضیحات کے حصہ میں ان روایات پر آیات و احادیث اور اصول استخراج احکام کے لحاظ سے جو استدلال کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوسکتا ہیکہ اس مسئلہ میں حضرت سید خوندمیرؓ کا موقف کیا تھا۔ اس کے علاوہ بعد میں انکار کفر ہونے پر بحیثیت اجماع سب صحابہؓ میں اتفاق ہو چکا اور محضرے بھی ہوئے ہیں ۔ چنانچہ محضرہ حضرت بندگیمیاں شاہِ دلاورؓ نہایت واضح و بادلیل ہے جو حال میں طبع ہو کر شایع ہو چکا۔ جس میں استادنا محمد سعادۃ اللہ خانصاحب کی عالمانہ تصریحات بھی ہیں۔

(۲) اعتراض کا دوسرا نقطہ حکمِ اخراج کی تعمیل نہ کرنا ہے۔ اس بارے میں بھی بندگیمیاںؓ کا موقف واضح ہے۔ کیونکہ مستند روایات سے ثابت ہے کہ آپ کوئی مقامات پر اخراج کا حکم دیا گیا اور آپ اس کی تعمیل کرتے رہے۔

بست وسہ سال میں کیا قہر ہے چوبیس اخراج　　سبقتیں لے گئے مظلوم وہ سیاروں پر
(المتّی مرحوم)

اس کے علاوہ حضرت مہدی علیہ السلام کے ایسے عمل کی نظیر بھی موجود ہے کہ آپ نے حکم اخراج پر عمل کرنے سے انکار کردیا تھا روایت ہے کہ:۔

بادشاہ سندہ خواست کہ از ملک خود اخراج نماید قاضی را فرستادہ گویانید کہ فرمان بادشاہ است کہ ازیں جا بیشتر شوید . حضرت امام علیہ السلام فرمودند کہ فرمانِ بادشاہ تو ترا است قاضی گفت کہ اطاعتِ الوالامر لازم است آنحضرت فرمودند حالانکہ تو قاضی هستی بگو کہ شر طهائے الوالامر دربادشاہِ تو هستند؟ اگر با حکام شرعیہ اور الوالامر ثابت کنی تا بندہ بر گفتہ او فی الحال برود........ (قاضی) گفت اگر کسے در ملکِ خویش جاند هد پس چہ باید کرد فرمودند بگوئی کہ ملک سندہ ازاں بادشاہِ سندہ است و قطعہ گجرات ازاں آمر اوست. وبوم خراسان ازاں حاکم او همچنیں هر ملکے وهر شهرے وهر دیهے را بزعم خود هر کسے حکم وراثت وارد پس اند کے زمین خدائے را بنمائید کہ خالص مر خدائے را باشد تا آنجابندگان خدا محض خدائے را عبادت کنند... فرمودند کہ بادشاہ خود را بگو کہ بجز فرمانِ خدائے تعالیٰ هر گزاز جائے نہ روم پس اگر تو با جمیع لشکر و شوکت خود بیائی انشاء اللہ تعالیٰ بندہ

بایک خدائے خویش بر تو غالب آید ..الخ (مطلع الولایت)

ترجمہ : بادشاہ سندھ نے اپنے ملک سے آپ کے اخراج کا ارادہ کیا اور قاضی کے ذریعہ کہلوایا کہ بادشاہ کا فرمان ہے کہ یہاں سے آگے چلے جائیں حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا تمہارے بادشاہ کا فرمان تمہارے لئے ہے ہمارے بادشاہ کا حکم جس وقت ہوگا ہم آگے چلے جائیں گے۔ قاضی نے کہا کہ الوالامر کی اطاعت لازم ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حالانکہ تم قاضی ہو۔ کہو کہ تمہارے بادشاہ میں الوالامر کی کونسی شرائط موجود ہیں اگر احکام شرعیہ کی رُو سے تم الوالامر ثابت کردو گے تو بندہ اسی وقت چلا جائیگا۔۔۔(قاضی نے) کہا اگر کوئی اپنے ملک میں جگہ نہیں دیتا ہے تو کیا کرنا چاہئیے ؟ آپ نے فرمایا کہ ملکِ سندھ' سندھ کے بادشاہ کا ہے خطہ گجرات' حاکم گجرات کا۔ خراسان کی سرزمین وہاں کے حاکم کی ہے اس طرح ہر ملک ہر شہر اور ہر قریہ پر ہر ایک اپنے اپنے زعم میں وراثت کا حکم جتلاتا ہے۔ پس تھوڑی سی زمین ایسی بتلادو جو خاص خدائےتعالیٰ کی ہوتا کہ خدا کے بندے وہاں صرف خدا کی عبادت کرسکیں۔۔۔۔ فرمایا جاؤ اپنے بادشاہ سے کہو کہ ہم بجز خدائےتعالیٰ کے فرمان کے یہاں سے ہرگز نہ جائیں گے۔ پس اگر تم اپنی پوری فوج وشوکت کے ساتھ بھی آوگے تو انشاء اللہ تعالیٰ بندہ اپنے ایک خدا سے تم پر غالب آجائیگا۔۔۔الخ

یہ روایت طویل ہے ہم نے یہاں ضرورۃً خاص خاص حصے نقل کئے ہیں جس سے معلوم ہورہا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے بعض موقعوں پر حکم اخراج پر عمل کرنے سے انکار کردیا ہے۔ کیوں کہ آپ جو کچھ کرتے خدائےتعالیٰ کے حکم کے بغیر نہ کرتے تھے اور حضرت سید خوندمیرؓ کو بھی اس وقت ایسی ہی صورت پیش آگئی تھی چنانچہ روایت ہے کہ:۔

معلوم باد کہ چونکہ لشکر منکرانِ حق باستعداد تمام آمدہ گویند ازیں ولایت بروید کہ علما فتویٰ دادہ اند اگر نہ روند قتل کنید. بعدہ میاں سید خوندمیرؓ فرمودند کہ کرت و مرت مارا کشید ند مار ختم و دریں کرت مرا از حق تعالیٰ واز رسول علیہ السلام واز مہدی علیہ السلام اذن شدہ است بدیں عبارت الا ان القضیٰ فقد مضیٰ ان صبرت فانک ماجوروان حذرت فانک مھجور.......الخ (روایت ۱۷۵)

واضح ہو کہ مخالفین کی فوج جب پوری تیاریوں کے ساتھ آئی تو (افسروں نے) کہلایا کہ اس مملکت سے چلے جاؤ۔ کیونکہ علما نے فتویٰ دیدیا ہے کہ اگر نہ جائیں تو قتل کردیئے جائیں۔ اس کے بعد میاں سید خوندمیرؓ نے فرمایا کہ ہم کو بارہا کھینچ کر (باہر کیا جاتا رہا) اور ہم اخراج قبول کرتے رہے۔ اس دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور حضرت رسول علیہ السلام وحضرت مہدی علیہ السلام کی طرف سے بار بار حکم ہورہا ہے کہ خبردار!! جو ہونا ہے ہوکر رہیگا اگر تم صبر کروگے تو اجر پاؤگے اگر ڈر جاؤگے تو (اللہ سے) دور ہوجاؤگے۔

ہم نے یہاں بقدر ضرورت اس روایت کا ایک حصہ درج کیا ہے۔ کتاب نقلیات میں یہ روایت پوری دیکھ لی جائے تو مزید معلومات ہوں گے اور اندازہ ہوسکیگا کہ اس وقت بندگیمیاں کا موقف کیا تھا۔ اور آپ نے حکم اِخراج کی تعمیل جو نہیں فرمائی کس قدر اقتضائے دین کے عین مطابق تھا۔

(۳) اسی طرح کلمہ گویوں سے قتال پر اعتراض کے بارے میں بھی آپ نے توضیح فرمادی ہے چنانچہ کتبہ معترضہ کے ملاحظہ کے بعد آپ نے جواب میں یہ روایت بھی سنائی کہ:۔

''ایک روز ایک عالم حضرت مہدی علیہ السلام سے بحث کر رہا تھا اور کسی طریقہ سے بھی تفہیم نہ پا رہا تھا اس وقت حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ دلیل وعلم سے تفہیم قبول نہیں کریں گے۔اپنے دست مبارک سے تلوار بلند کر کے فرمایا کہ ان کیلئے اب یہ رہ گئی ہے اگر خدائتعالیٰ حکم دیتا تو میں ان لوگوں سے جزیہ وصول کرتا۔ یہ جزیہ دہندہ کے حکم میں ہیں'' پس ہمیں چاہئیے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر اعتقاد رکھیں اس میں تاویل نہ کریں (روایت ۱۷۶) اوراسی لئے حضرت بندگیمیاں عبدالرشیدؒ نے توضیحاً تحریر فرمایا ہے کہ:۔

''واضح ہو کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے اس آیت کے حکم سے **ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاء ہ جھنم خالدین فیھا** (یعنے جو شخص، مومن کو عمداً قتل کرے گا اس کی جزا جہنم کی آگ ہے جسمیں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیگا۔) مومن کے قاتل کو دائمی جہنمی فرمایا ہے۔اگر مفسیرین نے کوئی اور تفسیر بیان کی ہے تو وہ کیا ہے۔معلوم کرو۔محض تصدیق کی وجہ فقرا کے قتل کا فتویٰ دینوالے اور اس فتویٰ پر عمل کرنے والے بے ایمان اور دائمی دوزخی ہیں (اس لحاظ سے) میاں سید خوندمیرؓ نے کلمہ گویوں پر جو فتویٰ دیا زوال ایمان کے بعد دیا اس لئے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔(روایت ۱۸۶)

اس کے علاوہ مہدویوں کے قتل کا فتویٰ جاری کرنے والے مفتیوں کے بارے میں اسی مخالف جماعت کے علما سے آپؓ نے فتویٰ بھی حاصل کرلیا تھا۔نیز بلحاظِ اسباب، حضرت سید خوندمیرؓ مخالفین کی دعوت جنگ کو قبول کرنے پر جس قدر مجبور کردیئے گئے تھے ''اسباب وواقعات جنگ'' کے تحت مختصراً بیان کیا جاچکا ہے۔

فی الحقیقت کتبہ زیر بحث میں بنائے اعتراض، کلمہ گو کو کافر کہنے سے متعلق ہے۔حکم اخراج کی تعمیل نہ کرنا اور کلمہ گویوں سے قتال جایز ہونا یہ اسی کے ذیلی مسائل ہیں۔اور جب کہ انکار مہدیؑ کفر ہونا ازروے آیات واحادیث وفرامین مہدی علیہ السلام ثابت ہے تو پھر اس بارے میں بندگیمیاںؓ پر ابتداء جو کچھ اعتراض ہوا وہ خود بخود مرتفع ہوجاتا ہے اور یہ اختلاف یا مشورہ چوں کہ بالکل عارضی وموقتی اور محض منشائے خدائے قدیر کے تحت تھا۔اس لئے جب حجت مہدیؑ پوری ہوچکی۔اور شہادت تکمیل پاچکی تو قدرت کی جانب سے جو حجاب عارض کئے گئے تھے تکمیل مصلحت کے بعد اُٹھادیئے گئے جس کے بعد اصحابِ کتبہ نے خود اِعتراف کیا اور اپنے اختلاف یا مشورہ کے مقابلہ میں بندگیمیاںؓ کے عمل ہی کو حق بجانب قرار دیا۔چنانچہ روایات ذیل اس امر کے شاہد ہیں:۔

بعد از مدتے میاں دلاورؓ از حق تعالیٰ معلوم کردند آنچہ سید خوندمیرؓ کردہ اند ہمہ حق است وبر آیت قاتلو او قتلوا عمل کردند (روایت ۱۷۸)	ایک مدت کے بعد میاں دلاورؓ نے اللہ تعالیٰ سے معلوم کیا کہ سید خوندمیرؓ نے جو کچھ کیا سب برحق ہے اور انھوں نے قاتلو او قتلوا آیت پر عمل کیا ہے۔

اورحضرت بندگیمیاں عبدالرشیدؒ نے مولف انصافنامہ حضرت میاں ولی جیؒ کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے کہ:۔

ایں بندہ کہ جمع کنندہ منقولات است مسمی به ولی می گوید خدائتعالیٰ شاھد است که میاں دلاورؓ بحضور ایں بندہ فرمودند

یہ بندہ جمع کنندہ منقولات مسمی بہ ولی کہتا ہے کہ خدائے تعالیٰ گواہ ہے کہ میاں دلاورؓ نے اس بندے کی موجودگی

کہ ما با سید خوندمیرؓ رشک کر دیم وھر وقت که میاں سید خوندمیرؓ مایاں ایشاں یا ومی آیند سینه بنده سوزدو افسوس بسیار کرده می شود (روایت ۱۷۸)

میں فرمایا ہے کہ ہم نے سید خوندمیرؓ کے ساتھ رشک کیا۔ جس وقت میاں سید خوندمیرؓ ہم میں یاد آتے ہیں بندہ کا سینہ جلنے لگتا ہے اور بہت افسوس ہوا کرتا ہے۔

بعد از مدتے میاں ملک جیوؓ در جالور آمدند و فرمودند اگر کسے دامن بنده بگیرد بنده بر عمل و قول کے میاں سید خوندمیرؓ کرده اند و گفته اند حجت بدھم آنچه در کتبھائے دین نبشه اند میاں سید خوندمیر کرده اند هیچ خلاف نه کردند (روایت ۱۵۰)

ایک مدت کے بعد میاں ملک جیوؓ جالور میں آئے اور فرمایا کہ اگر کوئی بندہ کا دامن پکڑلے تو بندہ اس قول وفعل کو جو میاں سید خوندمیرؓ نے کیا ہے ثابت کریگا کہ دین کی کتابوں میں جو باتیں لکھی گئی ہیں میاں سید خوندمیرؓ نے وہی کیا اور کوئی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔

یہ روایت انصافنامہ میں بھی مذکور ہے عبارت یہ ہے:۔

و نیز نقل است که بندگی میاں ملک جیوؓ در ناگور چھل شیاں روز باوضوماند ند که احوالِ مقدمه قتال معلوم کنند بعده یک شب معلوم شد که سید خوندمیرؓ آنچه کردند حق بود قاتلوا وقتلوا چنانچه حضرت میراں علیه السلام فرموده بودند همچناں شد. بعد ہ‘ ملک جیوؓ فرمودند اگر کسے دامن بنده بگیرد هر جا که بندگی سید خوندمیرؓ قدم نهاد آں را حجت بدهم آنچه در کتبها نوشته بودند سید خوندمیرؓ کردند هیچ خلاف نه کردند (باب ۱۶)

نیز روایت ہے کہ بندگی ملک جیوؓ ناگور میں چالیس دن رات باوضو رہے تا کہ مقدمہ قتال کے حالات منکشف ہوں اس کے بعد ایک رات معلوم ہوا کہ سید خوندمیرؓ نے جو کچھ کیا حق تھا۔ قاتلوا وقتلوا (کے بارے میں) جیسا کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا۔ ملک جیوؓ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص بندہ کا دامن پکڑے تو بندگی سید خوندمیرؓ نے جس جگہ کہ قدم رکھا ہے اس پر حجت پیش کریگا جو کچھ کہ کتابوں میں لکھا گیا ہے۔ سید خوندمیرؓ نے اس کے خلاف کچھ نہیں کیا ہے۔

و بعد از مدتے میاں نعمتؓ در جالور آمدند واز دکن باز گشتند و فرمودند کسانیکہ مرااز موافقت سید خوندمیر باز داشتند ایشان را خدائتعالیٰ خواھد پر سید (روایت ۱۸۱ ھ)	ایک عرصہ بعد میاں نعمتؓ دکن سے جالور میں واپس آئے اور فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھکو سید خوندمیرؓ کی موافقت سے باز رکھا ہے ان کو خدائے تعالیٰ پوچھیگا۔

یہی روایت انصافنامہ میں بھی ہے لیکن پہلا جملہ یہ ہے کہ:۔''ونیز نقل است کہ میاں نعمتؓ درموضع بھادی پور پیش ملک میاں باری وال بحضور چند طالباں فرمودند کہ کسانیکہ۔۔۔۔۔۔الخ (انصافنامہ باب ۱٦)

اب ہر شخص یہ بات واضح طور پر سمجھ سکتا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ''اختلاف امتی رحمۃ'' کے مصداق' صحابہؓ 'مہدی موعودؑ کا یہ عارضی اختلاف' حجت مہدیت یعنے' خبر قتال کی تکمیل کیوجہ مومنین کے لئے رحمت ثابت ہوا۔اوراس کے بعد رحمت کا دوسرا ظہور یہ ہوا کہ خود اصحابؓ کتبہ نے اس اختلاف کو باقی نہ رکھا گروہ مہدی موعودؑ کو اس خطرہ میں مبتلا ہونے سے بچالیا!!! جسکی پیشنگوئی حضرت سید خوندمیر صدیق ولایتؓ نے بھی کی تھی کہ:۔

''ان حضرات کو اس پر اللہ تعالیٰ مُصِر نہ رکھیگا کیونکہ ان کی شان میں حضرت مہدی علیہ السلام نے بشارتیں فرمائی''۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت وحکمت یہ بھی شامل حال رہی کہ ان کتبات کا تعلق صرف حکم کفر کی تطبیق تعبیر اور جنگ کے اسباب وموقع ومحل کی حدتک محدود رہا جس کی وجہ حضرت سید خوندمیرؓ سے متعلقہ خبر قتال' کی نوعیت کو متاثر کرنے کی ہر کوشش خود بخود باطل ہوجاتی ہے۔کیونکہ ان کتبات میں حضرت سید خوندمیرؓ کا حامل بار امانت وبدلہ ذات ہونا' بنائے بحث واختلاف نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ وہ خبر مشہور وقطعی الصدور وقطعی الدلالۃ جو حضرت مہدی علیہ السلام نے بیان فرمائی اور جو پوری پوری صادق آئی' خبر متواتر کا حکم رکھتی ہے جسکی قطعیت کا انکار نقلاً وعقلاً جائز نہیں ہے۔

توضیح در بیان امتناع تاویل وتحویل :

مولف ہدیہ مہدویہ نے عقیدہ' نہم کے تحت لکھا ہے کہ'' کلام مہدیؑ میں تاویل حرام ہے''۔۔۔۔۔۔آخر عقیدہ' شریفہ میں لکھا ہے کہ جو شخص کہ بیان مہدیؑ میں تاویل کرے وہ مخالف بیان اس ذات کا ہوگا۔''

اس کے بعد عقیدہ شانزدہم کے تحت لکھا ہے کہ:۔دوسرے یہ کہ عبارتِ قرآنی میں بعض جا توجیہ وتاویل بھی درست ہے چنانچہ ماوّ ومجاز وکنایۂ سب اقسام قرآنیہ سے ہیں۔یہاں تاویل وتوجیہ مطلقاً کفر ہے چنانچہ'' آخر رسالۂ مذکور (عقیدہ شریفہ) سے مستفاد ہے۔'' (ملخص از ہدیہ مہدویہ)

اگر ''ہدیہ مہدویہ'' کی پوری عبارت نقل کیجائے تو ہمارے موضوع سے غیر متعلق بہت سارے مسائل حل کرنے پڑیں گے اوراس کا یہ محل نہیں۔اس لئے امتناع تاویل وتحویل کا تعلق جن روایات سے ہے صرف اسی حدتک رفعِ اعتراض کیا

جائیگا۔مولف ''ہدیہ مہدویہ'' نے ''عقیدہ شریفہ'' کی عبارت سمجھنے میں غلطی کی ہے۔اصل عبارت یہ ہے۔

اے طالبانِ حق کہ مہدی را قبول کردہ اید معلوم بادکہایں احکام کہ مذکور است از اول تا آخر وقت رحلت آں ذات مادام کہ ایں بندہ در صحبتِ وے بود در ہیچ حکم از احکام تفاوت نیافتیم و بریں جملہ اعتقاد و ایمان داریم ہر کہ در بیان وے چیزے تاویلے و تحویلے کند او مخالف بیانِ آں ذات باشد" (عقیدہ شریفہ)	اے طالبانِ حق' جنہوں نے کہ مہدیؑ کو قبول کیا ہے۔ معلوم ہو کہ یہ احکام جو مذکور ہیں اس ذات (مہدی علیہ السلام) کی صحبت میں یہ بندہ ابتدا سے رحلت کے آخروقت تک رہا ہے۔کسی حکم میں کوئی تفاوت نہیں پایا ہے۔اورہم ان تمام احکام پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں جوشخص کہ مہدی علیہ السلام کے بیان میں کوئی تاویل وتحویل کریگا مہدی علیہ السلام کے بیان کا مخالف قرار پائیگا۔

اورشرح عقیدہ مسمٰی بہ رسالۂ فرایض کے آخرکی عبارت یہ ہے:۔

پس ہر مصدق را ایمان آوردن و اعتقاد داشتن و عمل کردن بران واز تاویل و تحویل آں دور بودن فرض است زیراکہ بر صحتِ ایں احکام اجماع صحابہ کرام شدہ است الخ	پس ہر مصدقِ مہدی کواس پر ایمان لانا اعتقاد رکھنا اورعمل کرنا چاہئیے اوراس کی تاویل وتحویل سے باز رہنا فرض ہے کیونکہ ان احکام کی صحت پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہوا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ امتناع تاویل وتحویل کا حکم بیان عقیدہ شریفہ میں بیان کئے ہوے احکام سے متعلق ہے۔مطلقاً تاویل حرام وکفر ہونا اس عبارت سے ''مستفاد'' کہاں ہے؟!! البتہ دوسرے مقامات پر'' انصافنامہ'' ونقلیاتِ میاں عبدالرشیدؒ وغیرہ کتابوں میں ''منع تاویل'' کا جوحکم پایاجاتا ہے وہ عام ہے اس کی حقیقت آگے بیان ہوگی۔

اس کے علاوہ مولف ''ہدیہ مہدویہ'' نے عبارت قرآنی میں بعض جا توجیہ وتاویل درست ہونے کا دعوی جوکیا اورمَاوَّل وغیرہ کو پیش جو کیا۔یہ بھی تمام اہل سنت کا متفقہ نہیں ہے۔ ''مَاوَّل'' کی تعریف علمائے اہل سنت نے یہ بیان کی ہے کہ:۔

المشترک اذا ترحج بعض معانیہ بالرای یسمی ماَوّلا.	جب مشترک کے بعض معانی کورائے سے ترجیح دی جاتی ہے تواس کو مَاوَّل کہتے ہیں۔

علامہ شمسی مرحوم نے لکھاہے کہ:۔جب ماوّل کا حصول مجتہد کی رائے پر موقوف ہے تواس کواقسام نصِ سے شمار کرنا تامل کے قابل امر ہے کیونکہ اس معنی کا حصول بعینہٖ اگر خالص نص ہے تو مجتہد کی ترجیح کی ضرورت نہیں ہے جب اس معنی کی تحصیل میں مجتہد کی رائے علت واقع ہوئی ہے تواس کی نسبت نص کی طرف بجانہیں ہے۔(حاشیہ کحل الجواہر صفحہ ۷۲ جلداول مطبوعہ)

اس سے ظاہر ہے کہ مَاوَّل رائے پر موقوف ہے اورغیر معصوم کی رائے میں خطا کا احتمال ہوتا ہے اسی لئے محققین کرام نے اس سے اعراض کیا ہے۔اس کے ثبوت میں بہت سارے اقوال وآرا۔ مجود ہیں شیخ محی الدین عربی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:۔

اعلم ان الخیر کلہ فی الایمان بما انزل اللہ والشر کلہ فی التاویل فمن اول فقد جرح ایمانہ وان وافق العلم وما کان ینبغی لہ ذالک فلا بدان یسئال کل مَاوَّل مما اولہ یوم القیامۃ (فتوحات باب ۱۹۸ھ)

واضح ہو کہ جو کچھ اللہ نے نازل فرمایا ہے اس پر ایمان رکھنے میں پوری بھلائی ہے۔ اور پوری برائی تاویل کرنے میں ہے پس جس نے تاویل کی اپنے ایمان کو مجروح کیا۔ اگر چہ کہ اس کی رائے موافق ہی واقع ہو۔ اور اس کو ایسا نہ کرنا چاہئیے۔ یہی بات حدیث قدسی میں ہے کہ "میرے بندے نے مجھے جھٹلایا اور اس کو ایسا نہ کرنا چاہئیے تھا۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس کی وجہ ہر تاویل کرنے والے سے اس کی تاویل کی نسبت قیامت کے دن ضرور باز پرس ہوگی۔

اس کے علاوہ "تاویل" کا لفظ اصطلاحاً فی الحقیقت "متشابہات" سے متعلق ومتعارف ہے اور محکم ومتشابہ کے بارے میں علمائے اکابر اہل سنت کی جو رائے ہے درج کیجاتی ہے۔

محکم کے معنی لغت میں، مضبوط اور استوار کے ہیں۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں:۔

فالعرب یقول حاکمت و حکمت بمعنی ردت منعت . والحاکم یمنع الظالھم عن الظلم و حکمۃ اللجام ھی التی تمنع الفرس عن الاضطر اب وفی حدیث النخعی احکم الیتیم کما تحکم ولدک ای امنعہ عن الفساد وقال جریر احکموا سفھاء کم ای امنعوھم . وسمیت الحکمۃ حکمۃ لانھا تمنع عما لا ینبغی (تفسیر کبیر جلد ۲ھ ۲۹۵ مطبوعہ مصر)

چھوڑنے اور روکنے کے معنوں میں عرب کہتا ہے کہ حَاکَمْتُ، حَکَمْتُ اور حاکم ظالم کو روکتا ہے۔ اور حکمت ایسی لگام ہے جو گھوڑے کو شرارت سے روکتی ہے اور حدیث مخفی ہیں کہ روکو یتیم کو برائی سے جیسا کہ تم اپنے بچوں کو روکتے ہو۔ (ملاحظہ ہوا "حکم"، "تحکم" کا استعمال روکنے کے معنوں میں ہوا ہے) اور جریر نے کہا ہے کہ تم اپنی نادانی سے بچو۔ اور حکمت کو حکمت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ غیر ضروری چیزوں سے روکتی ہے۔

اور متشابہ کے متعلق یہ لکھا ہے:۔

واما المتشابہ فھو ان یکون احدا الشیئین متشابھا لاخر یجیث یعجز الذھن عن التمیز . قال اللہ تعالیٰ فی وصف اثمار الجنۃ واتوا بھا متشابھا . ای متفق المنظر مختلف الطعوم . ویقال اشتبہ علی الامران اِذالم یفرق بینھما وقالً الحلال بین والحرام بین و بینھما امور متشابھات وفی روایۃ اخری مشتبھات وفی روایۃ اخری مشتبھات ویجتمل ان یقال انہ الذی لایعرف ان الحق ثبوتہ اوعدمہ وکان الحکم بثبوتہ مساویاللحکم بعدمہ فی العقل والذھن ومتشابھا لہ وغیر ممیز احدھما عن الأخر بمزید رحجان فلا جر م سمی غیر المعلوم بانہ متشابہ (تفسیر کبیر جلد ۲ھ ۵۹۵ھ

ترجمہ : اورلیکن متشابہ وہ ہے کہ ایک شئی دوسری شئی سے اس طرح مشابہ ہو کہ ذہن اس کے تمیز کرنے سے عاجز ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے پھلوں کی تعریف میں فرمایا ہے واتوابہ متشابھا۔ یعنے اس کے مشابہ ایسے پھل دیئے جائیں گے جو دیکھنے میں ایک معلوم ہوں اور ذائقہ میں مختلف ہوں۔ مجھ پرامر مشتبہ ہے اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ ان دونوں میں کوئی فرق معلوم نہو۔ حضرت محمد صلعم نے فرمایا۔ حلال اور حرام دونوں واضح ہیں۔ ان دونوں کے درمیان متشابہ امور ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ مشتبہ امور ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ متشابہ وہ ہے جس کے ثبوت اور عدم ثبوت کا حق ہونا معلوم نہو۔ اور عقل و ذہن میں اس کے ثبوت اور عدم ثبوت کا حکم دونوں برابر و متشابہ ہوں اور کسی وجہ ترجیح کے بغیر ایک دوسرے سے غیر ممیّز ہوں۔ اسی لئے غیر معلوم کو متشابہ کہتے ہیں۔

محکم اور متشابہ کی اس لغوی اور اصطلاحی تحقیق سے معلوم ہوا کہ محکم صاف و بین امر یا نہی ہوتا ہے۔ اور متشابہ ایسا نہیں ہوتا قرآن مجید میں محکم اور متشابہ دونوں طرح کی آیات ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ اٰیات محکمات ھن ام الکتاب واُخر متشابھات فاماالذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ . وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا . وما یذکجر الا اولی الالباب (آل عمران جز ۳ع)

وہ اللہ جس نے تم پر کتاب نازل کی۔ اس کتاب میں جو آیات محکمات ہیں وہی اصل کتاب ہیں۔ اور دوسری آیات متشابہ ہیں۔ پس جن لوگوں کے قلوب میں کجی ہوتی ہے وہی ان آیات کی طرف رجوع ہوتے ہیں جو متشابہ ہیں۔ اور انہیں فتنہ و تاویل کی تلاش میں لگے رہتے ہیں حالانکہ اُن آیات متشابہ کی تاویل بجز اللہ اور راسخین فی العلم کے کوئی نہیں جانتا اور راسخ فی العلم وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے ہے، ہم اس پر ایمان لائے۔

اس آئیہ کریمہ سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں آیات محکمات اور متشابہات دونوں ہیں۔ لیکن آیات متشابہ کی تاویل کرنے کی کوشش میں نہ رہنا چاہئیے۔ کیونکہ ان کی تاویل بجز خدائیعالیٰ اور ان لوگوں کے جو راسخ فی العلم ہیں کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے متشابہ کا علم اللہ پر چھوڑ دینا چاہئیے۔ اگر چہ کہ آیت مذکورہ کا مضمون بہت صاف ہے لیکن مزید معلومات کیلئے مفسرین ومحدثین کی جو رائے ہے وہ بھی بیان کیجاتی ہے۔

امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

فبین اللہ تعالیٰ بھذہ الآیۃ ان القران مشتمل علی محکم و علی متشابہ . والتمسک بالمتشابھات غیر جایز . (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۵۹۴)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے واضح کردیا ہے کہ قرآن کریم محکم و متشابہ آیات پر مشتمل ہے اور آیات متشابہات سے مسائل اخذ کرنا جائز نہیں ہے۔

اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں:

ان الأیۃ دلت علی ذم مبتغی المتشابہ ووصفھم بالزیغ وابتغاء الفتنۃ وعلی مدح الذین

فوضوا العلم الیٰ اللہ تعالیٰ وسلمو الیہ کما مدح المومنین بالغیب (اتقان جلد ۲ ص ۳)

ترجمہ : تحقیق کی یہ آیت، آیاتِ متشابہات کو چاہنے والے کی برائی پر دلالت کرتی ہے۔اور اس کے اس وصف پر بھی دلالت کرتی ہے کہ ایسا کرنا حق سے باطل کی طرف پھرنا ہے اور فتنہ کی تلاش کرنا ہے اور ان لوگوں کی مدح پر بھی دلالت کرتی ہے جنھوں نے ان آیات متشابہ کا علم اللہ پر چھوڑ دیا اور اسے بلا تامل تسلیم کرلیا۔اور ان لوگوں کی مدح اس مقام میں اس طرح فرمائی ہے جس طرح کہ غیب پر ایمان لانے والوں کی فرمائی ہے۔

بعض لوگوں نے آیات متشابہات سے استدلال کرنے کی جو صورتیں نکالی ہیں امام فخر الدین رازیؒ ان کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

وکل ھذا (ای صوراستدلال المتشابھات) لا یفید الا الظن الضعیف والتعدیل علیٰ مثل ھذا الدلایل فی مسایل القطعیۃ محال فلھذا. التحقیق المتین مذھبنا ان بعد اقامۃ الدلالۃ القطعیۃ علی ان حمل اللفظ علیٰ الظاھر محال. لا یجوز الخوض فی تعین التاویل فلھذا منتھی ما حصلنا ہ ھذالباب واللہ ولی الھدایۃ والرشاد (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۵۹۷)

اور یہ سب (متشابہات پر استدلال کرنے کی صورتیں) سوائے ظن ضعیف کے کوئی فائدہ نہیں دیتی ہیں اور اس قسم کے دلائل کو مسائل قطعیہ کی طرف پھیرنا محال ہے ازروے تحقیق متین ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس بات پر دلائل قطعیہ قائم کرنے کے بعد کہ لفظ کا ظاہر پر محمول کرنا محال ہے۔تاویل کے معین کرنے میں غوروخوص کرنا جائز نہیں ہے پس ہماری تحقیق کا نتیجہ اس باب میں یہی ہے اور اللہ تعالیٰ ہی صاحب ہدایت وارشاد ہے۔

ملاحظہ ہو کہ مولف ہدیہ کا تاویل درست ہونے کا دعویٰ کس حد تک درست ہے!!۔علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس باب میں چند احادیث بھی جمع کی ہیں جنمیں سے یہاں چند نقل کیجاتی ہیں:۔

اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی مالک الاشعری انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا اخاف علی امتی الا ثلاث خلال . ان یکثر لھم المال فیتحا سد وافیہ وا ان یفتح لھم الکتاب فیاخدہ المومن یبتغی تاویلہ وما یعلم تاویلہ الا اللہ (اتقان جلد ۲ ص ۴)

ترجمہ : طبرانی نے کبیر میں ابو مالک اشعری سے روایت کی ہے کہ انھوں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا میری امت کے متعلق مجھے کسی بات کا ڈر نہیں اگر ہے تو تین امور کا۔وہ یہ کہ ان کا مال بہت زیادہ ہوجائیگا اور وہ آپس میں رشک وحسد اور قتل وغارت کرنے لگیں گے اور قرآن کھولا جائیگا اور مومن اس کی تاویل کی کوشش کرنے لگے گا۔حالانکہ اس کی تاویل بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

اخرج الشیخان وغیرھما عن عائشةؓ قال تلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذہ الأیة ھوالذی انزل علیک الکتاب الیٰ قولہ اولی الالباب . قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذارء یت الذین یتبعون ما تشابہ منہ فاولئک الذین سمی اللہ فاحذرھم (اتقان جلد ۲ ص ۴)

ترجمہ : شیخینؒ (بخاری ومسلم) اوران کے سوادوسروں نے بھی بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت ھوالذی انزل علیک الکتاب کو اولی الالباب تک پڑھا بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کی کوشش میں لگے رہتے ہیں تو سمجھ لو کہ وہ وہی لوگ ہیں جنکی نسبت اللہ تعالیٰ نے فاحذرھم فرمایا ہے۔ یعنی تم ایسے لوگوں سے بچتے رہو۔

اخرج ابن مردویہ من حدیث عمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اقراٰن لم ینزل لیکذب بعضہ بعضاً فما عرفتم منہ فاعملوا بہ وما تشابہ فآمنوابہ.... فھذہ الاحادیث والأثار تدل علیٰ ان المتشابھمما لا یعلمہ الا اللہ وان الخوض فیہ مذموم . (اتقان جلد ۲ ۴)

ابن مردویہ نے عمرو بن شعیب سے اورانھوں نے اپنے باپ سے اورانھوں نے اپنے دادا سے اورانھوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ ” قرآن اس لئے نہیں نازل ہوا ہے کہ اس کی بعض آیتیں بعض دوسری آیتوں کو جھٹلائیں یعنی ایک دوسرے کی مخالف ہوں پس جن آیات کو تم نے اچھی طرح سمجھ لیا ہے ان پر عمل کرو اور جو متشابہ ہیں ان پر ایمان رکھو۔ پس یہ تمام احادیث اثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ متشابہ کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور اس میں غور وحوض کرنا بری بات ہے۔

اسی قسم کی اور بہت ساری احادیث نقل کرنے کے بعد جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ پس یہ تمام احادیث وآثار اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ متشابہ کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور نہیں غور وخوض کرنا بری بات ہے۔

مفسرین ومحدثین کی اس توضیح سے یہ امر محقق ہے کہ قرآن کریم میں محکم اور متشابہ دونوں قسم کی آیات ہیں لیکن متشابہ آیات پر صرف ایمان رکھنا چاہئیے ۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ تاویل کی کوشش جائز نہیں ہے۔ لیکن مولف ہدیہ کہتے ہیں کہ تاویل درست ہے۔ فقہا کا مسلک بھی ان کا موئید نہیں ہے۔ چنانچہ اصول فقہ میں متشابہ کی تعریف ان الفاظ میں کیگئی ہے:۔

واما المتشابہ فھو مما انقطع رجاء المراد منہ و حکمہ اعتقاد الحقیقة قبل الاصابة (نورالانوار)

متشابہ اس کلام کا نام ہے جسکی معرفت مراد کی امید منقطع ہوگئی ہو اوراس کا حکم یہ ہے کہ اس کی مراد معلوم ہونے کے پہلے ہی اسکی حقیت پر یقین رکھے۔

بلکہ بعض فقہا تو راسخین کے متعلقین بھی اختلاف کرتے ہیں کہ ان کو بھی متشابہ کی مراد نہیں معلوم ہوتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فرمان **وما یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ** کے متعلق حنفیہ کہتے ہیں کہ **مع یعلم تاویلہ الا اللہ** کا جملہ ختم ہو چکا۔ **والراسخون فی العلم یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا**" دوسرا جملہ ہے۔ اس اعتبار سے معنی یہ ہوئے کہ متشابہ کی تاویل بجز خدا کے کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ راسخ فی العلم ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔

اس ترکیب سے نتیجہ یہ نکلا کہ متشابہ کی تاویل راسخین بھی نہیں جانتے۔ اور حضرت امام شافعیؒ اور عامۂ معتزلہ کہتے ہیں کہ " **والراسخون**" کا عطف وما یعلم تاویلہ الا اللہ پر ہے۔ ایسی صورت میں راسخین فی العلم بھی تاویل جاننے والے ہوتے ہیں۔ اور "**یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا** " جملہ ہے " **والرسخون فی العلم** " کی صفت ماننا پڑیگا۔ اس اعتبار سے معنی یہ ہوں گے کہ متشابہ کی تاویل میں بجز اللہ اور **ان راسخین فی العلم** کے کوئی نہیں جانتا جو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے اور سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"۔ اس ترکیب سے نتیجہ پر نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور وہ لوگ جو راسخ فی العلم ہیں۔ متشابہ کی تاویل جانتے ہیں۔

اس اختلاف کی تطبیق صاحب نورالانوار نے اس طرح بیان کی ہے کہ "جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ راسخین متشابہ کی تاویل جانتے ہیں اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ظنی تاویل جانتے ہیں۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ راسخین تاویل نہیں جانتے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی قطعی تاویل نہیں جانتے جو واجب الاعتقاد ہو"۔

غرض مفسرین ومحدثین وفقہا کے جو شواہد ہم نے پیش کئے ہیں ان سے ظاہر ہے کہ تاویل ناجائز ہے اور خود قرآن مجید میں' تاویل کرنے والوں کی طرف قلوب کی کجی اور فتنوں کی تلاش منسوب کیگئی ہے۔ لہذا مولف ہدیہ مہدویہ نے "قرآنی عبارتوں میں تاویل درست ہونے" کا جو دعوی کیا تمام اہل سنت کا متفقہ نہیں ہے۔

جس طرح قرآن مجید میں آیات محکمات ومتشابہات ہیں اسی طرح احادیث شریفہ میں بھی ہیں اور احادیث متشابہات کا وہی حکم ہوگا جو آیات متشابہات کا ہے۔ اور یہی صورت نقلیات متشابہات کی بھی ہو سکتی ہے۔

اور جس طرح قرآن کریم میں از روے معنی محکم ومتشابہ آیات ہونے کے باوجود' کل قرآن مجید بحیثیت قطعی الصدور "محکم" ہونے کا عقیدہ رکھنا لازم ہے اسی طرح احادیث شریفہ ونقلیات مبارکہ جنکی سند صحیح ہو' از روے معنی محکم ومتشابہ ہونے کے باوجود' کل احادیث ونقلیات' کلام معصوم ہونے کی وجہ محکم ماننا لازم ہوگا۔ کیونکہ کل آیات کلام اللہ وفرامین خاتمین علیہما السلام کا قطعی الصدور ہونا محکم ہے۔ اگر چہ از روے دلالت' محکم ومتشابہ وغیرہ اقسام پائی جائیں۔ قرآن مجید میں آیات متشابہات دو قسم کی ہیں۔ بعض آیات کے معنی مطلقاً سمجھ میں نہیں آتے مثلاً حروف مقطعات۔ الم۔ حم ت۔ وغیرہ۔ حروف سے ترکیب لفظی کا فائدہ ہوتا ہے معنی کا نہیں۔ اس لئے ان حروف ومقطعات سے کوئی معنی فوراً سمجھ میں نہیں آسکتے۔

اور بعض آیات کے معنی بر بنائے لغت ومحاورہ' زبان' سمجھ میں آتو سکتے ہیں لیکن ان پر عمل واعتقاد مشکل ہوتا ہے کیونکہ وہ ظاہری معنی دوسری آیات محکمات کے موافق نہیں پاجاتے۔ جیسے ید اللہ اللہ کا ہاتھ وجہ اللہ اللہ کا منھ' الرحمٰن علی العرش استویٰ وغیرہ ۔اس قسم کی آیات کو" آیاتِ صفات کہتے ہیں۔ احادیث ونقلیات مبارکہ میں بھی دوسری قسم پائی جاتی ہے۔اور ہمارے پاس راسخ فی العلم سے مراد' بلحاظ افضلیت واولویت' علی الترتیب حضرات خاتمین علیہم السلام اور ان کے صحابہ وتابعین رضوان اللہ عنہم اجمعین ہیں اس لئے ان حضراتؓ سے جو تاویل وتطبیق بہ سند صحیح مروی ہو واجب التسلیم ہوگی۔ یہ ایسی بات ہے کہ جس پر اختلاف کی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کیونکہ امور متشابہ کی تاویل کا علم راسخین فی العلم کو حاصل ہونا آیت " **لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم** " سے ثابت ہے۔اور بحیثیت معصوم عن الخطا خلیفۃ اللہ سے بڑھکر کون راسخ فی العلم ہوسکتا ہے۔پس تاویل اگر کوئی دوسرا جان سکتا ہے تو وہ خلیفۃ اللہ کی ذات ہے اسی لئے واما التاویل! فسیاتیکم بہ الفار قلیط میں تاویل کو حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے متعلقہ پیشنگوئی میں استعمال کیا گیا ہے

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(مولٰنا رومؒ)

اور چونکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر القرون کی اتباع بھی اتباع سنت قرار دی ہے اس لئے خیر القرون (صحابہؓ وتابعین وتبع تابعین) پر بھی راسخ فی العلم کا اطلاق ہوسکتا ہے کیونکہ یہ محفوظ عن الخطا ہیں۔اس لحاظ سے ان کی تاویل بھی واجب التسلیم ہوسکیگی ۔لیکن عامۃ العلما یا عام مومنین' وجوب کے اس حکم میں داخل نہیں ہے۔کیونکہ صحبت وقربت کیوجہ صحابہؓ کے معلومات کا ذریعہ راست خلیفۃ اللہ کی ذات ہوتی ہے اور تابعین وتبع تابعین کو صحابہؓ سے استفادہ کا موقع حاصل رہتا ہے ان کے معلومات کا تعلق بالواسطہ خلیفۃ اللہ کے منجانب اللہ معلومات سے ہوتا ہے اس لئے ان کی اتباع کو اتباع سنت کہا گیا۔ اس سے قبل بعض فقہا کا یہ قول جو بیان کیا گیا کہ" راسخین فی العلم ظنی تاویل جانتے ہیں"۔اس قول کو عامۃ العلما سے متعلق سمجھنا چاہئیے ۔علامۃ العصر مولٰنا سید نصرت صاحب مرحوم نے اسی بحث کے ضمن میں تحریر فرمایا ہیکہ" ہمارے یہاں (مہدویوں کے پاس) بھی تاویل کے متعلق دو مذہب ہیں ایک سلف کا مسلک ہے جو تاویل نہیں کرتے بلکہ نفس حکم پر ایمان رکھتے اور اس کے معنی مرادی یا اس کی کیفیات وتفصیلات کو اس کے متکلم کے علم پر چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اس کی تفصیل کی لاعلمی سے ہمارے اجمالی اعتقاد میں ہرج واقع نہیں ہوتا۔حضرت میاں عبدالملک سجاوندی مہدویؒ نے اپنی کتاب سراج الابصار میں اس مسلہ کی نسبت لکھا ہے۔

مذھبنا فی المتشابھات مذھب السلف نومن بھاو لا نشتغل بکیفیا تھا متشابہات کی نسبت ہمارا مذہب سلف کا مذہب ہے اس پر ایمان رکھتا ہیں۔اور اس کی کیفیت سے بحث نہیں کرتے۔

دوسرا مذہب بعض متاخرین کا ہے جو ضرورت کے وقت تاویل جائز سمجھتے ہیں۔ گویا سلف کا مذہب تسلیم وتفویض ہے

کیونکہ تفویض اسلم ہے اور تاویل خطا سے قریب اور کمال ایمان سے بعید ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو اپنے کلام پر ایمان لانے کا حکم کیا ہے نہ اس معنی پر جو ہم نے اپنی عقل سے تاویل کر کے نکالا ہے'' الخ (کحل الجواہر در رد ہدیہ مہدویہ)

متاخرین مہدویہ میں محکم و متشابہ پر جو مباحث ہوئے ہیں ان کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت اس بحث کا راست تعلق متشابہ کی تاویل سے نہیں ہے بلکہ یہ بحث صرف اس فرمان حضرت مہدی علیہ السلام پر پیدا ہوئی جو آپؑ نے فرمایا کہ ''ورائے ترک دنیا ایمان نیست'' یعنی ترک دنیا کے بغیر ایمان نہیں ہے چونکہ اس فرمان سے ہر مہدوی کو تعلق خاطر لاحق ہوسکتا ہے اس لئے اس کی توضیح ہو جانا نہایت ضروری تھا۔ اسی لئے مذکورہ بحث پیش آئی حالانکہ اس فرمان کو متشابہات میں شامل کر کے بحث کرنیکی مجبوری دامنگیر نہیں ہے کیونکہ کسی روایت پر از روئے اصطلاح متشابہ کا حکم اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ وہ حروف مقطعات پر مشتمل ہو یا آیات صفات کے مشابہ ہو اس کی توضیح آگے ہو چکی احادیث و نقلیات میں صرف دوسری نوعیت ہی پائی جاتی ہے مثلاً حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا۔ ''جو خدا ہو وہ خدا کو دیکھتا ہے'' نیز فرمایا'' بندہ کا گوشت پوست استخواں جبتک خدا نہوں خدا نظر نہیں آسکتا'' اور فرمایا'' بندہ کو (یعنی خود آپکو) ہر روز تازہ خدا نظر آتا ہے۔'' یہ اور ایسی ہی روایات 'متشابہات میں داخل کیجا سکتی ہیں لیکن ''ورائے ترک دنیا ایمان نیست'' کی یہ نوعیت نہیں ہے۔ ولو بالفرض اس کو متشابہات سے تسلیم کر لیا جائے تو اس لحاظ سے بھی یہ معلوم کرنا ضروری ہیکہ متشابہات کے بارے میں حضرت مہدی علیہ السلام نے کس طریقہ پر رہبری فرمائی ہے۔ نقلیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہیکہ آپؑ نے بعض آیات متشابہات کے معنی ایسے خاص انداز میں بیان فرمائے ہیں کہ تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی مثلاً ید اللہ فوق ایدھم آیت قرآن پر بیان کے وقت فرمایا کہ ''دست خدا بر دست شما است'' یعنی خدا کا ہاتھ تمہارے ہاتھ پر ہے صحابہؓ نے عرض کیا مفسرین تو ''دست قدرت'' مراد لیتے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا'' ایسا نرا چہ فہم شدہ است خدائتعالیٰ فرمودہ است لیس کمثلہٖ شئی وھو السمیع البصیر خدائتعالیٰ صاحب دست است فاما مثل کسے نیست (حاشیہ شریف) یعنی مفسرین نے یہ کیا سمجھا ہے؟ خدائتعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہیکہ اس کے مانند کوئی چیز نہیں اور وہی سمیع و بصیر ہے اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو ہے مگر کسی کے جیسا نہیں۔'' اسی طرح ''ورائے ترک دنیا ایمان نیست'' کے بارے میں غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ فی الحقیقت اس فرمان کا لفظ ''ایمان' محتاج توضیح ہے اور یہ کوئی ایسی مشکل نہیں۔ کیونکہ ایمان کی جو توضیحات و تشریحات ہوسکتی ہیں انکا تنہا ''ذات خدا'' ہے۔ اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی فرمایا کہ ''ایمان ذات خدا است''۔ (روایت ۲۲۰) اس فرمان کی روشنی میں ''ورائے ترک دنیا ایمان نیست'' کا مطلب صاف ہو جاتا ہے کہ بغیر ترک دنیا کے حصول دیدار خدا ممکن نہیں اور ترک دنیا کی بحث میں یہی تعریف و تشریح واضح ہو چکی ہے۔ یہ ایسی توضیح ہے جس کو امامنا علیہ السلام کے صاف و صریح فرمان کی تائید حاصل ہے اور جس سے اختلاف کی کوئی وجہ باقی نہیں رہ سکتی!!!۔۔ بعض حضرات یہاں ایمان کامل و ناقص کی حیثیت سے جو استدلال کرتے ہیں اس صورت میں بھی متشابہ کی نوعیت کا کوئی تعلق

نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ''آیات صفات'' کی تعریف منطبق نہیں ہورہی ہے البتہ اس کو''مجمل'' کی قسم میں داخل کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ اگر اس فرمان کے دو معنی نکالے جائیں۔(۱) ''ورائے ترک دنیا ایمان (کامل) نیست یعنی ناقص است'' یا (۲) ورائے ترک دنیا ایمان مطلق (نفس ایمان) نیست یعنی کافراست'' تو اس سے کلام میں از روے معنی دو جہتیں پائی جاتی ہیں اور یہ ''مجمل'' کی صورت ہے اس کی تعریف یہی ہے کہ'' کلام میں از روئے معنی کے' وجوہ کا احتمال پیدا ہوجائے اور کسی وجہ کو اس وقت تک خاص نہیں کرسکتے جبتک کہ خود متکلم کے دوسرے بیان سے اسکی تفسیر یا تخصیص ثابت نہ ہو چنانچہ اصول فقہ میں مذکور ہیکہ:

الجمل وھو ما احتمل وجوھا فصارا بحال لا یوقف علی المراد الابیان من قبل المتکلم	مجمل وہ ہے کہ جس میں چند وجوہ کا احتمال ہو اور اس کی کیفیت یہ ہے کہ جبتک متکلم کی طرف سے بیان یا تفسیر نہ ہوجائے کسی مراد کو خاص نہیں کرسکتے۔

اس لحاظ سے فرمان مذکور میں ''ایمان کامل نیست'' یا ''ایمان مطلق نیست'' ان دو سے کسی ایک معنی کو دوسرے فرامین کی مدد سے خاص کرسکتے ہیں کیونکہ بعض آیات و روایات مجمل۔ خفی۔ مشترک۔ وغیرہ ہوا کرتی ہیں جن کی تطبیق و تخصیص آیات قرآنی یا دوسری روایات سے ہوسکتی ہے۔ لیکن اسکو متشابہ کی تاویل کی نوعیت میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ احقر کے پیرو مرشد جدامجد عالم صوری و معنوی حضرت فقیر سید محمود صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا ہیکہ:۔

''جولوگ جن نقلیات حضرت مہدی علیہ السلام میں توضیح و تشریح کی ضرورت محسوس کرتے ہوں کاشکہ تاویل کے بجائے'' تفسیر یا تطبیق کا لفظ یا کوئی اور لفظ استعمال کئے ہوتے اس صورت میں سب کو آسانی ہوتی اس قدر مجبوری وامنگیر نہوتی''۔

کیونکہ تاویل کا لفظ اصطلاحاً متشابہ کیلئے متعارف ہے جس پر قرآن مجید بھی شاہد اور مانع ہے اس لئے عام روایات کی توضیح و تشریح اور تطبیق و تخصیص کے بارے میں ''تاویل'' کا اطلاق نہ کرنا ہی اولیٰ ہے۔ حاصل کلام یہ کہ مولف ''ہدیہ مہدویہ'' نے بلا لحاظ نوعیت و خصوصیت کلام مہدیؑ میں تاویل حرام و کفر ہونے کا الزام جو عاید کیا' اس سے ان کا مقصد مہدویہ کے خلاف یہ ثابت کرنا تھا کہ ''قرآن و حدیث میں تو استخراج احکام کی سہولتیں ہیں لیکن ان کے مہدی کے کلام میں نہیں ہیں اور یہ اصول اہل سنت کے مغائر ہے۔ اس کے برخلاف ہماری اس مختصر توضیح سے ظاہر ہے کہ یہ الزام خود مولف ہدیہ کی عبارت فہمی اور استدلال کی غلطی کا نتیجہ ہے اور تاویل و تحویل کے بارے میں مہدویہ کے نظریات اصول اکابر اہل سنت کے مغائر نہیں ہیں۔

****

مختصر تذکرہ

چند حضرات کا ان اسمائے گرامی میں سے جو نقلیات مبارکہ میں آئے ہیں۔

۱۔حضرت بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ

صحابی وفرزند حضرت مہدی علیہ السلام ۔تولد بمقام جونپور ۸۶۸ھ ۔وصال ۴رمضان المبارک ۹۱۸ھ مدفن بمقام بھیلوٹ ۔علاقہ گجرات ۔رادھن پور سے تین کوس۔امامنا نے بطور تحدی یہ پیشنگوئی فرمائی تھی کہ اپنے وصال کے بعد اپنا جسد اطہر وانور لحد مبارک میں نہ پایا جائیگا اگر پایا جائے تو بندہ مہدی موعود نہیں ۔حضرت سید محمودؓ نے لحد مبارک میں لفافہ کھولا تو خالی پایا باہر آئے تو آپؓ میں امامنا کی شباہت پائی جانے لگی حضرت سید خوندمیرؓ نے فرمایا یہ ''ثانی مہدی'' ہیں۔اس وقت سے آپکا لقب ''ثانی مہدیؓ '' سے مشہور ہو گیا۔

۲۔حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ:

بدلہٗ ذات حامل بار امانت صدیق ولایت سید شہداء رضی اللہ عنہ۔داماد وصحابیؓ 'امامنا علیہ السلام۔تولد ۸۸۵ھ شہادت ۱۴رشوال ۹۳۰ھ روز جمعہ شہادت کے مزید تفصیلات حصہ توضیحات کے بیان ''قاتلوا وقتلوا'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔مدفن بمقام سدراسن۔پٹن۔چاپانیر علاقہ' گجرات۔

۳۔حضرت بندگیمیاں شاہ نظام وحدت آشام رضی اللہ عنہ۔

صحابیؓ مہدی علیہ السلام ۔تولد ۸۰۱ھ وفات ۸رذی قعدہ ۹۴۰ھ مدفن انودرہ ''کڑی'' سے تین کوس علاقہ' گجرات۔ آپؓ فاروقی ہیں۔مملکت جائس کے والی تھے۔ترک دنیا کر کے حضرتؑ کی صحبت اختیار کی ہے۔

۴۔حضرت بندگی میاں شاہ نعمت مقراض بدعت شہید فی سبیل اللہ رضی اللہ عنہ۔

صحابیؓ مہدی موعودؑ۔تولد ۸۷۴ھ شہادت ۲۲رشعبان ۹۳۵ھ مدفن بمقام لوگڈھ علاقہ بمبئی کمشٹ اسٹیشن سے (۴) کوس پر سلسلۂ کوہ سینہا دری لوگڈھ نامی چوٹی کے دامن میں ۔یہ مقام مہا گاؤں ننگم کی واڑی مشہور ہے۔

۵۔حضرت بندگیمیاں شاہ دلاورؓ

صحابیؓ مہدی موعودؑ۔عمر شریف (۸۰) یا (۸۴) وصال ۲رذی قعدہ ۹۴۴ھ مدفن بوف کھیڑہ (خاندیس) چالیس گاؤں جنکشن سے (۱۳) میل اور آگے کے اسٹیشن ''واگلی'' سے (۶) میل۔چالیس گاؤں سے دھولیہ لامین کے پہلے اسٹیشن جمدھا سے (۱۳) میل۔

۶۔ام المومنین بی بی الہداتی رضی اللہ عنہا

حرم محترم حضرت امامنا علیہ السلام ۔ وفات ۳/ذی قعدہ ۸۹۱ھ عمر شریف (۳۶) یا (۳۷) سال۔ مدفن دامن کوہِ پاداگڈھ المشہور ''ڈونگری'' چاپانیر علاقہ گجرات۔ایک توڑے کی مسجد سے قریب سمت مشریق۔تُربت کا نشان نہیں ہے۔

۷۔ام المومنین بی بی ملکان رضی اللہ عنہا

حرم محترم حضرت امامنا علیہ السلام و دختر حضرت بندگیمیاں لاڑ شہؓ صدیقی صحابیؓ امامنًا ۔آپؓ ماہر نقلیات و معانی قرآن تھیں۔ وفات حضرت بندگیمیاں سید شہاب الدین شہاب الحقؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی۔ ۹/ربیع الاول بروایتے ۹/جمادی الاولیٰ۔ مدفن بھیلوٹ۔ریاست رادھن پور۔

۸۔ام المومنین بی بی بونجی رضی اللہ عنہا

حرم محترم حضرت امامنا علیہ السلام۔آپؓ فاروقی ہیں امام علیہ السلام سے عقد ثانی بمقام ٹھٹھہ علاقہ سندھ ۹۰۸ھ میں ہوا۔وفات ۳/ربیع الاول۔مدفن احمد آباد۔علاقہ بمبئی۔

۹۔بی بی ہدتیہ اللہ عرف ہدنجی بی بی رضی اللہ عنہا

دختر امامنا علیہ السلام۔وفات ۱۳/ربیع الاول مدفن چچونڈ احمد نگر سے (۱۳) میل۔یہ بہت بڑا حظیرہ ہے۔

۱۰۔حضرت بندگیمیاں ملک جیو رضی اللہ عنہ:

صحابیؓ مہدی موعودؑ تاریخ وفات ۱۹/محرم مدفن سلار چچونڈ۔احمد نگر

۱۱۔حضرت بندگیمیاں لاڑ شہ رضی اللہ عنہ

صحابیؓ وخسر مہدی علیہ السلام۔والدام المومنین بی بی ملکانؓ وصال ۹/ربیع الاول

۱۲۔حضرت بندگیمیاں سید سلام اللہ رضی اللہ عنہ

صحابیؓ و برادر نسبتی یعنے برادر حضرت بی بی الہداتی۔وصال ۲۰/ربیع الاول مدفن بھیلوٹ۔

۱۳۔حضرت بندگی میاں ابوبکر رضی اللہ عنہ

صحابیؓ وداماد حضرت مہدی موعودؑ۔وصال ۲۶/ربیع الثانی۔مدفن فتح گڈھ۔درمیان رادھن پور و بھیلوٹ

۱۴۔حضرت بندگی میاں سید حمید رضی اللہ عنہ

فرزند امامنا علیہ السلام آپ کیساتھ ملک عبدالطیف المخاطب بہ شرزہ خاں برادر ملک شرف الدین شہید

۱۵۔بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا

دختر امامنا علیہ السلام وحرم محترم حضرت بندگیمیاں سید خوندمیرؓ عمر شریف (۵۱) سال وفات ۲ رجب ۹۲۸ھ مدفن کھانبیل ریاست بڑودہ۔

۱۶۔بی بی کدبانو رضی اللہ عنہا

حرم محترم حضرت بندگیمیاں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ صدیقی ہیں۔وفات ۲۶/رجب مدفن بھیلوٹ (گجرات)

۱۷۔حضرت بندگی میاں ملک الہداد خلیفہ گروہ رضی اللہ عنہ

امامنا علیہ السلام کے بعد پانچوں صحابہؓ سے استفاضہ کا موقع ملا ہے۔صدیق ولایتؓ سے بیعت کے بعد آپ ہی کی صحبت میں رہے ہیں اور شہادت کے بعد صدیق ولایتؓ کی اولاد و اہل دائرہ سب آپ ہی کے زیر تربیت و زیر نگرانی رہے ہیں۔تاریخ وفات ۱۴/رمضان ۹۴۵ھ مادہ تاریخ ''دل خوندمیر'' ہے مدفن نڈی آؤ جنکشن سے کپڈ ونج اسٹیشن۔وہاں سے دیڑھ میل پر ہے یہ حظیرہ چوڑی گردں کے قبرستان کے نام سے مشہور ہے۔

فہرست شہدائے بدر ولایت

بمقام کھانبیل۔ موقوعہ ۱۲؍شوال ۹۳۰ھ مطابق ۱۳؍اگست ۱۵۲۴ء روز چہارشنبہ

(۱) میاں سید یعقوب داماد قاضی خاں

(۲) میاں شاہ جی واسچی قریب احمد آباد

(۳) میاں تاجن ساکن آساولؔ قریب بھروچ

(۴) میاں تاج الدین جالوری

(۵) میاں حسام الدین پٹنی

(۶) میاں قطب الدین بن رفیع الدین

(۷) میاں کالا بن یوسف و برادر میاں ولی جی غازی مصنف انصافنامہ

(۸) میاں پیر محمد بن میاں عطا

(۹) میاں پیر محمد ملتانی

(۱۰) میاں حسام الدین ماڑندراہ

(۱۱) میاں احمد بن شمّن (شمس الدین)

(۱۲) میاں قاسم بن شمّن

(۲۳) میاں سدھن ہندوستانی (اصل) میں سعدالدین تھا پھر سعدؔ ہوا۔
پھر سعدن پھر اور بھی بگڑ کر سدھن ہوگیا)

(۲۴) میاں ابراہیم ہندوستانی

(۲۵) میاں یوسف برادر میاں علی۔

(۲۶) میاں بڈھو

(۲۷) میاں لاڑ ساکن ڈبھوئی۔

(۲۸) میاں (سید) حُسّان مزیّن (حجام) جالوری

(۲۹) میاں آدھَن ہندوستانی (اصل میں سعادۃ
میاں ابراہیم ہندوستانی اللہ تھا۔ پھر سعادتؔ۔
پھر عادت۔ پھر عادن پھر آدھن ہوگیا۔)

(۳۰) میاں چھتّہ بلوچ (اصل میں شہتاج تھا شہؔ کا

(۱۳) میاں محمود بنگالی

(۱۴) میاں محمود مہرتراش

(۱۵) میاں خاں کمانگر

(۱۶) میاں سلیمان جالوری

(۱۷) میاں حاجی سلیمان سندھی

(۱۸) میاں بہاء الدین ہندوستانی

(۱۹) میاں حسن بن میاں بھائی مہاجرؒ

(۲۰) میاں بھائی منگلوری (علاقہ کاٹھیاواڑ)

(۲۱) میاں بڑا ابن یوسف

(دفتر اول ایضاً میاں پیر جی بن (خاتم سلیمانی)

(۲۲) میاں شاہ جی سیاہ (دفتر اول)
میاں شیخ جی سیاہ (خاتم سلیمانی)

(۳۱) میاں پیر جی جمشید۔

(۳۲) میاں شمس الدین ہندوستانی

(۳۳) میاں کمال الدین ہندوستانی

(۳۴) میاں علاء الدین دلوانی

(۳۵) میاں ابراہیم بن راجن (راج محمد)

(۳۶) میاں حسن بن فیروز

(۳۷) میاں حسن بن علی

(۳۸) میاں جمال الدین ہندوستانی

(۳۹) میاں ملک جی داسیجی

(۴۰) میاں عبداللہ ملتانی

(۴۱) میاں ابراہیم ملتانی [۱]

رحمتہ اللہ / رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

[۱] فہرست شہدا میں ساٹھ سوار اور چالیس پیادے تھے۔ حضرت صدیق ولایتؓ نے دائرہ کی چھوٹی پھاٹک پر گول خط کھینچ کر ان چالیس پیادوں کو اس حلقہ میں رکھا تھا۔ نہیں معلوم چالیس کے اکتالیس کیسے ہوگئے! کتب نقلیات میں ایک کے اضافہ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

تبدل بقاعدہ پراکرت چھاورتاج کامخفف تہَ۔
یوں میاں شہتاج بگڑکہ چھتہ ہوگیا۔
جیسے کشتری (کھوٹری) کاچھتری بمعنی سپاہی
قوم جیسے راجپوت وغیرہ)

بمقام سدراسن

موقوعہ۱۴ارشوال ۹۳۰ھ مطابق ۱۵راگست ۱۵۲۴ء روز جمعہ

(۱) بندگی میاں سیدخوندمیر سیدالشہد اصدیق ولایت حامل بارامانتؓ
(۲) بندگی میاں سیدجلال الدین بن حضرت صدیق ولایت
(۳) بندگی میاں سیدعطن (عطا اللہ) برادر حضرت صدیق ولایتؓ
(۴) بندگی ملک حماد بن ملک احمد المبشر بہ ''بخشیدہ'' ابن ملک یعقوب باڑی وال المبشر بہ ''امرت بیل''
(۵) بندگی میاں سید خانجی۔المبشر ''بہ برادر حقیقی'' ازلسان حضرت صدیق ولایتؓ بن سید عمر از اولاد حضرت سید محمد گیسودرازؒ بلند پرواز (گلبرگہ شریف)
(۶) بندگی میاں ملک جی المتخلص بہ مہدؔی صحابی مہدی و (داماد حضرت صدیق ولایتؓ) بن خواجہ طہٰؔ۔
(۷) بندگی ملک اساعیل کا کریجی (داماد حضرت صدیق ولایت) بن ملک حسن
(۸) بندگی ملک یعقوب کاکریجی برادر نمبر (۷)
(۹) بندگی ملک گوہر شہ پولادی۔
(۱۰) بندگی ملک شرف الدین۔(سابق جاگیردار سدراسن بن ملک محمد بن ملک یعقوب۔ ''امرت بیل''
(۱۱) بندگی ملک میاں جی بیانوی (خسر حضرت صدیق ولایتؓ قبر پٹن میں بقول مصنف خاتم سلیمانی) بن ملک میرانجی۔
(۱۲) بندگی میاں ابراہیم خاں بن سکندر خاں (سابق شہزادہ الک ستواس)
(۱۳) بندگی ملک میرانجی بن بندگی ملک بخن باڑی وال (دفتر اول)
(۱۴) بندگی میاں سیدجلال ساکن قصبہ واسیج
(۱۵) بندگی میاں اساعیل ساکن قصبہ واسیج
(۱۶) بندگی میاں سیدشہاب الدین بن قطب الدین
(۱۷) بندگی میاں رحمتہ اللہ بن میاں دولت
(۱۸) بندگی میاں بخن ساکن قصبہ سارسا علاقہ بھروچ
(۱۹) بندگی میاں محمود شاہ ساکن سارسا
(۲۰) بندگی میاں چاندسانچوری (علاقہ مارواڑ)
(۲۱) بندگی میاں یوسف بن میاں احمد
(۲۲) بندگی میاں یوسف لنگاہ (لنگھا)
(۲۳) بندگی میاں سلطان شاہ جالوری
(۲۴) بندگی میاں فیروزشاہ بن حمزہ جالوری

(۲۵) بندگی میاں معین الدین
(۴۱) بندگی میاں سیدی یاقوت

(۲۶) بندگی میاں نظام الدین

(۲۷) بندگی میاں تاجن (تاج الدین) خراد

(۲۸) بندگی میاں عمر

(۲۹) بندگی میاں جلال بن مُجّھن (اصل میں مجاہد تھا بگڑ کر مجھو ہوا۔ پھر اور بھی زیادہ پیار میں مُجّھن ہو گیا)

(۳۰) بندگی میاں شمّن (شمس الدین)

(۳۱) بندگی میاں حاجی بن میاں طاہر

(۳۲) بندگی میاں عبداللہ سندھی

(۳۳) بندگی میاں میاں خاں

(۳۴) بندگی میاں کبیر محمد ساکن کھمبات مبشر حضرت صدیق ولایتؓ

(۳۵) بندگی میاں شیخ حمید بن قاضی خاں

(۳۶) بندگی میاں سندھو ساکن پٹن

(۳۷) بندگی میاں علی آخوند (معلم الصبیان)

(۳۸) بندگی میاں قاسم برادر میاں احمد (نمبر ۱۱ فہرست شہدائے کھانبیل)

(۳۹) بندگی میاں احمد شاہ ترکھیجی پورہ احمد آباد

(۴۰) بندگی میاں سیدی بلال

(۴۲) بندگی میاں عالم خراسانی

(۴۳) بندگی میاں حاجی محمد خراسانی

(۴۴) بندگی میاں ابوالخیر ملتانی

(۴۵) بندگی میاں اسحاق بھورج مہاجر

(۴۶) بندگی میاں زین الدین سابق عہدہ دار سدراسن

(۴۷) بندگی میاں علاء الدین بن میاں خاں

(۴۸) بندگی میاں بخشو (خدا بخش یا محمد بخش) برادر میاں یوسف مہاجر

(۴۹) بندگی میاں بخشو بن میاں بڑا

(۵۰) بندگی میاں ابراہیم داماد میاں خاں کمانگر

(۵۱) بندگی میاں پیرجی الملقب بہ "بُڑ جُہ"

(۵۲) بندگی میاں نظام محمد

(۵۳) بندگی میاں شیخ جی کھمباتی برادر کلاں بندگی میاں کبیر محمد (نمبر ۳۴)

(۵۴) بندگی میاں مجھن مجاہدالدین پٹنی

(۵۵) بندگی میاں میرن پٹنی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

دو رنگریز بھائی مسمیان میاں کبیر محمد کٹول فروش اور میاں اسماعیل رنگریز جن کو بندگی میاں رضی اللہ عنہ نے بشارت "امام شہادت" سے مبشر فرمایا تھا۔

میاں ملک بڑا کاکریجی جو بندگی میاںؓ کے فرمان سے لشکر سلطانی میں ٹھیرے رہے تھے عین الملک کو دوسری دفعہ طعنہ دینے پر راستہ ہی میں عین ملک کے حکم سے شہید کر دیئے گئے۔

ملک راجے بن ملک بخن ملتانی۔ جاگیردار موضع دساڑہ جن کو بندگی میاںؓ نے ارشاد فرمایا کہ "تم دساڑے ہی میں رہو اور کفار سے لڑ کر شہید ہو جاؤ۔ تم ہم میں ہو"۔ چنانچہ حسب بشارت جنگ کھانبیل ہی کے روز شہید ہو گئے (خاتم سلیمانی)

۴۱+۵۵ + ۴ = کُل ۱۰۰۔ **رحمة الله علیهم اجمعین**

....

بندگیمیاں سید خوندمیرؓ کے دائرہ میں (۹۰۰) نوسو فقیر تھے جو لوگ حسب فہرست شریک جنگ ہونے والے تھے ان کے

سواکل فقرا سے حضرت صدیق ولایتؓ نے فرمادیا تھا کہ آغاز جنگ سے تین روز پہلے دائرہ سے منتقل ہوجائیں اگر نہ گئے تو منافقی کا حکم صادر ہوگا (کیوں کہ حکم کی خلاف ورزی ہوتی) اس لئے سب فقرا منتقل ہوگئے۔ اور اہلیہ حضرت مہدی علیہ السلام کو بندگی میاںؒ نے پٹن بھجوادیا۔ اب صرف سو غازی اور سوشہید ہونے والے فقرا دائرہ میں رہ گئے سو(۱۰۰) نے تو شربت شہادت پی لیا۔ باقی سو(۱۰۰) مجاہدین ہدایت خلق کے لئے حکمت الٰہی سے زندہ رہے۔ سراج منیر ۲۷۷

....

حصہ نقلیات میں حضرت صدیق ولایتؓ کے جنگ کے جو واقعات بیان ہوئے ہیں ملاحظہ ہواز صفحہ ۱۰۹) اور حصہ توضیحات میں ان واقعات اوران کے متعلقات پو جو بحث کیگئی ہے (ملاحظہ ہوازصفحہ ۱۴۶) اس جنگ میں حسب بشارت ایز دی شہید ہونے والے سو(۱۰۰) حضرات کی یہ فہرست ہے جس کو ہم نے ''سراج منیر'' سے من وعن یہاں درج کیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوسکتا ہے کہ مذہب مہدویہ کن کن مقامات پر پہنچ چکا تھا اور کن کن مقامات کے لوگوں نے تصدیق کا شرف حاصل کیا۔ اور بلند مرتبے پائے ہیں۔ اور یہ معلومات صرف سو(۱۰۰) نفوس مطہرہ کی فہرست تک محدود ہیں۔ اس پر سے لاکھوں مہدویوں کے بارے میں تبلیغ مذہب کا اندازہ بآسانی ہوسکتا ہے۔ اور یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ صدیق ولایتؓ کے سر مبارک کی قربانی مع یک صد سر اللہ تعالیٰ نے جو قبول فرمائی تھی تکمیل پا چکی۔

فقیر ابوسعید سید محمود غفرلہٗ

ناشر کی طرف سے!

مجلس نوجوانان مہدویہ (قطبی گوڑہ) کیجانب سے کتاب ہذا کو فخر ومسرت کیساتھ پیش کرتے ہوئے مجلس اور اشاعت کتب کی تقریب کا مختصر تذکرہ بے محل نہوگا۔ ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۳ھ ہجری میں بہ سلسلہ میلاد مبارک امام آخرالزماں خلیفۃ الرحماں حضرت مہدی موعود علیہ السلام' اشاعت مذہب اور دینی تعلیم کی غرض سے' زیر سرپرستی وصدارت اسعد العلماء پیرو مرشد حضرت فقیر ابوسعید سید محمود ادام اللہ فیوضھم ۔مجلس ہذا کا قیام عمل میں آیا۔ مجلس کیجانب سے ہر ہفتہ جلسہ ہائے تقاریر منعقد ہوتے رہے اور نوجوانان ملت جنمیں طلبۂ فوقانیہ وکلیات بھی شامل ہیں حصہ لیتے رہتے ہیں۔

ونیز جلسہ ہائے عام میلاد شریف وغیرہ کا انعقاد بھی عمل میں آتا رہا ہے۔ تعلیم زبان عربی کے درسوں کا سلسلہ بھی عرصہ دراز سے جاری ہے جس سے مہدوی اور دیگر مسلمان نوجوانوں نے خاطر خواہ استفادہ کیا اور کر رہے ہیں۔ اس سے قبل بھی' جبکہ مدرسہ سجادگان جاری تھا' حضرت مدظلہٗ نے بحیثیت ناظم جو خدمات انجام دی ہیں' وہ معتمد صاحب مدرسہ کی مطبوعہ

رپورٹوں سے ظاہر ہیں؛ جن میں نتائج تعلیم اور علمائے قوم کی آرا بھی درج ہیں۔

مجلس ہذا کے جلسوں وغیرہ کے انتظامات میں؛ مولوی سید علی صاحب برترؔ خوندمیری بی۔اے مددگار سٹی کالج و معتمد مجلس ہذا نے اَن تھک کوششیں فرمائی ہیں۔

قیام مجلس کے دوسرے سال ۲۰/جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ ہجری سے ''فرامین ونقلیات حضرت امام علیہ السلام'' کا درس ہر پنچشنبہ کو ہونے لگا جس کا سلسلہ ایک سال سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا۔ حضرت پیرومرشد اسعد العلما مد ظلہم کی عالمانہ تشریح اور دلکش تفہیم کے باعث مقامی افراد کے سوا دیگر مقامات کے حضرات بھی شریک درس رہنے لگے۔ شرکاء درس نے ایسی کتاب کی اہمیت وضرورت کو محسوس کرکے طباعت واشاعت کتاب پر اصرار کیا و نیز بعض حضرات نے اسی جلسہ میں رقمی امداد کی پیشکش کی۔ اور دیگر ہمدردان قوم ومذہب نے بھی اس مبارک کام میں جو ہاتھ بٹایا ہے اسکی تفصیل ذیل میں درج کیجاتی ہے۔

ا۔ کتاب کے کام کا آغاز ہوا تو جناب سید یوسف صاحب تصورؔ نے اخراجات طباعت کے لئے یہ تدبیر اختیار کرنے کی کوشش کی کہ ہر شخص حسب استطاعت تا زمانہ تکمیل طباعت ہر ماہ ٹپہ خانہ میں رقم جمع کرے۔ رقم حضرت پیرومرشد مد ظلہم کے نم پر جمع کیگئی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) جناب مولوی دولت خانصاحب شرؔر ۵/عاں (عاں کلدار) (۲) جناب مولوی سید قاسم صاحب (محاسب یتیم خانہ سرور نگر) (عہ) (۳) جناب مولوی سید یوسف صاحب تصورؔ (۱۱)۔ جملہ (ؔ ے)۔ یہ رقم جناب تصورؔ صاحب کے ذریعہ جمع کیگئی اور ابتک واپس نہیں ہوئی کاروائی جاری ہے لیکن جناب تصورؔ صاحب نے اپنے سے یہ رقم خود دیدی ہے۔

ب۔ اس کے علاوہ حسب ذیل حضرات نے فی سبیل اللہ حصہ لیا ہے:۔

(۱) جناب مولوی سید عبدالقادر صاحب وائس پرنسپل بہادر خاں ٹکنکل کالج (ے) (۲) جناب مولوی میاں عبدالحفیظ بی۔اے سابق دوم تعلقدار (ماء) (۳) جناب مولوی عبدالواحد صاحب سوداگر پارچہ (ماء) (۴) جناب مولوی محمد حبیب خانصاحب وفاؔ فاروقی نبیرہ جناب مولوی منور خانصاحب صدر محاسب مرحوم (ماء) (۵) جناب مولوی صاحب سید حسین صاحب بی۔اے اہل مصدق آباد انسپکٹر انجمن امداد باہمی) (۶) جناب مولوی عبدالحمید خانصاحب منصبدار سکندرآبادی (ماء) (۷) جناب مولوی سید خوندمیر صاحب تشریف اللّٰہی منتظم دفتر نظامت حسابات (ماء) (۸) جناب مولوی ڈاکٹر سید یوسف تشریف اللّٰہی ایم بی بی ایس (ماء) (۹) جناب مولوی محمد احمد علیخاں صاحب زمیندار (ماء) (۱۰) جناب مولوی سید شریف صاحب مستاجر چوپنیہ ساکن نظام آباد (ماء) (۱۱) جناب مولوی ڈاکٹر حیدو میاں صاحب اہل کرنول (ماء ے ۱۰/سکہ عر بغرض ایصال ثواب والدہ مرحومہ بہ انتقال ۲۰/مارچ ۱۹۵۰ء یوم دوشنبہ)

جملہ میزان (امالہ لعہ ۱۰/) مبلغ ایکہزار ایک سو اکتالیس روپیے دس آنے سکہ)

ج۔ ابتداء میں اخراجات کا تخمینہ مع جلد بندی دیڑھ ہزار روپیے تھا لیکن کام آگے بڑھ جانے سے تقریباً ڈھائی ہزار

روپیے خرچہ عاید ہوا ہے جسکی تکمیل کیلئے مولوی سید قاسم صاحب محاسب یتیم خانہ سرورنگر نے جدوجہد کی۔اورنواب محمد ماندور خانصاحب سے جنکو قومی مفادات کا زیادہ شغف ہے۔ چھ سوروپیے بطورقرض حسنہ ۶ ماہ کی مدت میں واپسی کے وعدہ پر لینا طئے پایا۔اورنواب صاحب کے پیرومرشد حضرت فقیر اشرف میاں صاحب اہل دائرہ نو نے بھی اس کوشش میں بہت زیادہ حصہ لیا اور یہ رقم انھیں کے ذریعہ بتاریخ ۲۲/ذی قعدہ ۱۳۵۹ھ وصول ہوئی مذکورہ بالا رقم ناکافی ہونے پر ایک صاحب خیر نے مزید قرضہ حسنہ کی فراہمی میں حصہ لیا۔

د۔ طباعت کا انتظام جمہور پرنٹنگ پریس واقع بگل کنٹہ میں کیا گیا تھا لیکن مالک مطبع کی ناتجربہ کاری وعدم صلاحیت کے باعث سخت نقصان اٹھانا پڑا کتاب ہذا کا دوجز کاغذ چوری گیا تقریباً ڈیڑھ فارم غائب کردیئے گئے۔دوجز کی طباعت پانچ سو کے بجائے ہزار کی تعداد میں کیگئی اس طرح تخمیناً ڈیڑ سوروپیے کا نقصان ہوا۔طباعت کتاب میں تاخیر ہوگئی۔اس طرح ایکسال دومہینے کی تعویق کے بعد مطبع ابراہیمیہ عابدروڈ میں منتقل کیا گیا جہاں بہ اطمینان تکمیل پایا۔اگر کام بروقت ہوتا تو کتاب ہذا ایکسال قبل شایع ہوچکی ہوتی چنانچہ نقلیات کے ختم پر محرم ۱۳۶۹ھ چھپا ہے۔مزید مشکل یہ پیش آئی کہ حسب وعدہ چھ ماہ کی مدت ختم ہونے پر نواب صاحب کی رقم واپس کرنی ضروری تھی اس لئے متبادل انتظام کرکے رقم واپس کردی گئی۔اور طباعت کا کام جاری رکھا گیا۔اس جدوجہد میں بھی مذکورالصدر صاحب خیر نے حصہ لیا ہے۔ان گونا گوں مشکلات کے باوجود کام تکمیل تک پہنچایا گیا۔اور خداوند قدوس کا لاکہہ لاکہہ شکر ہے کہ مجلس کا شعبہ نشرواشاعت ایسی بلند پایۂ کتاب مشتاقوں کے آگے پیش کررہا ہے۔

حضرت مدظلہ کے پیش نظر طبقہ سلف کے بعض رسائل اور حضرت علامہ قاضی منتجب الدین جونیریؒ کی ضخیم کتاب ''مخزن الدلائل'' کی اشاعت بھی ہے۔جن کی تیاری شروع کردی گئی ہے۔یہ جلیل القدر کتابیں عربی زبان میں ہیں اور ثبوت مہدیت پر بلند معیار کی حامل ہیں۔ادائی قرض کے بعد جو رقم بچ رہیگی ان کتب کی اشاعت میں صرف کیجائے گی۔ انشاء اللہ المستعان

ان تمام حضرات کا جنھوں نے دامے درمے سخنے اس کارخیر میں امداد فرمائی ہے مجلس کیجانب سے شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔خداوند تعالیٰ جزائے دارین عطا فرمائے۔آمین!

سید افتخار اعجاز بی۔اے عثمانیہ
معتمد شعبہ نشرواشاعت مجلس